لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم

رؤف رحیم

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از

ترجمان صداقت حضرت مولانا مولوی حافظ محمد حمید اللہ صاحب ماہر دہلوی

سید سردار علی تائب نقشبندی نے
تجلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر
ماہر بک ایجنسی دہلی سے شائع کی۔

M. ILYAS ... DELHI

MURARI ART PRESS, DELHI.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

رؤف رحیم

علمی۔ مذہبی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی اور تاریخی موتیوں سے لبریز
یادگار عالم رہنے والی۔ نادر المثال سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از

ترجمان صداقت حضرت مولانا محمد حمید اللہ بیگ صاحب ماہر دہلوی

مطبوعہ تجلی برقی پریس دہلی

سنہ ۱۳۴۹ھ

طبع اول ایک ہزار

میری زیرِ مطالعہ کتب کی مختصر فہرست

کتبِ احادیث اور سیرت

سیرتِ رؤف رحیم لکھتے وقت میرے سامنے جو کتابیں موجود تھیں ان کی مختصر فہرست یہ ہے:-

۱ صحیح بخاری — از امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رح

۲ صحیح مسلم — از امام مسلم بن الحجاج رح قشیری

۳ جامع الترمذی — از امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اور انہیں کی کتاب الشمائل

۴ سنن ابو داؤد — از حافظ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رح

۵ سنن نسائی

۶ طبقات ابن سعد — از ابو عبداللہ محمد بن سعد رح

۷ مسند امام احمد بن حنبل — از ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل رح

۸ مستدرک — از امام عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری

۹ جمع الوسائل — از ملا علی قاری رح حنفی

۱۰ مناوی — از شیخ محمد عبدالرؤف رح مصری

۱۱ حلیۃ الاولیاء — از امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ رح اصبہانی

۱۲ استیعاب — از امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ قرطبی (انہیں کو ابن عبدالبر بھی کہتے ہیں)

۱۳ تہذیب التہذیب — از حافظ ابن حجر مکی۔

۱۴ جامع کبیر، جمع الجوامع، خصائص کبریٰ۔ از علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رح

۱۵ مواہب لدنیہ — از شیخ محمد ابراہیمؒ یا شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد قسطلانیؒ

۱۶ شرح مواہب — از محمد بن عبد اللہ زرقانیؒ

۱۷ جامع ازہر — از شیخ عبد الرؤفؒ

۱۸ اسد الغابہ — از شیخ عزیز الدین علی بن محمد جزری (یہی ابن اثیر کے نام سے مشہور ہیں)

۱۹ کتاب الاصابہ — از شیخ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ

۲۰ سیرت ابن ہشام — از حافظ ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیریؒ

۲۱ سیرت شامیہ — از شیخ محمد بن علی بن یوسف شامیؒ

۲۲ سیرت حلبیہ — از شیخ نور الدین علی حلبی

۲۳ زاد المعاد — از محمد بن محمد ابی بکر (انہیں کو ابن قیم کہتے ہیں)

اطلاع دو تین ہی جز لکھنے کے بعد میرے پاس یہ کتابیں بھی کچھ عرصہ رہیں۔ مؤطا امام مالکؒ۔ فتح الباری (شرح صحیح بخاری) سیرت حلبیہ۔ سیرت نبویہ۔ کتاب الانساب وغیرہ

کتب تاریخ ۔ تاریخ ابن خلدون۔ تاریخ الکامل۔ تاریخ الخلفاء۔ جامع التواریخ۔ تاریخ انس الجلیل تاریخ الخمیس۔ شمس التواریخ۔ تاریخ الخلفائے عرب و اسلام۔ تاریخ الانبیاء۔ کتاب المعارف۔ طبری۔

بعض اور متفرق کتابیں | سامرۃ الاخبار۔ دلائل ابو نعیم۔ شواہد النبوت۔ معارج النبوت۔ عجائب الحکایات۔ سیرت النبی۔

گذارش | ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں میرے مطالعہ میں رہی ہیں لیکن میں نے اسی مختصر فہرست پر اکتفا مناسب سمجھا۔ لائف آف محمد وغیرہ جو ہمارے مغربی مورخوں کے تعصب کا نتیجہ ہیں۔ ان مقدس کتابوں کو الگ ہی ایسی متبرک کتابوں کے ساتھ مجھے مغربی مصنفوں کی کتابوں کے نام لکھنے مناسب نہیں معلوم ہوئے۔ علاوہ ازیں جو جو کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں ان سب کی فہرست کم سے کم سات آٹھ صفحے گھیر جاتی پھر بعض کتابیں ریاضی کے متعلق بھی مجھے دیکھنی پڑیں جن کے نام یہاں لکھنے بے محل تھے جیسے محمود پاشا فلکی کی وہ کتاب جس میں اس نے ریاضی کے حساب سے تاریخ ولادت لکھی ہے۔ تفصیل اپنے مقام پر موجود ہے بالا وجوہ کے سبب مندرجہ کتابوں کے نام لکھنے کے بعد میں نے وغیرہ ہی لکھ دینا کافی سمجھا۔ لہٰذا لفظ وغیرہ بھی رسماً نہیں حقیقتاً استعمال کیا گیا ہے۔ ناشر

فہرست عنوانات

روزِ سعید بہتر از روزِ عید

آج میں اپنے دل میں مسرت کی وہ لہریں موجزن پا رہا ہوں۔ ایسی بے اندازہ خوشی مجھے حاصل ہو رہی ہے۔ جو اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ بے شک میرے لئے یہ روزِ سعید ایسا ہے جس پر ایک نہیں لاکھوں عیدیں قربان۔ کیوں؟ آج کیا ہے؟ میں انتہائی مسرت سے مسرور کس لئے ہوں؟ میں اپنے دل کے جام میں شادمانی کی شراب کیوں لبریز پا رہا ہوں؟ میرا دل جو کبھی پژمردہ تھا۔ اب مثلِ گل شگفتہ کیوں ہے؟ میری روح میں آج اس قدر بالیدگی کس سبب سے ہے؟

سب اس لئے ہے کہ میرے آقا و مولا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت، وہ مبارک سیرت جو یقیناً ساری دنیا کے لئے آفتابِ ہدایت ہے، آج تیار ہو گئی۔ اور مجھے اس کے مطالعہ کا شاندار فخر حاصل ہو گیا۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ بلکہ مسرت و انبساط سے کہتا ہوں کہ آج کا دن وہ دن ہے جس پر تمام دنیا کی مسرتیں قربان۔ میرا منہ نہیں۔ جو اللہ کا شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھے ایسی بڑی عزت سے مشرف فرمایا۔ پھر لطف یہ کہ اس سیرت کو مرتب کرنے والا بھی کوئی معمولی قابلیت اور معمولی دل و دماغ کا انسان نہیں ہے۔

اردو زبان میں آقائے نامدار کی سیرت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں جو مشہور ہیں وہ سب کی سب میری نظر سے گزری ہیں۔ مگر واللہ اس شان کی سیرت کم سے کم میری نگاہ سے تو گزری نہیں۔ غالباً قارئینِ کرام بھی اس کے مطالعہ کے بعد یہی فرمائیں گے جو میں عرض کر رہا ہوں۔

دُنیا جانتی ہے کہ یہ موضوع ایک خشک موضوع ہے۔ اسی لئے
بڑی سے بڑی۔ اور بہتر سے بہتر کتاب میں بھی کچھ نہ کچھ خشکی ضرور باقی رہ گئی
ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عوام میں یہ مستند کتابیں مقبول نہیں ہوتیں لیکن میں بھی
جو عرض کر رہا تھا۔ کہ سیرت رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کسی معمولی ذہنیت اور
اوپری قابلیت کے انسان نے نہیں لکھی ہے۔ اس کی صداقت کا ثبوت یہ ہے
کہ میرے مخدوم، میرے ہم مذاق۔ اور میرے دس سال کے دوست
ترجمانِ صداقت حضرت مولانا محمد حمید اللہ صاحب ماہر مدیر رسالہ راسخ نے
(جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں)۔ یہ کتاب کچھ اس قدر محنت۔ ذوق۔ اور
ساتھ ہی ساتھ ایسی محبت وعقیدت سے لکھی ہے کہ اس کتاب کا ایک صفحہ
پڑھ لینے والا یقیناً ساری کتاب ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کی دلچسپیاں
رنگینیاں۔ صداقتیں کیفیتیں وغیرہ یہ چیزیں ایسی ہیں جن کی مثال کہیں ملنی
بھی دشوار ہے۔ زبان تو آپ کی کنیز ہی ہے۔ اس کا تو کیا کہنا لیکن الفاظ و
معنی کا بے بہا سرچشمہ جیسا اس کتاب میں ہے۔ شاید ہی کہیں مل سکے۔ پھر
سلاست۔ روانی معنی آفرینی۔ بلندی تخیل کے جو بہترین نمونے پیش کئے گئے ہیں۔
وہ اہلِ نظر سے داد لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بڑے کمال کی بات یہ ہے کہ مولانا صاحب
موصوف نے صداقت کے وہ وہ منظر پیش کئے ہیں کہ پڑھنے والے کی آنکھوں کے
سامنے وہ چیزیں اس طرح آجاتی ہیں۔ گویا یہ سب کچھ سامنے ہو رہا ہے۔ عجائبات
اور معجزات عقل کی کسوٹی پر کسنے کے بعد بھی عین عقل ثابت کئے گئے ہیں۔ اور
مخالفین کو ایسے دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں کہ ان کی ساری شیخی خاک
میں مل گئی۔ کچھ مفید اور دلچسپ معلومات۔ نکات۔ رموز۔ یہ ترتیب اور مورخین
یورپ سے زور زور کے مناظرے۔ یہ چیزیں جس قدر دلچسپ اور دلکش ہیں۔

کا فخر دہلی کے مشہور عالم، واعظ حضرت مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے آپ گیارہ سال سے درس و تدریس کی گراں بہا خدمات بجا لا رہے ہیں۔ آپ کے وعظ میں (جو حقانیت سے لبریز اور نذرانہ سے پاک ہوتا ہے) جو خداداد تاثیر ہے۔ اسے دہلی والوں کے دل ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ کی شاعری جس درجہ کمال کو پہنچ گئی ہے۔ وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس کتاب میں آپ نے جو چند نعتیہ نظمیں زیب صفحات کی ہیں۔ وہ بالکل عوام کا مذاق پیش نظر رکھکر۔ اس لئے ان نظموں سے آپ کی شاعری کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

بہرکیف آپ کا ذوقِ ایمانی محتاجِ بیان نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس دار و گیر کے زمانہ میں میرے نانا جان فخرِ دو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی عدیم النظیر سیرت زیبِ صفحات کر دی جس سے زبانِ اردو ہمیشہ کیلئے آپ کی زیر بارِ احسان ہو گئی۔ عربی اشعار کا ترجمہ اردو زبان میں آپ نے جس قابلیت اور بیساختگی سے کیا ہے اہل نظر اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں مولانا موصوف اور اس کتاب کے متعلق مشاہیر ادباء اور شعراء کی زریں رائے بھی پیش کرتا جس سے مولانا کی زبردست شخصیت ناظرین پر آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی۔ مگر کیا کروں۔ وقت اور کتاب دونوں میں گنجائش نہیں رہی۔

بہرحال آج میری مسرتیں انتہائے کمال پر ہیں کہ میں مولانا کی یہ تصنیف اور اپنے نانا جان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک سیرت اہل نظر کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ خدا کرے سیرت رؤف رحیم عام مقبولیت کا تمغہ امتیاز حاصل کرے۔ جسے پڑھ کر یقیناً اہل اسلام اس دار و گیر کے عالم میں بھی منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں گے اور نا قابل اصلاح لوگوں کی ایسی حقیقی اصلاح ہو جائیگی جسے دیکھ کر دنیا محو حیرت رہ جائے۔

خادم قوم سید سردار علی۔ تائب نقشبندی۔ مجددی۔ دہلوی

معذرت

صرف ایک چیز ایسی ہے جو مجھے کسی قدر شرمندہ کر رہی ہے۔ اور جس کے لئے میں مولانا صاحب موصوف اور ناظرین سے معافی چاہتا ہوں۔

صورت یہ ہے کہ غلطی سے اس کتاب کے دس جز ایک ایسے کاتب صاحب کو دیئے گئے تھے۔ جو صورتاً پورے متقی بڑے مسکین۔ مگر سیرتاً خدا معلوم کیا ہیں۔ ان حضرت نے مسودے کے خط اچھوت نہ ہونے سے توجہ چھوڑ دی اور آٹھ آٹھ صفحے کی کتابت کرا اپنی طرف سے کچھ اور نہیں کی کتابت کردی۔ پھر ہر صفحہ میں ایسی ایسی عجیب وغریب اصلاحیں فرمائی ہیں کہ سبحان اللہ۔ جیسے ایک کاتب نے قرآن کریم میں خنزیر کی بجائے لکھوانے والے کا۔ اور شیطان کی جگہ اس کے باپ کا نام لکھ دیا تھا۔ اسی طرح ان کاتب صاحب نے اپنی ناقابل بیان اصلاحیں کی ہیں جب تصحیح کی نوبت آئی اور ان اصلاحوں کا انکشاف ہوا تو نہ پوچھئے کہ میرے رنج کی کیا انتہا ہوئی۔ مگر مولانا کے محترم کو خدا خوش رکھے۔ انہوں نے چار روز مسلسل محنت کر کے وہ مردود غلطیاں بنائیں۔ لیکن بعض غلطیاں دوسرے کاتب صاحب کہاں تک بناتے اور تصحیح کرنے والے کہاں تک تصحیح کرتے۔ مجبوری کی وجہ سے مولانا خود تصحیح نہ فرما سکے۔ اور میں مصروفیتوں کی وجہ سے یہ مبارک کام انجام نہ دے سکا۔ اس لئے ساری ہی کتاب میں کہیں کہیں کتابت و عبارت کی غلطیاں رہ گئیں۔ جو میرے دل پر خار کی طرح کھٹک رہی ہیں۔ مگر وہ [illegible] کیا جہاں [illegible] سیرت نبی کے پھولوں کی مہک کے اس قدر تھے کہیں کہیں غلطیوں کے کانٹے بھی رہ گئے ہیں۔ حالانکہ دو دو تصحیح کنندہ تھے۔ اور بہت سی کاپیاں دو دو مرتبہ دیکھی گئی تھیں۔ پھر پروف تو [illegible] کاپیوں کے برابر پڑھے گئے۔ اور آخر میں تصحیح کی گئی۔ یہاں تک کہ [illegible] جب تک [illegible] کی آنکھوں کے سامنے نہ پہنچ سکتے تھے لیکن قسمت کی خوبی کہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراف اور درخواست

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خیر خلقہ محمد
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

آج آپ حضرات میں ذلیل عبد رب جلیل ہمارے حبیب لبیب سید المرسلین،
رحمۃ للعالمین، آفتاب، ماہتاب عربستان، فخر دو جہان، سرور عالم مصطفیٰ محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک مختصر نقشہ پیش کر رہا ہوں جس کے متعلق
میں خوب سمجھتا ہوں کہ میری زبان قلم ہرگز اتنی طاقت و قوت نہیں کہ میں
سرکار کی مبارک سیرت کے متعلق کچھ عرض کر سکوں۔ میری تو کیا حقیقت ہے بڑے
بڑے فضلاء مثلاً محمد بن اسحٰق۔ شیخ محمد بن داؤد۔ امام زہری، عروہ بن زبیر۔
امام شعبی۔ وہب بن منبہ۔ عاصم بن عمر بن قتادہ، غفاری۔ محمد بن عمر بن شہاب
زہری۔ یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ۔ موسیٰ بن عقبہ۔ معمر بن راشد ازدی۔
عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز، واقدی۔ محمد بن مسلم بن دینار، قتادہ۔ ابو معشر عبدالرحمٰن بن
جعفر۔ عبدالملک بن محمد بن ابی بکر بن حزم الانصاری۔ زیاد بن عبداللہ البکائی۔ سلمہ بن الفضل
الابرش۔ ابو محمد یحییٰ بن سعید۔ ولید بن مسلم القرشی۔ یونس بن بکیر۔ محمد بن عمر واقدی۔
یعقوب بن ابراہیم زہری۔ عبدالرزاق بن ہمام۔ عبدالملک بن ہشام الحمیری۔ علی
بن محمد مدائنی۔ عمر بن شبہ بصری۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی۔ ابراہیم بن اسحٰق
حربی۔ احمد بن ابی خیثمۃ البغدادی۔ محمد بن عائذ دمشقی وغیرہ وغیرہ

یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جو آفتاب رسالت سے منور ہو کر جہان تمدن کا

اُجالا نہیں۔ ان زبردست فضلاء نے آقائے نامدار کی سیرت اور سوانح پر انسانی حد سے بڑھ کر بہترین کتابیں لکھیں۔ مگر سب نے یہی اعتراف کیا کہ وہ آقائے نامدار کے فضائل کما حقہٗ نہیں بیان کر سکے۔ اور بیان بھی کس طرح کر سکتے تھے۔ آپ کے مراتب و مدارج۔ محامد و مناقب، فضائل و محاسن تو پورے طور پر حق تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہم تو صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر من وجہک المنیر لقد نوّر القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بہرکیف جب ایسے ایسے کملائے نامخلصین سیرت نبوی پورے طور سے نہ لکھ سکے تو اس عاجز کی کیا تاب و طاقت کہ آقائے نامدار کی سیرت کا ایک شمہ بھی اہل نظر کے سامنے پیش کر سکے۔ تاہم اس نسبت سے جو خادم کو اپنے آقا سے ہوتی ہے۔ خادم کا سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے آقا سیدنا مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ عرض کرے۔

صرف اس خیال نے خادم کو مجبور کیا۔ ورنہ میں کجا اور سیرت رؤف رحیم کجا

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اے اللہ! میرے سینے کو کھولدے۔ میرے دل کو فراخ کر دے اور میرے دماغ کی دنیوی کثافت دور کر دے تاکہ میں اپنے ہادی و مرشد آقا و مولا تاجدار انبیاء حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ عرض کر سکوں۔

بارِ خدایا! تو جانتا ہے کہ میں محض صدقِ دل۔ نیک نیتی و رغبت۔ ذوق و شوق کی وجہ سے آج اتنے اہم کام پر تیار ہوا ہوں۔ تیرا ارشاد ہے اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۳۔

(قبول فرماتا ہے۔ دعا مانگنے والے کی دعا کو جب وہ مانگے)

آنحضرت کی کسی حقہ سیرت اور پورے پورے محامد و مناقب بیان کرنے اور کیفیت
عالم کی زبان، قلم عاجز ہیں جیسا میں ابھی لکھ چکا ہوں لیکن ایک اور بات بھی ہے کہ
اس گلشن ہمیشہ بہار کے زیادہ سے زیادہ پھول چننے والوں سے بھی بہت سے پھول
رہ جاتے ہیں کسی کا ہاتھ بعض پھولوں تک پہنچتا ہی نہیں اور کوئی اس باغ ارم کے
پھولوں کی خوشبو سے اتنا مست ہو جاتا ہے کہ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کتنے پھول لوں
اور کس قدر رہنے دوں۔ بہرکیف یہ سیرت میں کچھ نہ کچھ چھوٹ جانا ضرور ہو جاتا ہے
تیسرے یہ کہ اردو زبان میں حضور کی سیرت پر یا سیرت کے کسی جزو پر جتنی کتابیں لکھی گئی
ہیں ان میں سے اکثر ایسی ہیں جو صرف شاعرانہ تخیل پر منحصر ہیں۔
اول تو وہ صحیح روایات سے قریب قریب معرا ہیں دوسرے ضعیف و موضوع
روایتوں کے علاوہ غضب یہ ہوا ہے کہ مصنفوں نے اپنے رنگ تخیل سے کام لیا ہے
جو بالکل نادرست ہے دیگر جذبات کی بدولت بہت سی ایسی روایات دل سے گڑھ لی
گئی ہیں جن سے معاذاللہ آقائے نامدار کی سیرت پر غلط اثر پڑتا ہے۔ بہت سے
مسائل میں بیجا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تماشہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مبارک نام کے ساتھ [illegible]
[illegible] ہے

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

دونوں کے لئے پسندیدہ ہو جائے۔ اور مسلمانوں کا بچہ بچہ سیرۃ نبی سے واقف ہو سکے۔

یہاں یہ عرض کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ عام طور پر جو تصانیف موجود ہیں اُن کی قوت پرواز صرف مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تک محدود رہ گئی ہے۔ اور وہ بھی رطب و یابس سے پاک نہیں۔ پھر طرہ یہ کہ سب سے زیادہ آپ کی پیدائش ہی کے واقعات بیان کرنے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ حق تبارک تعالیٰ شانہ سورۂ والضحیٰ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ یعنی آپ کی ہر پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے زیادہ مرتبہ بلند ہوتا ہے۔

اس حکم ربانی کا خیال ان عام مولود خوانوں کو بالکل نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا اس لئے کہ ان کی نظر اتنی کہاں جو یہ ارشاد ربانی کا مطلب سمجھ سکیں۔ دو چار سُنی سُنائی باتیں یاد رہ گئیں اور بس۔

بہر حیث جو تصانیف عوام کے ہاتھ میں رہتی ہیں اُن میں مولود اور زیادہ سے زیادہ وفات کے چند غلط سلط واقعات ملتے ہیں چونکہ پوری سیرۃ نبی لکھنے کے لئے علم اور ورق گردانی کی سخت ضرورت ہے۔ اور غیر سے ہمارے اکثر مولود خوان بالکل کورے ہوتے ہیں۔ اس لئے سُنے سُنائے عام واقعات اور ان میں اپنی بجا دبندہ شامل کرتے ہوئے یہ لوگ مولود نامہ وفات نامہ وغیرہ دھڑ گھسیٹتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔

خدا شاہد ہے جس وقت سے میں نے یہ اہم کام شروع کیا ہے سر بریک بار تغیر ہوا اور دل دھڑکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ یہ اہم کام اپنے ناچیز بندے سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے۔ آمین

جب ناظرین کرام اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے "رؤف رحیم" لکھنے کے لئے کیوں قلم اٹھایا تب یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مستند کتب جو

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے متعلق بہت کم لکھا گیا ہے۔ اور بعض کتابوں میں جو مورخانہ حیثیت سے تحریر ہوئی ہیں بالکل ہی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑی کمی رہ گئی ہے۔

اگر قارئین کے خیال میں کمی نہ بھی رہی ہو تو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عام مصنفین کی اصلاح کا اس سے بہتر طریقہ نہیں کہ نور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی جو واقعات صحیح صحیح مل سکیں انہیں ضرور بیان کر دیا جائے۔ تاکہ آئندہ تصانیف موضوع اور من گھڑت روایات سے بالکل پاک رہ سکیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ میرا مقصد اصلاح بھی ہے۔

لہٰذا میں نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب معتبرہ سے جہاں تک ممکن ہو گا کوشش کر کے گوش گذار کروں گا۔

افسوس، تعجب اور رونے کا مقام ہے کہ کرشن، رامچندر وغیرہ کے حالات تو اس قدر مشہور ہوں کہ ہندوؤں کا بچہ بچہ ان سے پورے طور پر واقف ہو اور آقائے نامدار ہمارے ذی وقار رسول کریم رؤف رحیم سرور عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے، اس حیات طیبہ سے جو یقیناً ہمارے لئے کتاب ہدایت ہے جس کا ایک ایک شمہ اوتاروں کی لمبی چوڑی کہانیوں پر حاوی ہے اور جس کا ایک ایک جزو ایسا ہے کہ انسان اگر اس پر عمل کرے تو اس زندگی دنیا میں خورشید نیمروز کی طرح چمک اٹھے اور یقیناً بلا حساب و کتاب فردوس علیٰ کا مالک بن جائے ہاں اسی حیات طیبہ سے، مسلمانوں کے بچوں کا تو کیا ذکر بوڑھے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔

پھر کہوں گا اس کی وجہ یہی اور صرف یہی ہے کہ عام مصنفین سیرت دلنشیں سلیس لکھنے میں ناکام رہے اور خواص کی تصانیف عوام میں مقبولیت نہ حاصل کر سکیں۔

احادیث جمع فرمائی ہیں وہ انتہائی جانچ اور پرکھ سے جمع کی گئی ہیں۔ اگر ان راویوں میں ایک
راوی پر بھی غیر ثقہ ہونے کا شبہ ہوگیا ہے تو انہوں نے اس حدیث کو مسترد فرمادیا ہے۔

اللہ اکبر! کس قدر اہم کام انجام ہوگیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے
ان نیک کاموں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہاتھ شریک تھا جبھی تو اس قدر دشوار گزار مراحل
بخوبی طے ہوگئے۔ اور بخاری ومسلم دونوں مقدس کتابیں اس شان کی ہوگئیں کہ کتاب اللہ کے
بعد ان کا جو مرتبہ ہے۔ وہ کسی کتاب کا نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔

دنیا ہی میں ان کی نیک نیتی اور صدق دلی کا خلعت بارگاہ لم یزلی سے مرحمت ہوگیا

امام بخاریؒ نے ایک ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے مہینوں کے دشوار گزار سفر، جو خوف
وخطر سے خالی نہ تھے بخوشی طے کیے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی حدیث کے راوی مشکوک معلوم
ہوئے تو انہوں نے فوراً اس حدیث کو نظر انداز کردیا۔ جبھی تو کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری
سب سے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہوگئی لیکن صحاح ستہ کے علاوہ اور بہت سی کتابیں بھی فن
حدیث میں لکھی گئیں جن میں سے بعض کتابیں تو ایسی ہیں جو صحاح ستہ کا درجہ تو نہیں رکھتیں
مگر ان کے قریب قریب ضرور ہیں۔ اس لئے کہ ان میں احادیث کی اکثریت صحیح سند پر
مبنی ہے۔ یہ کتابیں بخاری ومسلم کے قبل وبعد کے زمانوں میں مدون ہوئیں صحاح ستہ
کے بعد جو کتابیں بہتر سمجھی جاتی ہیں۔ وہ یہ ہیں سنن ابی داؤد۔ جامع ترمذی، سنن نسائی
اور مسند امام احمدؒ

یہ کتابیں بھی معتبر اور قابل عمل ہیں۔ اس لئے کہ تمام فقہا نے ان سے بڑے بڑے
مسائل مستنبط کئے ہیں۔ ان کے بعد تدوین حدیث میں اور بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں
جن کا مقصد یہ تھا کہ صحیح اور غلط جس قدر احادیث مل سکیں جمع کرلی جائیں
تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ضائع نہ ہوسکے۔

ان کتب کا شمار تیسرے درجہ کی کتابوں میں ہے جن میں صحیح و غلط سب

بہرکیف ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ صحاح ستہ کی
کتابیں خصوصاً بخاری شریف کتاب اللہ کے بعد سب سے افضل ہیں۔ تاہم دوسرے
اور تیسرے درجہ کی کتابیں بھی جن میں صحیح۔ حسن اور ضعیف۔ سب طرح کی احادیث
موجود ہیں۔ وہ بھی ناقابل عمل نہیں۔ اور خصوصاً دوسرے درجہ کی کتابیں تو جیسا ہم
ابھی عرض کر چکے ہیں ایسی ہیں جن سے فقہا نے مسائل مستنبط کئے ہیں۔ بہر عمل کے
لحاظ سے یہ کتابیں ضرور مفید و کارآمد ہیں۔ اب صحاح اور سیرت کا فرق نہایت آسانی
سے سمجھ میں آجائے گا۔ صحاح میں تین کتابیں زیادہ بلند پایہ ہیں۔ بخاری۔ مسلم و ترمذی
لیکن علمائے سیرت نگار نے دوسرے۔ تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتابوں
میں سے بھی احادیث اپنی اپنی تصنیف میں لی ہیں۔

یہ کچھ علمائے متأخرین ہی پر موقوف نہیں۔ حضرات متقدمین نے بھی ایسا ہی
کیا ہے مگر کتب تاریخ سے بھی سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے واقعات ایسے
کتب کئے گئے ہیں۔ علمائے متقدمین کے اسمائے گرامی کی مختصر فہرست ہم شروع کتا
ب میں درج کر چکے ہیں۔

ہم چاہتے تھے کہ مناسب مقامات پر یہ بھی بتا دیں کہ ان علمائے دین رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و مغازی پر کون کون سی کتابیں لکھیں
اور ساتھ ہی ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ ان مبارک ہستیوں کی مختصر سی حیات بھی گوش گزار
کر دیں۔ مگر کہا جاتا ہے عوام کی ذہنیت اس درجہ خراب ہو چکی ہے کہ انہیں ان باتوں
میں کچھ بھی حظ حاصل نہیں ہو سکتا۔

بہرحال ہم آئندہ کسی حصہ میں مناسب و مختلف مقامات پر ان
مقدس ہستیوں کی مبارک حیات پر ضرور روشنی ڈالیں گے۔ جو یقیناً ان مقامات کے لحاظ
سے خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

بہرکیف یہ متحقق ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے میں کبھی اس بات کا
خیال نہیں کیا گیا کہ صرف صحاح ستہ سے آپ کی مبارک سیرت لکھی جائے۔ بلکہ اس مقصد
کی تکمیل کے لئے دوسرے درجہ کی کتابیں بھی لے لی گئیں۔ اور کتب تاریخ بھی مدنظر رکھی
گئی ہیں۔ کیونکہ بعض کا یہ خیال کہ سیرۃ النبی صرف صحاح ستہ سے لکھی جائے کیونکر صحیح
ہوسکتا ہے۔ جبکہ اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیثیں بھی ضرور ان میں شامل ہیں۔
اور دوسرے یہ کہ دوسرے درجہ کی کتابوں کا اعتبار متقدمین اور متاخرین نے [illegible] اس امر کا
ثبوت ہے کہ سیرۃ النبی میں صحاح کے علاوہ دوسری کتابیں نقل ہوتی ہیں۔ ان کی
تصنیف زندگی اور ہونے کی حیثیت سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ لہذا ہم بھی ان کا تتبع
اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ البتہ موضوع، منکر، من گھڑت احادیث سے اجتناب
لازمی ہے۔

اب شاید آپ سمجھ گئے کہ سیرت اور صحاح میں کیا فرق ہے۔ جبکہ صحاح ستہ
وہ کتابیں ہیں جن میں ایک ضعیف حدیث کا بھی نشان نہیں ہے۔ اور جن کتابوں میں
یہ التزام نہیں ہے۔ ان میں صحاح اور دوسری کتابوں میں فرق ہے۔ اسی طرح سیرت
اور صحاح میں بھی فرق ہے یعنی صحاح میں ایک بھی ضعیف حدیث نہیں ہوتی۔ اور
سیرت میں ضعیف احادیث کے علاوہ معتبر کتب تاریخ سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ایسی
صورت میں صحاح اور سیرت میں بین فرق لازمی ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ سیرت میں
حضور کے اخلاق، عادات، طرز تمدن، طریق معاشرت اور غزوات بیان کئے
جاتے ہیں۔ لیکن احادیث میں ان کے علاوہ اور بہت چھوٹی چھوٹی تفصیلیں بیان ہوتی ہیں
مثلاً نماز کے مسائل، روزے کے مسائل، حج و زکوٰۃ کی تفصیلیں، آیات قرآنی کی
تفسیر، ازواج مطہرات کے ہاں نشست و برخاست کے اوقات وغیرہ اور بہت
سی چیزیں بیان ہوتی ہیں۔ اس سے سیرت نگاری اور تدوین احادیث دونوں الگ الگ فن

ضرورت ہے کہ سیرۃ النبیؐ میں صحیح و ضعیف ہر قسم کی احادیث زیبِ صفحات ہوتی ہیں۔
تو کسی کو ہمارے خیال میں یہ کہنے کا حق نہیں کہ صرف صحاح ستہ سے سیرۃ النبیؐ میں کام
لینا چاہئے۔ سچ یہ بھی ہے کہ جن حضرات نے اس قسم کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کو بھی ضعیف
احادیث اور تواریخ سے کام لینا ہی پڑا ہے۔

اس گزارش سے ہماری غرض یہ ہے کہ موضوع اور منکر احادیث تو سیرۃ النبیؐ
میں ہرگز درج نہیں کرنی چاہئیں۔ مگر ضعیف احادیث اور خصوصاً کتب تاریخ جن میں
صحیح و ضعیف ہر قسم کی احادیث ملتی ہیں۔ ان سے ضرور کام لینا چاہئے۔

لہٰذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور بڑے بڑے علماء کی مستند کتب سے بھی اس
سیرت میں کام لیا ہے جن کی فہرست پیش کی جا چکی ہے۔

ایک اور گذارش

یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے جس وقت
یہ مبارک کتاب لکھنی شروع کی تھی وہ وقت بھی بڑا مبارک
اور نہایت سعید وقت تھا صبح کی نماز کے بعد کا نورانی وقت تھا دوشنبہ کا مقدس دن
اور ماہ صفر المظفر کی ۱۲ تاریخ میں چاہتا تھا کہ ربیع الاول کے مبارک مہینہ میں
یہ مبارک کتاب ناظرین کرام کے ہاتھوں میں ہو لیکن اس قدر وقت میں اتنی ضخیم کتاب
لکھنا اور کئی دوسری کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا یہ دونوں کام یکجا ممکن نہ تھے پھر بھی
میں نے کوشش جاری رکھی گو رجب رمضان شوال ۱۳۵۳ھ میں یہ کتاب ختم نہ ہو سکی لیکن
یہ ضرور ہوا کہ میں نے ایک مہینہ ۲۰ دن کے قلیل عرصہ میں اس مبارک جلد کو ختم کر دیا
[illegible] تک کو یہ جلد ختم ہو گئی تھی اور اب سے کئی مہینہ قبل یہ کتاب مسلمانوں کے گھروں کا
[illegible] جاتی تو [illegible] سخت مصروفیتیں مجبوریاں پیش آ گئیں کہ میں ختم کرنے کے
بعد [illegible] کتابت طباعت نہ کر سکا اب [illegible] سب کچھ ہو [illegible]
[illegible] شوال ۱۳۵۳ھ کو بہزار مسرت و انبساط [illegible] مطبع بھیج رہا ہوں خدا کرے

یہ میری عمر بھر کی [illegible] ریاضت میں قبول ہو جائے اور مسلمانوں کے دلوں میں اپنا گھر بنا لے۔ آمین

تمہید: اب آئیے جام ہمارے دل میں شوق و ذوق عقیدت و محبت کی شراب طہور سے
لبریز کرتے ہوئے۔ آئیے اور آقائے نامدار اُن آقائے نامدار کی سیرت ملاحظہ فرمائیے
جس کا نور آفتاب کی طرح چمکا اور تمام دنیا کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کر دیا۔ بلکہ آفتاب
تو ایک حد پر پہنچنے کے بعد اپنی تابش و حرارت میں کم ہوتے ہوتے غروب ہو جاتا ہے۔
اور تمام رات دنیا والوں کی آنکھوں سے اوجھل ہی نہیں رہتا بلکہ انہیں فائدہ بھی نہیں
پہنچا سکتا۔ لیکن آفتاب رسالت کی شان اس سے کہیں رفیع و اعلیٰ ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ (سورہ والضحیٰ)
یعنی آپ کی ہر پچھلی گھڑی کا مرتبہ پہلی گھڑی کے مرتبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آپ کے
مزارِ مقدس میں تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ کے نور کا انعکاس دنیا میں
پھیلتا رہا۔ اور پھیلتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں
کچھ نہ کچھ اس شمعِ جمالِ محمدیؐ کے پروانے اور اس رخِ پرنور کے دیوانے نہ بستے ہوں
جس کا نور آفتاب و مہتاب سے کہیں افضل ہے اور جس کی شان میں سراجاً منیراً
(یعنی روشن چراغ) کا ارشاد ہوا ہے۔

تفسیر روح المعانی، تفسیر مدارک، تفسیر کبیر میں چراغ سے مراد آفتاب ہے
جیسا اس آیت سے ظاہر ہے وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ بے شک آپ کے نور کے
سامنے آفتاب و مہتاب ہیچ ہیں۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ اللہ نے تو حضرت کو آفتاب فرمایا ہے
پھر آپ کا نور اس سے افضل کس طرح ہوا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ انسان کی
سمجھ میں بغیر مثال کوئی بات نہیں آسکتی۔ بلکہ مقصود مثال سے
ہے کہ آپ کے نور کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ورنہ آپ کا نور اس سے زیادہ آفتاب
سے کہیں رفیع و اعلیٰ ہے اگر اس سے زیادہ روشن کوئی چیز ہوتی تو اس سے مثال بھی
حق تعالیٰ آنحضرتؐ کو اس سے مثال دیتا۔

نعت رسالت پناہی

پنہاں سب تھی تیری حکمت — وحدت سے عیاں ہوئی جو کثرت
کثرت نے کیے خلاف باہم — ہر قوم نے کی جدید ملت
معبود بنائے بت سے — بدعت ہوئی شرک شرک بدعت
محکوم تھا کوئی نفس بد کا — شیطان نے کی کسی کی ذلت
جب پھیل گیا جہاں میں عصیاں — بے پردہ ہوئی گناہ کی صورت
دنیا میں نبی وہ تو نے بھیجا — تھی رحمت عام جس کی بعثت
وہ فخر رسل وہ ہادی کل — وہ صاحب مصحف و شریعت

در دیدہ کشم غبار راہش
جان من و تو نثار راہش

پھر ملت حق نے پائی رونق — قَدْ جَاءَ رَسُوْلُنَا مَعَ الْحَقّ
ہر علم کو وہ ملا تھا جس سے — مصدر ہے جو نقش و مشق
تعلیم وہ دی کہ جس کے ہوتے — تعلیم زمانہ جہل مطلق
وہ بات بتائی دین کے باعث — بو زید پہ طعنہ زن بوبیق
ہمت کے قدم سے کر دیے طے — میدان بڑے بڑے لق و دق
انگلی سے ہوا قمر دوبارہ — کیا یک کہ سینہ ہو گیا شق
سیدھی وہ بتائی چال ہم کو — ہو جس سے وزیر پل کے بیدق

ہر کام کو نیک کر دیا تھا
اسلام کو ایک کر دیا تھا

پہلا باب

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتٰبٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید آ چکا ہے جو لوگ خدا کی مرضی کے تابع رہیں اللہ تعالیٰ ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے سلامتی کی راہ دکھاتا ہے اور اندھیروں سے نکال کر روشنی اور ہدایت کی راہ پر لاتا ہے۔)

تفسیر ابو سعود، فتح البیان اور تفسیر غرائب القرآن نیشا پوری میں مرقوم ہے کہ اس آیت مبارکہ میں نور سے مراد ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

فی الحقیقت یہی نور وہ نور ہے جس نے دنیا کی ایک ایک شے اور کائنات کا ہر ہر ذرہ روشن کر دیا۔ اسی نور کا انعکاس جب حبش میں پہنچا تو نجاشی جیسا زبردست فرمانروا بادشاہ نجاشیہ حکم کو دوش ہوش پر رکھ کر مثل غلامان کمترین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ ترین خادم بن گیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

اور جب آفتاب رسالت کی ضیا فارس میں پہنچی تو سلمان فارسی جیسے مُغ زادے کو کشاں کشاں دربار نبوت میں لے ہی آئی۔ اگرچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو بڑے بڑے دشوار گزار مراحل طے کرنے پڑے۔

بیان نقل کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری - ابوسفیانؓ بن حرب نے حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ ہرقل شہنشاہ روم کے بادشاہ نے ان کے پاس ایک شخص کو بھیجا۔ اس وقت قریش کے چند سوداگروں میں بیٹھے تھے اور وہ لوگ شام میں تجارتی حیثیت سے گئے تھے۔ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ اور دیگر کفار قریش سے ایک مدت تک عہد فرمایا تھا۔ بہرحال کہ وہ لوگ ہرقل کے سامنے پیش ہوئے اور یہ لوگ اس وقت بیت المقدس میں تھے جب یہ لوگ ہرقل کے دربار میں پہنچائے گئے۔ ہرقل کا دربار تمام سرداران روم سے آراستہ تھا۔ ہرقل نے قریش کو قریب بلایا اور اپنے مترجم کو طلب کر کے ان سے یوں گفتگو شروع کر دی۔ تم لوگوں میں سب سے زیادہ اس شخص کا قریب نسب کون ہے جس نے دعوے نبوت کیا ہے۔ ابوسفیان فرماتے تھے میں نے کہا میں ان سب سے زیادہ ان کا قریب نسب ہوں تو ہرقل نے کہا ابوسفیان کو مجھ سے زیادہ قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس کے پاس ٹھہراؤ اور ابوسفیانؓ کے پس پشت ٹھہرا کر دو پھر اپنے مترجم سے کہا تم ان لوگوں سے کہو میں ابوسفیان سے اس شخص کا حال پوچھتا ہوں جس نے دعوے نبوت کیا ہے۔ پھر اگر یہ غلط بیانی سے کام لے تو تم فوراً اس کی تکذیب کرنا۔ چنانچہ ان سب نے اطاعت کی۔ ابوسفیان فرماتے تھے واللہ کی قسم اگر مجھے اس کی غیرت نہ ہوتی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں آپ کی نسبت جھوٹ کہہ دیتا۔ غرض میرے اور ہرقل کے درمیان اس طرح سوال و جواب ہوئے۔

ہرقل۔ اس مدعی نبوت کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟

میں۔ وہ ہم سب میں بہت بڑے حسب و نسب والے ہیں۔

ہرقل۔ کیا تم میں ان سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعوی کیا ہے؟

میں۔ کبھی نہیں۔

ہرقل۔ کیا اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں۔ کوئی نہیں۔

ہرقل۔ دولت مندوں نے ان کی پیروی کی ہے یا مفلسوں نے؟

میں۔ مفلسوں اور کمزوروں نے۔

ہرقل۔ کیا اُن کے پیرو روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں؟

میں۔ اُن کے متبعین کی جماعت روز افزوں ترقی کرتی جا رہی ہے۔

ہرقل۔ کیا اُن پر ایمان لانے والوں میں کوئی اُن سے منحرف بھی ہو جاتا ہے؟

میں۔ نہیں۔

ہرقل۔ کیا وہ کبھی وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟

میں۔ ہرگز نہیں۔ مگر اب ہم ان کی صحبت میں ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مہلت کے زمانے میں کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے۔ وعدہ خلافی یا وعدہ وفائی۔ (ابو سفیانؓ فرماتے ہیں کہ سوائے اس بات کے میرا بس نہ چلا کہ میں کوئی اور کلمات آپ کے خلاف میں شامل کر دیتا)

ہرقل۔ کیا تم نے کبھی اُن سے جنگ کی ہے؟

میں۔ ہاں کی ہے۔

ہرقل۔ تو تمہارا مقابلہ ان سے کیسا رہا۔

میں۔ ہماری ان کی لڑائی ایک ڈول کی مانند رہتی ہے کبھی ہم ان سے لے لیتے ہیں۔ اور کبھی وہ ہم سے یعنی کبھی ہم فتحیاب ہو جاتے ہیں اور کبھی وہ۔

ہرقل۔ وہ تمہیں کن کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟

میں۔ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کرنے کا اس کے ساتھ اور اس کی عبادت میں کسی غیر کو شریک نہ کرنے کا اور وہ کہتے ہیں کہ وہ تمام شرک جو تمہارے آباؤ اجداد کرتے تھے۔

چھوڑ دو۔ اور وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیزگار رہنے اور صلہ رحمی کرنے کا
حکم دیتے ہیں۔ جب ترجمان کی وساطت سے ان سوالات کے جواب ہرقل کو مل گئے
تو اُس نے پھر ترجمان کی معرفت ابوسفیان سے ذیل کی گفتگو شروع کر دی یعنی جو سوالات
ابوسفیان سے کئے تھے اُن کے متعلق نتیجے کا اظہار اس طرح کیا۔

ہرقل (۱) تم بیان کرتے ہو کہ وہ تم سب میں عالی نسب ہیں تو تمام پیغمبر اسی طرح اپنی قوم
میں عالی نسب مبعوث ہوتے رہے۔

(۲) جب میرے پوچھنے پر تم نے کہا کہ ان کے سوا تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ
نہیں کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا تھا کہ اگر یہ لوگ دعویٰ کر چکے ہوں تو میں سمجھوں گا کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص ہیں جو اُس بات کی تصدیق کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہی جا چکی ہے

(۳) جب میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا اور تم
نے کہا نہیں۔ ورنہ میں نے دل میں سوچا تھا کہ اگر ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا
ہوگا تو میں کہوں گا وہ ایسے شخص ہیں جو اس طریقے سے اپنے باپ کا ملک حاصل کرنا
چاہتے ہیں۔

(۴) اور جب میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ دعوے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ
بولتے تھے تو تم نے کہا نہیں۔ اب میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا
جو بندوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ باندھے۔

(۵) اور میں نے جب یہ سوال کیا کہ بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا
کمزوروں نے تو تم نے کہا کہ کمزوروں نے۔ درحقیقت ہمہ پیغمبروں کے پیرو
ابتدا میں ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔

(۶) اور جب میں نے پوچھا کہ ان کے تابعدار روز بروز زیادہ ہو رہے ہیں
یا کم تو تم نے کہا کہ کم ہرگز نہیں ہوتے بلکہ ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے

سرورِ عالم صلعم کا نامۂ مبارک بنام قیصرِ روم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور بڑا رحم والا ہے۔
اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بادشاہ روم کی جانب۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کا پیرو ہو۔ اس کے بعد معلوم ہو کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ گے تو سلامت رہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا ثواب دیگا۔ (یعنی مسیح علیہ السلام پر اور مجھ پر ایمان لانے کا)۔ اور اگر میری دعوت سے منہ موڑو گے تو بے شک تم پر تمہاری رعایا کے ایمان نہ لانے کا بھی گناہ ہوگا۔ اور اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ یعنی یہ کہ ہم تم سب اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور نہ ہم میں کوئی کسی کو سوائے خدا کے پروردگار بنائے) خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اہل کتاب اس سے انحراف کریں تو تم کہہ دو کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم خدا کی اطاعت کرنے والے ہیں"

ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ جب ہرقل جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا اور حضورؐ کا مبارک نامہ سن چکا تو اس کے دربار میں ایک شور بلند ہوا اور آوازیں بلند ہو جانے کے ساتھ ہی ہم لوگ وہاں سے نکال دیئے گئے۔ جب ہم لوگ کھلی فضا میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو ابوکبشہ کے بیٹے محمد رسول اللہ صلعم کا کام کیسا بڑھ گیا ہے کہ ان سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ خوف رکھتا ہے۔ لہٰذا میں ہمیشہ اس کا متیقن رہا کہ وہ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل فرما دیا۔

ابن ناطور ایلیا کا حاکم اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا بادشاہ تھا۔ اس

واقعہ کے بعد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر تھا اس کی یہ پریشانی دیکھ کر چند خاص مصاحبوں نے کہا۔ اس وقت آپ نہایت رنجیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ ابن ناطور کا قول ہے کہ ہرقل ایک بہت بڑا کاہن تھا۔ علم نجوم میں بھی ماہر تھا۔

ہرقل: میں نے شب گذشتہ جب نجوم دیکھی تو معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ سب پر غالب ہوگیا۔ لہذا دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں ختنہ کون کراتا ہے؟

مصاحبین: یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ مگر یہود کی طرف سے آپ اندیشہ نہ کریں۔ اپنی قلمرو میں لکھ بھیجیں کہ جتنے یہود وہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ وہ لوگ ابھی یہ تدبیر کر رہے تھے کہ ہرقل کے پاس ایک شخص لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر بیان کرتا تھا۔ جب ہرقل نے اس سے آپ کے متعلق حالات سنے تو لوگوں سے کہا دیکھو یہ ختنے کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ جب یہ معلوم ہو کہ یہ ختنہ شدہ ہے تو اس سے پوچھا۔

ہرقل: کیا عرب میں ختنہ کرنے کا رواج ہے؟

شخص: ہاں تمام عرب ختنہ کراتا ہے۔

ہرقل: بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس زمانہ کے بادشاہ ظاہر ہو گئے۔

پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو رومیہ میں یہ سب حال لکھ بھیجا جو علم نجوم میں اس کا ہمپایہ تھا۔

اس کے بعد ہرقل حمص کی جانب روانہ ہو گیا۔ حمص ہی میں اس کے دوست کا خط اس کے جواب میں آ گیا۔ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق ہرقل کا بالکل ہمخیال تھا۔ اور یہی اس نے بھی لکھا تھا کہ وہ نبی ہیں۔

دوسرے دن ہرقل نے اپنے تمام سرداروں کو محل شاہی میں جمع کیا اور حکم دیا

بہرکیف قارئین کرام پر روشن ہو گیا ہوگا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا انعکاس کہاں تک پہنچا۔ اور کس طرح ہرقل کو شمع جمال محمدی کا پروانہ بنا لیا تھا۔ اگر اس پر خوف جان غالب نہ ہو جاتا تو وہ ضرور حضور محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل کر لیتا۔ بہر صورت اطراف و جوانب سے لوگ شوق کے قدموں سے چل کر بصد عقیدت و محبت سردار دو جہان فخر دو عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور صحابہ کے شاندار خلعت سے ممتاز ہو گئے جن کی شان میں ارشاد نبوی ہے جس نے ان سے محبت کی گویا مجھ سے محبت کی اور خدا سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی گویا مجھ سے دشمنی کی اور خدا سے دشمنی کی۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ بارگاہ رسالت میں پہنچنے والوں کو کتنا جلیل القدر مرتبہ مرحمت ہوا۔ (صحابہ کرام کے بیشمار فضائل ہیں جو ہم انشاء اللہ کسی مناسب موقعہ پر عرض کریں گے)

اس وقت تو ہمیں دکھانا ہے کہ آقائے نامدار کے نور کی شعاعوں نے کس طرح پہنچ کر انجام کار فارس و روم وغیرہ بلاد کو اپنے زیرنگین بنا لیا۔ کیوں نہ ہو یہ خود وہ نور ہے جس کے متعلق مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ کا ارشاد ہوا ہے۔ بیشک یہ نور اللہ تعالیٰ ہی کے نور سے ہے۔

اس تمہید کے بعد ملاحظہ فرمائیے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے کب اور کس وقت پیدا فرمایا۔

مواہب لدنیہ زرقانی شرح مواہب تاریخ خمیس تاریخ انس الجلیل عن جابر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (جابر کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔)

اس وقت جب زمین۔ آسمان۔ انسان۔ حیوان۔ جنات۔ فرشتے۔ حورعین

نہ آسمان نہ عرش۔ کرسی۔ لوح قلم جنت اور دوزخ وغیرہ میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ بس
اس وقت جب ذات باری کے سوا ذات یا روحانیت سے متعلق کسی شے کا بھی وجود نہ
تھا۔ وہی ہوتی۔ اور معرفت اُس کا نہ ہوتی۔ جب حق تبارک و تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نور
پاک سے نور کی طرف متوجہ ہو کر جس کی وسعت لامتناہی ہے اور جس کا اندازہ ذات
باری کے سوا اور کوئی نہیں لگا سکتا۔ اپنی نور کے ایک کرشمہ سے ارشاد ہوا۔
[illegible] کُنْ مَوْجُوْدًا مُحَمَّدًا۔ اے نور تو محمد ہو جا

کرسی و عرش و لوح و قلم ہادی و قطب — جو او آدم و ملک و انجم و کواکب
فردوس و کوثر و حرم و موقف حجاب — ہندوستان و آتش و خاک و ہوا و آب

ان سب سے پہلے خلق ہوا مصطفیٰ کا نور
ہر وقت فرماں تھے رسول خدا کا نور
جب نور تو ایک ہی دل شاعر نے کہا ہے
آسمان تھا نہ زمیں تھی نہ زمانہ جہاں
ہم حبیب خدا تب بھی کا تھا تیرا

جامع عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر
بن عبد اللہ انصاری نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض
کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے
کونسی شے پیدا فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر! سب سے
پہلے خدا نے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور جہاں خدا کو
منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اور اس وقت لوح تھی نہ قلم نہ بہشت تھی نہ دوزخ۔ فرشتے تھے نہ
آسمان تھا نہ زمین سورج تھا نہ چاند جن اور نہ انسان کچھ بھی نہ تھا جب تیرے نبی کا نور
تمام کی حمد بجا لاتا تھا۔

اور رہتے باغبان یکے بعد دیگرے بھیجتا ہے جن کے آتے ہی باغ کا وہی پہلا دور شروع ہو جاتا ہے
اور ایک عرصہ تک پوری بہار و کیفیت کے ساتھ رہتا ہے۔ وہی گلوں کا سر
بستوں کا گل کے پہلو میں بیٹھ کر چہچہانا۔ پتوں کا مسرت بھرے جوش سے تالیاں
بجانا۔ اس بہار افزا عہد میں طیور کی زبان پر اس مفہوم کے شعر جاری ہو جاتے
ہوں تو درست ہے

پھر چلے سوئے گلستان بادۂ شمیم بہار — یہ سنا ہے پھر آیا ہے موسم بہار
دشت و گلشن برگ گل میں ہے تازگی — کس قدر معجز نما ہوتی ہے یہ موسم بہار
آئیگا کس کام پھر گلزار میں بار گل — جب یوں پھر بکھرے گو تقسیم خار بہار

وہی عنبر افشاں نسیم، وہی گلوں کی عطریت، وہی درختوں کا نکھار۔ اور تمام باغ پر
وہی بہار آ جاتی ہے۔ گل اندام نکہت اسی طرح آب شبنم سے گلوں کا منہ دھلاتی ہے۔
باغ کے ہر گوشے۔ ہر ذرہ اور ہر پتے کی زبان پر صدائے مبارکباد بلند ہو جاتی ہے
تو صحیح۔ تاہم باغبان کے بوئے گل کی طرح باغ سے رخصت ہوتے ہی وہی دور خزاں
وہی زہر یا دو گل و بلبل پر بجلی گرا دینے والا موسم آ جاتا ہے۔ وہی نسیم جس کے نام کے ساتھ
نزاکت لطافت اور لطافت قدرت نے اُسے ودیعت کر دی ہر بار وہی نسیم باد سموم بن
جاتی ہے۔ اور وہی نکہت جس میں سرور مسرت۔ ہمیشہ طراوت وغیرہ کی لہریں
موجزن رہا کرتی تھیں۔ اب وہی نکہت باد صرصر سے بھی زیادہ باغ کی دشمن ہو جاتی ہے
حاصل کلام جب بادشاہ نے سو برس کے قریب باغبان بھیجے اور ان سے
بادشاہ کے خاص مقصد کی پوری تکمیل نہ ہو سکی یعنی باغبان کے رخصت ہوتے ہی
خزاں کا دور دورہ ہو گیا۔ اور کسی کے ہوش بجا نہ رہے۔ نہ وہ پھولوں کی خوشبو سے
مشام جان معطر رکھ سکتا۔ تو بادشاہ نے ایک ایسا باغبان جو سب دنیا بھر سے پیارا اور
زمانے بھر سے عزیز تھا باغ میں بھیجا۔ اس محترم باغبان کا قدم باغ میں آنا تھا کہ تمام

بدجانور درختوں سے اڑ کر سجدے میں گر پڑے۔ آناً فاناً باغ میں ایسی بہار آگئی جیسی اس سے پہلے
کبھی نہیں آئی یا دیکھی گئی تھی۔ ہر شجر مسرت بھرے جوش سے جھومنے لگا۔ ہر برگ و بار گویا زبان سے
سلام کرنے لگا۔ پھولوں میں ایسی غیر فانی شادابی و نزہت کی لہریں موجزن ہوگئیں کہ خود
ان کے اپنے دماغ بھی معطر و معنبر ہوگئے۔ نوجوان چمن تر و تازہ باغبان کے گرد پھرنے لگے۔ بلبلیں
نغمہ سرائی کرنے لگیں اور اس باغبان پر ہزار ہا نثار ہوئیں۔ عندلیبان خوشنوا نے خوش الحانی چھوڑ
کر اس باغبان کے مصحفِ رخ کی بلائیں لینے لگے۔ نسیم عنبر افشاں نے اپنی تمام مسرت، ساری
عطریت باغبان کے قدوم میمنت لزوم پر نثار کر دی۔ اس باغبان نے باغ میں قدم رکھتے ہی
سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پھولوں کا عرق کشید کرایا اور اس سے ان کا جوہر (عطر) کھینچ کر محفوظ
کر لیا۔ اور اس طرح پھولوں کی خوشبو کو خزاں کے زہریلے جھونکوں سے محفوظ کر لیا تو بادشاہ
نے باغبان کا یہ عظیم ترین کارنامہ دیکھ کر اسے شاندار انعام و گراں بہا خلعت سے ممتاز فرمایا۔

تطابق۔ بادشاہوں کے بادشاہ و شہنشاہوں کے شہنشاہ حق تبارک و تعالیٰ
شانہٗ نے گلشنِ اسلام کی نگہداشت کے لئے آدم سے عیسیٰ علیہم السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار
انبیائے کرام باغبان بنا کر بھیجے۔ مگر ہوا یہ کہ جب تک وہ محترم اور مقدس ہستیاں دنیا میں رہیں
اس وقت تک اسلام کی زور شور سے اشاعت و تبلیغ ہوتی رہی اور خیابانِ دین کے پھول
کی خوشبو نے کچھ دنوں کے لئے باغ مہکا دیے۔ مگر جب وہ انبیائے کرام دنیا سے تشریف لے گئے
تو پھر کچھ عرصہ کے بعد وہی کفر کی باد سموم چلنے لگی۔ اور اسی طرح سارے عالم کو کفر کی ظلمت
نے گھیر لیا۔ اور گلشنِ اسلام کے پھولوں کا قدردان کوئی نہ رہا۔ جب یہ صورت ہوئی تو حق تبارک
و تعالیٰ نے ذات سید المرسلین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین آخرین نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو باغبان بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے تشریف لا کر کفر کی ظلمت دور کی۔ اور آپ کے
نور کی شعاعیں تمام دنیا پر چھا گئیں۔ ان کا فیض اب تک جاری ہے اور قیامت تک
جاری رہے گا۔

گلشنِ اسلام پر بہار آئی۔ ایسی بہار جو حقیقی معنوں میں قیامت تک خزاں کی صورت میں
تبدیل نہ ہوگی ؎

جب عرب کے چمن سے وہ نورِ خدا ہر طرف اپنا جلوہ دکھانے لگا
کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر منہ پہاڑوں میں شیطان چھپانے لگا
بدلیاں رحمتوں کی گرجنے لگیں۔ نوبتیں شادمانی کی بجنے لگیں
ہر طرف دین کی نوبتیں بجنے لگیں پرچم اسلام کا جگمگانے لگا

دنیا کا ایک ایک ذرہ آپ کی نورانی شعاعوں کے انعکاس سے چمک اٹھا۔ گلشنِ
رسالت کی خوشبو چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ آپ نے اس خوشبو کے باقی رکھنے کا یہ انتظام
فرمایا کہ اصحاب کبار کو حکم دیا تم مجھ سے جو کچھ سنو اسے محفوظ کر لو۔ خدا کے کلام قرآن مجید کو
ضبطِ تحریر میں لے آؤ اور سینوں میں محفوظ رکھو جیسا کہ صحیح ہے کہ آپ نے ابتدا میں احادیث کے
لکھنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ تاہم آپ نے یہ ضرور حکم دیا تھا کہ
لوگ مجھ سے جو کچھ سنیں اسے اچھی طرح یاد رکھیں چونکہ عرب کا حافظہ ضرب المثل ہے اس لئے
اطمینان تھا کہ احادیثِ نبوی غیر محفوظ نہ رہیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی۔ تاہم حضور کے یہ ارشاد
کہ آپ کی احادیث زیبِ قرطاس نہ ہوں بلکہ صفحۂ دل پر منقش کر لی جائیں غالباً اس لئے
تھا کہ آپ کو اس سے تخصیص قرآن مقصود تھی یعنی اشارۃً آپ کا یہ فرمانا تھا کہ قرآن کے
برابر حدیث کو نہ تصور کیا جائے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ ایسا حکم دیتے۔ تاہم بعض صحابہ کے
خود زمانہ نبوت میں آپ سے جب عرض کیا گیا کیا ہم آپ کی احادیث نقل کریں تو آپ نے
انہیں اجازت دیدی۔ جیسا صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس
ایک بیاض تھی جس میں وہ آنحضرت صلعم سے جو حدیث سنتے فوراً نقل کر لیتے ان کی یہ کیفیت
دیکھ کر صحابہ نے ان سے کہا اے ابن عمرؓ تم غضب کرتے ہو کہ آنحضرت صلعم کا ہر ارشاد
زیبِ قرطاس کر لیتے ہو۔ حالانکہ آپ کبھی تو خوش ہوتے ہیں اور کبھی غصے میں۔ یہ سنکر ابن عمرؓ

نے آپ کی احادیث نقل کرنی چھوڑ دیں - اور ایک دن آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ لوگ مجھے آپ کی احادیث لکھنے سے اس لئے منع کرتے ہیں (جیسا اوپر مذکور ہے) تو آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ تم لکھو اس منہ سے جو کچھ بھی نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ فرمان ابتدائے اسلام کے زمانہ کا تھا۔ اور دوسرے یہ بھی خیال تھا کہ کہیں یہود کی طرح مسلمان احادیث کو قرآن کا جزو نہ بنا لیں۔ جیسا حضرت عمرؓ کے ایک قول سے ثابت ہوتا ہے۔

دیباچہ صحیح بخاری

اخرج الهروی فی ذم الکلام من طریق الزهری قال اخبرنی عروة بن الزبیر ان عمر بن الخطاب اراد ان یکتب السنن واستشار فیها اصحاب رسول الله فاشار علیه عامتهم بذلک فلبث عمر شهرا یستخیر الله فی ذلک شاکا فیه ثم اصبح یوما وقد عزم الله له فقال انی کنت ذکرت لکم من کتاب السنن ما قد علمتم ثم تذکرت فاذا اناس من اهل الکتاب من قبلکم قد کتبوا مع کتاب الله کتبا فاکبوا علیها وترکوا کتاب الله وانی والله لا البس کتاب الله بشیء فترک عمر کتاب السنن (تنویر الحوالک)

ہروی نے علم کلام کی مذمت میں زہری سے روایت کی ہے انہوں نے عروہ بن زبیر سے خبر دی کہ انہوں نے کہا عمرؓ ابن خطاب نے احادیث کی کتابت کا ارادہ کیا اور رسول اللہ صلعم کے اصحاب سے مشورہ کیا تو سبھی نے انہیں یہ مشورہ اثبات میں دے دیا۔ مگر وہ ایک ماہ تک اس امر میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ فرماتے رہے کیونکہ ان کو اس بات میں شک تھا یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دیا اور انہیں یکسوئی عنایت فرما دی جس پر انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں نے احادیث لکھنے کا ذکر کیا تھا جیسا کہ تم کو علم ہے مگر اب مجھے خیال ہوا کہ تم سے پہلے اہل کتاب نے کچھ کتابیں کتاب اللہ کے ساتھ لکھیں تھیں اور پھر وہ انہیں پر جھک پڑے۔ اور اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ اور بخدا میں کتاب اللہ

کے ساتھ کسی چیز کو مخلوط نہ کروں گا پس لوگوں نے حدیث کی کتابت کے خیال کو چھوڑ دیا۔

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ احادیث کی کتابت میں جس خیال نے رکاوٹ پیدا کی وہ یہی تھا کہ کہیں اہل کتاب کی طرح مسلمان احادیث کو جزو قرآن نہ بنا لیں۔ تاہم خود زمانہ نبوت میں آپ نے ابن عمرؓ کو اجازت دیدی تھی جس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اور فرمانروایان ممالک کے نام جو فرامین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمائے تھے۔ ان کی نقول بھی محفوظ رہیں ان کے علاوہ حضرت علی نے بھی قصاص کے چند احکام لکھ کر اپنی تلوار کے میان میں رکھ لئے تھے متعدد احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بعض صحابہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زمانہ میں قلمبند کر لیا کرتے تھے (صحیح بخاری باب علم)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث محفوظ نہیں البتہ ابن عمرؓ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا۔

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تقیید العلم میں لکھا ہے کہ جس بیاض میں ابن عمرؓ حدیث نبوی تحریر کیا کرتے تھے اُس کا نام صادقہ تھا۔

ایک مرتبہ حضور نے یہ فرمایا کہ اب تک جتنے لوگ نعمت اسلام سے مشرف اور دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے ہیں اُن سب کے نام قلمبند کرلئے جائیں۔ چنانچہ پندرہ سو صحابہ کے نام دفتر میں درج کئے گئے۔

خطیب بغدادی نے تقیید العلم میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب لوگ انس رضی اللہ عنہ کے پاس کثرت سے احادیث سننے جمع ہو جایا کرتے تھے تو وہ کچھ اوراق لے آتے تھے کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر قلمبند کر لی ہیں۔

ان کے علاوہ بعض قبائل کو جو آپ نے صدقات و زکوٰۃ کے احکام بھیجے وہ بھی تحریری تھے اور وہ کتب احادیث میں بعینہٖ منقول ہیں۔

صحیح بخاری | فتح مکہ کے دن جب ایک خزاعی نے حرم محترم میں ایک شخص کو قتل کر دیا

تھے۔ اور احادیث کے متعلق بھی اگرچہ ابتدائے اسلام میں نہیں مگر فوت سے کچھ پہلے آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت علیؓ اور جناب انسؓ کو اجازت دیدی کہ وہ حدیثیں لکھ لیا کریں جیسا ہم عرض کر چکے ہیں۔

اشارہ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر خلفائے اسلام احادیث کی تدوین کا حکم نہ دیتے تو بعد کے مسلمانوں کو مشکل پڑ جاتی۔ اور مسائل کے استنباط وغیرہ میں دقت ہوتی تاہم یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ صحیح سے صحیح حدیث بھی قرآن کریم کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ہاں اور تمام لوگوں کے اقوال حدیث سے کمتر ہیں یعنی کتاب اللہ کے برابر کسی کا مرتبہ نہیں لیکن کتاب اللہ کے بعد بخاری شریف اور تمام کتب صحاح درجہ بدرجہ جہان بھر کی کتابوں سے افضل ہیں۔

بہرکیف جب گلشن اسلام کے پھولوں کو عطر آقائے کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخشے ہیں۔ جس سے مراد قرآن و حدیث ہے۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ آج اگرچہ ہمارے سرپرست ہمارے آقائے نامدار ہمارے بادشاہ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں تاہم قرآن کریم اور آپ کے ارشادات اب بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے کفر کی عفونت کے دفعیہ میں گلشن اسلام کے پھولوں کا یہ عطر ایک عالم کو مہکا رہا ہے اور انشاء اللہ مہکتا ہی رہیگا۔

بہرکیف جبکہ انبیاء اس مقصد کی تکمیل نہ کر سکے اس لئے آپ کی بعثت اہم ہے اور دنیا کے لئے رحمت ہیں

حاصل کلام علام الغیوب کو یہ علم تھا کہ تکمیل دین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہونی ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔

روایات مواہب لدنیہ ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء فغشیہم من نورہ ما انطقہم اللہ بہ فقالوا یا ربنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالیٰ هذا نور محمد ان آمنتم بہ جعلتکم انبیاء

وکوانتنیہ فذلک قولہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ۔

جب اللہ تعالیٰ نور محمدی پیدا فرما چکا تو ارشاد ہوا۔ اے نور انبیاء
کے نور پر نظر کرو جب آپ کے نور نے انبیاء کے نور پر نظر کی تو آپ کے نور نے سب کے نور
کو ماند کردیا۔ انبیاء نے حیران ہوکر درگاہ احدیت میں عرض کیا۔ یا الٰہی یہ کس کا نور ہے ارشاد
ہوا کہ یہ نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اگر اس نور پر ایمان لاؤگے تو ہم تمہیں بھی
نبوت عنایت کریں گے۔ سارے انبیاء آپ پر ایمان لائے جیسا کہ آیت واذ اخذ اللہ
میثاق النبیین الآیۃ۔ میں اس کا ذکر ہے یعنی جب خدا نے ازل میں انبیاء سے عہد و
پیمان لیا۔ اس عہد سے یہی عہد مراد ہے)

سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے ابو جعفر محمد بن علی
ابن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کس طرح
حاصل ہوا حالانکہ آپ کی بعثت سب کے آخر میں ہوئی۔ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جب
اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو عہد میثاق میں نکالا اور ان سب سے
یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب سے پہلے جواب میں بلیٰ کہنے والے
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء
پر تفوق ہے۔ گو آپ کا ظہور سب کے بعد ہو۔

احکام ابن القطان

ابن مرزوق نے کہا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے وہ اپنے والد امام حسین اور وہ اپنے پدر
بزرگوار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں آدم
کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس قبل اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

ناظرین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مدارج کس قدر بلند تھے
کہ انہیں صحیح طور پر سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا۔

ان روایات سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ حق تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت مرحمت فرمائی۔

احسن المواعظ صفحہ ۲

نکتہ ازل میں انبیاء کرام نے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دی۔ تو خدا نے انہیں خلعتِ نبوت سے ممتاز فرمایا۔

قیامت کے دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء کی صداقت اور ان کا پیغام نبوت پہنچانے پر گواہ ہونگے تو تمام انبیاء قیامت کے حساب سے خلاصی حاصل کریں گے۔ جیسا قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

سورۃ النساء رکوع ۶۔ (جب لائیں گے ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ اور لائیں گے تمہیں اے نبی ان سب گواہوں پر گواہ)۔ جلی وذلک بان تشہد الانبیاء انحضرت کو آپ گواہی دیں گے سارے انبیاء کی صداقت کی اور فرمائیں گے کہ بیشک ان پیغمبروں نے اپنی امت کو پیغام رسالت ونبوت پہنچایا۔ شہادت کے بدلے شہادت ادا ہوئی۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ (نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ ازل میں چونکہ دنیا میں آکر سارے انبیاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی تو انبیاء کا بھلا ہوا کہ نبوت ورسالت ملی اور قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی صداقت کی شہادت دی۔ تو انبیاء کا بھلا ہوا کہ احکم الحاکمین کی عدالت سے مقدمہ لے لیا۔ ہر ایک نبی کی امت مقدمہ ہار گئی۔ اور تمام انبیاء آپ کی شہادت سے مقدمہ جیت گئے۔

ان جملہ اخبار سے ثابت ہوا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیاء اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ نیز یہ بھی کہ آپ کا نور حق تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا۔ اور تمام اشیاء آپ ہی کی وجہ سے بنائی گئیں اور مخلوقات پیدا کی گئیں۔ نیز آپ کی نبوت سب سے مقدم اور انبیاء کی نبوت کے زمانہ میں آپ نے ان سب چیزوں کی تکمیل حسب مراتب ان کی صلاحیت کی

وہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں ہی سے انجام کو پہنچی یعنی آج بھی اسلام کے اس خطرناک زمانہ میں مخالفت دشمنوں کو دیکھتے ہوئے بھی دنیا میں چالیس کروڑ سے زیادہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والے اور آپ کے مبارک نام پر اپنی جان قربان کر دینے والے موجود ہیں۔ تاریخ انبیاء میں ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ تیرہ سو برس تک جب کسی نبی کی وفات یا شہادت کے سو برس بعد تک بھی اس طرح کی پوری شان باقی رہی ہو۔ یا دنیا کے اس کے پیروؤں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا رہا ہو۔ بلکہ یورپ کے روشن دماغوں نے تو اب یہ فیصلہ ہی نہیں اس پر عمل شروع کر دیا ہے کہ مذہب بالائے طاق رکھ دیا جائے کیونکہ اس سے بہت سے فتنوں کا احتمال ہے۔

جیسے خدا کے ساتھ معاذ اللہ مسیح اور روح قدس کو شریک کیا اور اس پر بھی اب نہ بس تو آج سرے سے مذہب ہی کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ اب مذہب صرف قانون کا نام رہ گیا ہے اسی طرح تمام مذاہب کے پیروؤں نے اپنے اپنے مذہب کا ستیاناس کر دیا۔ مگر بحمد اللہ کہ مسلمان اسی طرح اس موقع سے بچ گئے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے اختلافات واقع ہو گئے ہیں۔ تاہم ذرا غور سے کام لیا جائے تو مسلمانوں اور غیر مذاہب کے اختلافات میں بین فرق معلوم ہو جائیگا۔

مسلمانوں کے بعض اختلافات تو رشد و ہدی کے موافق امت کے لئے رحمت ہیں۔ جیسے حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ اور ان کے علاوہ جو اختلافات ہیں مثلاً رافضی۔ خارجی۔ معتزلی۔ وہابی۔ غیر مقلد۔ اہل قرآن۔ احمدی۔ وغیرہ سب میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ایک نے بھی اصول اسلامی سے اختلاف کیا ہو۔ کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج قبلہ رخ۔ ان کی اصولوں میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اللہ۔ فرشتوں۔ کتابوں۔ نبیوں۔ اور قیامت پر ایمان لانا۔ اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہی اصل اسلام ہے باقی جزئی اصول کے اختلافات تو وہ بے بنیاد نہیں کیونکہ ہر امام نے احادیث

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مسائل استنباط کئے ہیں یا یہ ممکن ہے کہ بعض نے بنی انسانی
منفعی کے تحت آزادی حکایات نبوی یا احادیث صحیحہ پر ضعیف حدیثوں کو فضیلت
دیدی ہو۔

ان کے علاوہ جملہ اختلافات فروعی ہیں۔ کوئی ایک مسلمان بھی اب شرک جان
بوجھ کر نہیں کرتا جیسا مشرکین کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان کسی قبر والے کو خدا نہیں سمجھتا۔ بلکہ
بعض نفس پرست علماء کی غلط رہنمائی سے وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ قبر والے بزرگ اسکی درخواست
خدا تک پہنچا کر اُس کی سفارش کر دیں گے یہ صرف علماء سوء کی دنیا طلبی اور جاہ پرستی وغیرہ
کی وجہ ہے پھر بھی کوئی مسلمان خدا یا خدا کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا۔

بہرکیف ہمارا یہ خیال بالکل بجا ہے کہ آج تیرہ سو برس کے بعد بھی گلشن اسلام
کے پھولوں کی مہک لوگوں کے مشام جان معطر کر رہی ہے۔ اور اب بھی اسلام میں روز
بروز نئے مسلمانوں کا بصد شوق و ذوق اضافہ ہو رہا ہے جن میں لارڈ ہیڈلے مصطفےٰ لیون۔
جناب ہاشم صاحبان وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اللہ اللہ! آفتاب رسالت زیر زمین چھپ جانے کے بعد بھی اپنی ضیاء پاشیوں
سے آج تک سارے عالم کو منور کر رہا ہے اور قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح منور
کرتا رہے گا۔ یہ اسی آفتاب کی شعاعوں کے انعکاس کا فیض ہے کہ یورپ کے بڑے
بڑے ممالک میں بھی اسلام کے نام لیوا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے
والے موجود ہیں مساجد بھی تعمیر ہوئیں اور تعمیر ہو رہی ہیں۔

دنیا گواہ اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے سے قبل دنیا کفر و شرک کی
کس قدر گہری ظلمت میں پڑی ہوئی تھی خدائے واحد کا نام لینے والا اور اسی کے سامنے
سر نیاز جھکانے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا تھا ہر طرف گمراہی ہی گمراہی تھی صرف
اتنا ہی کافی ہے کہ آج تک نامور یورپ کے اکثر مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اُن کو تعلیم دیتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے تو یہ کھلی گمراہی میں تھے۔)

اس سے دنیا کی تاریکی اور خصوصاً عرب کی جہالت کی طرف اشارہ ہے جو ہمارے اس بیان کی تصدیق ہے کہ آپ کی بعثت سے پہلے تمام دنیا گمراہی میں پڑی ہوئی تھی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اللہ کا شکر ہے کہ ہم ایسے نبی کی امت بنائے گئے جو سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین سید الاولین و الآخرین سرتاج انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی ترین خلعت سے ممتاز ہیں ؎

مقام وجد ہے اے دل کہ بزم ناز میں آئے　　بڑی سرکار میں پہنچے بڑے دربار میں آئے
یہاں فیض نبی سے دولت دارین بٹتی ہے　　تونگر جس کو ہونا ہے وہ اس بازار میں آئے
خدا سے کوئی پوچھے شاہ دیں کی شان رفعت کو　　بنا عرش پر کیا کیا مزے دیدار میں آئے

بہر کیف جب آپ نامدار کے نور نے تمام انبیائے کرام کے نور کو دیکھا تو آپ کا نور سب پر غالب آگیا۔ کیوں نہ غالب آجاتا یہی نور تو وہ نور ہے جو قیامت تک کے لئے دنیا کی ظلمت میں آفتاب توحید چمکانے والا ہے۔ اب اسی نور پر تو جناب باری کے کام کی تکمیل موقوف تھی۔ اسی لئے اس نور کو تمام انبیا پر تفوق نصیب ہو گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

اشارہ آپ کا نور سب انبیا کے نور پر غالب آگیا۔ یہ اشارہ ہے کہ رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا کے سردار ہیں جب اللہ تعالیٰ نور محمدی پیدا فرما چکا تو وہ نور ہزارہا سال تک حمد باری بجا لاتا رہا تب حق تعالیٰ نے اس نور کی طرف رحمت کی نظر سے یعنی اللہ کے نور کا فیض یوں خطاب فرمایا ؎

اے بندے حق کہ حبیب خدا ہے تو　　خیر البشر ہے اشرف ہر انبیا ہے تو
مشہود ہے تو کریم ہے تو پیشوا ہے تو　　ہادی ہے تو رسول ہے تو رہنما ہے تو
ہم نے تجھے دیا ہے نبوت کا مرتبہ　　سب سے بلند ہے تری امت کا مرتبہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورۃ آل عمران پارہ ۴ رکوع ۲) (تم لوگوں میں بہترین امت ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو)

قربان ایک دفعہ نہیں لاکھ دفعہ، اس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر جس کی بدولت ادنیٰ غلاموں کو بھی اتنا بڑا مرتبہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری امتوں سے اس امت کو بہترین امت فرمایا۔

نثار اس خدائے برتر کی قدرت پر لاکھوں بار نثار جس نے ہم جیسے ذلیلوں کو بادشاہ جلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔

نور محمدی جب تک خدا کو منظور تھا جہاں اس نے پایا پھر آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ فروز ہو کر یکے بعد دیگرے نبی اللہ خلیل اللہ اور ذبیح اللہ علیہم السلام کی مبارک پیشانیوں میں منتقل ہوتا ہوا رفتہ رفتہ حضرت عبد المطلب اور پھر حضرت عبد اللہ میں منتقل ہوا جس کے بعد جہان کی تمام ظلمت کو نور سے بدل دینے والا گمراہوں کو راہ راست پر لانے والا اور چہار دانگ عالم میں صداقت کا ڈنکا بجانے والا نور ظاہر ہو گیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان بعض مقدس ہستیوں کی مختصر تاریخ یہاں پیش کر دی جائے جن کی مبارک پیشانیوں میں نور محمدی سلسلہ بسلسلہ منتقل ہوتا رہا اور جنہوں نے اس مبارک نور کا فیض اور برکتیں حاصل فرمائیں۔

دوسرا باب

حضرت آدمؑ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ رکوع ۴ پارہ اول)

اور جب کہا تیرے رب نے ملائکہ سے کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو کہا انہوں نے (فرشتوں نے) کیا ایسے کو بناتا ہے جو فساد مچائے اور خونریزی کرے (اور اگر بناتا ہے تو ہم کو بنا کہ) ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ خدا نے فرمایا میں ان (وہ) باتوں کو جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اشارہ: اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ سے یہ ثابت ہوا کہ علم غیب خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنانا چاہا تو جبرائیل علیہ السلام زمین سے مٹی لائے اور فرشتے گوندھنے لگے (تفسیر کبیر)۔ روح المعانی میں ہے کہ چالیس روز تک آدم کے خمیر پر غم کی بارش ہوئی اور ایک گھڑی خوشی کا مینہ برسا۔

نکتہ: چونکہ آدم علیہ السلام کے خمیر پر چالیس روز غم کی بارش ہوئی تھی اس لئے آپ کی ذریت کا زیادہ تر حصہ عمر غم و الم ہی میں گزرتا ہے۔ ایک گھڑی خوشی کا مینہ اس خمیر پر برسا تھا تو آپ کی نسل بھی کبھی کبھی خوش ہو جایا کرتی ہے۔ آدم [illegible] مقصود ذات کا ملہ تھے۔ اس لئے تفصیلی صفات خود حضرت آدم کی ہستی سے [illegible] خلافت کریں گے۔

آدم علیہ السلام کو بنا کر اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمام چیزوں کا علم دیا جو دنیا میں پیدا ہوں

یا قیامت تک پیدا ہوں گی سکھایا۔ (جیساکہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ الخ آیہ سے ظاہر ہے۔

پھر فرشتوں سے اُن سب چیزوں کے نام پوچھے اور ارشاد ہوا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ یہ کیا چیزیں ہیں اور کس کام آتی ہیں؟

اشارہ۔ دعوے سے مراد اَتَجْعَلُ فِیْهَا ۔تا۔ نُقَدِّسُ لَكَ مراد ہے۔

جب فرشتوں نے یہ دیکھا تو کہا اے پاک ذات ہم ان چیزوں کے نام سے بےخبر ہیں ہم تو وہی جانتے ہیں جس کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔ اس میں شک نہیں تو ہی بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

پھر حق تعالیٰ کے فرمانے سے آدم علیہ السلام نے اُن چیزوں کے نام اور اوصاف عرض کردیئے جب اللہ نے فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی بزرگی ثابت فرمادی تو فرمایا کہ زمین و آسمان میں جو کچھ غیب ہے وہ سب کا سب ہم ہی جانتے ہیں۔

پھر آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں فوراً تعمیل ارشاد باری ہوئی۔ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا بلکہ سجدہ سے انکار کیا اور تکبر کیا تو وہ کافروں میں جا پڑا۔

راز۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام سے اس لئے سجدہ کرایا تھا کہ ایک تو آدمؑ اور اولاد آدمؑ کی فضیلت فرشتوں پر ثابت کرنی منظور تھی۔ دوسرے آدم علیہ السلام کی پیشانی میں آنحضرت رحمت رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ افروز تھا۔ اور فرشتوں سے اللہ کو اس نور کی تعظیم کرانا منظور تھی۔

حق تبارک وتعالیٰ کے استفسار پر ابلیس نے کہا میں نے آدم کو اس لئے سجدہ نہیں کیا کہ میں اس سے بہتر ہوں کہ آگ سے بنایا گیا اور وہ مجھ سے کمتر ہے مٹی سے بنایا گیا جیسا آیت اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ سے ظاہر ہے۔ پھر ابلیس پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا اور قیامت تک اس پر لعنت کی مہر ثبت کردی گئی (وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ) ساتھ ہی بارگاہ لم یزلی سے نکال دیا گیا۔

آدم علیہ السلام کو فردوس اعلیٰ میں رہنے کا ارشاد ہوا۔

معلومات بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ جنت سے مراد خلدِ بریں نہیں بلکہ عالمِ ارض کا ایک پُر فضا باغ ہے۔ تاہم اکثر و بیشتر مفسرین نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ جنت سے مراد وہی جنت ہے جو انبیاء، اولیاء، شہداء، صدیقین اور تمام نیک مسلمانوں کو ملے گی۔

تفسیر روح البیان۔ توریت، کتاب پیدائش۔ جب آدم علیہ السلام ہم جنس کوئی ہمجنس نہ ہونے کی وجہ سے گھبرائے تو خالقِ عالم نے حضرت حوّا کو اُن کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا۔

تفسیر کبیر، مواہب لدنیہ، تاریخ انبیاء، قصص الانبیاء۔ جب آدم علیہ السلام نے حضرت حوّا سے بحکمِ خدا خلوت چاہی تو انہوں نے مہر طلب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا میں انہیں کیا مہر دوں۔ ارشاد ہوا۔ ہمارے حبیب پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود بھیجو۔ یہی حوّا کا مہر ہے۔

حق تعالیٰ نے ان دونوں کو حکم دیا تھا کہ وہ گیہوں کے درخت کے پاس ہو کر بھی نہ پہنچیں ورنہ وہ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ جیسے وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (الآیۃ) سے ظاہر ہے

اشارہ۔ گیہوں کھانے سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ اس میں عالمِ ارض کا کثیف مادہ موجود تھا۔ تاہم حضرتِ حوّا کو شیطان نے بہکایا۔ اور حضرت حوّا نے آدم علیہ السلام کو مجبور کیا۔ بالآخر دونوں نے گیہوں کھایا اور تھوڑی دیر بعد رفع حاجت کی ضرورت درپیش ہوئی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں جنت سے علیحدہ کر کے دنیا میں دونوں کو الگ الگ بھیج دیا۔ حضرت حوّا کو جدے میں اتارا گیا جب ہی سے اس کا نام جدہ یعنی دادی اماں کا مقام ہو گیا۔ اور حضرتِ آدم کوہِ سراندیپ پر اتارے گئے۔

کتب مذکورہ میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے ساتھ دنیا میں یہ چیزیں جنت

کی حفاظت اور حوا میں فرق ہوا نے بیٹا۔

تاریخ الخمیس، مواہب لدنیہ خلق اللہ آدم جعل ذلک النور فی ظہرہ فکان یلمع فی جبینہ فیغلب من سائر نورہ۔ حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرما کر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آدم کی پشت میں امانت رکھا تھا۔ مگر وہ نور آدم کی پیشانی سے سورج کی شعاعوں کی طرح چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے نور پر غالب آگیا تھا۔

نکتہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور محمدی کی شعاعوں کا نکلنا اور اس نور کا نور آدم پر غالب آجانا یہ واضح کرتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ سب کے بعد تشریف لائے تاہم آپ کا نور تمام انبیاء کے نور پر فوق لے گیا ہے۔ اور سب سے مقدم ہے جیسا کہ گزشتہ روایات اور احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔

مندرجہ بالا روایات کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت آدم نے عرض کیا الٰہی میرے پس پشت بے شمار فرشتوں کی تسبیح کرنے کی آواز آتی ہے اور میری پیشانی سے ایک نور اس طرح چمکتا ہے کہ اس کی روشنی دنیا کی روشنی پر غالب آجاتی ہے ارشاد ہوا کہ تم ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے امانت دار ہو جو ہمارے رسول ہیں ہماری حمد و ثنا بجا لاتا رہا ہے اس لئے فرشتے تمہارے پس پشت نور محمدی کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ آدم نے عرض کیا الٰہی مجھے بھی اس نور کی زیارت سے مشرف فرمائیے۔ دعا قبول ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کی انگشت شہادت میں آگیا۔ انگلی اٹھی اور آواز نکلی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مگر اب بھی بعض فرشتے آدم کے پس پشت تسبیح کرتے سنائی دیتے آدم کے عرض کرنے پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خلفائے راشدین کا نور بھی تمہاری پشت میں ہے یہی وجہ ہے کہ بعض فرشتے اب بھی تسبیح کرتے سنائی دیتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کی التجا پر خلفائے راشدین کے نور بھی آدم علیہ السلام کی انگلیوں میں منتقل ہوئے کہ بیچ کی انگلی میں حضرت صدیق اکبر کا نور اس کے بعد والی میں

فاروق اعظمؓ کا نور چھنگلیاں میں حضرت ذوالنورینؓ کا نور اور انگوٹھے میں حضرت علیؓ
شیرِ خدا کا نور آگیا ۔

بابِ صدیق و فاروق و عثمان و شیرِ حق — علی الترتیب ہیں یہ جانشینِ مصطفےٰ چاروں
نبی کے حق میں آئی ہے حدیث راشدین مہدی — یہی ہیں رہنما چاروں یہی ہیں پیشوا چاروں
متینِ دینِ محمد کے یہ چاروں ہی عنصر ہیں — یہی ہادی یہی مہدی چاروں یہی ہیں مقتدیٰ چاروں

قربان! اے خالق و مالک تیری شان کے قربان! کہ تو نے اپنے حبیب کے خلفاء
کو بھی کس قدر بڑی عزت و عظمت سے نوازا جو لوگ ان حضرات میں سے کسی بزرگ کی
شان میں بھی سوءِ ادبی سے کام لیتے ہیں۔ وہ یقیناً تیری بارگاہ کے مردود اور تیری درگاہ
سے سزائے جہنم کے مستوجب ہیں۔

اے ظلمت کو نور سے بدل دینے والے خدا! گنہگاروں کے دلوں کی کالک ہٹا دے
اور بندوں کے دلوں کو آئینہ بنا کر ان میں اپنی تجلی پرتو فگن فرما دے ۔ آمین

وہم و خیال سے بلند تر وہم و خیال میں بھی آ — عالمِ حال سے بلند عالمِ حال میں بھی آ
تیرا وصال ہو چکا کوئی نڈھال ہو چکا — زورِ جلال ہو چکا بزمِ جمال میں بھی آ
تجھ سے ہوئے منجلی آئینۂ سکندری — گنبد ہے نصب ساغری جامِ سفال میں بھی آ

ہاں پھر سے ظلمت کو جو نور سے بدلنا ہی ہے دور کر دے۔ ہاں پھر مصیبت زدہ
بندوں کے دلوں کو مسرور کر دے۔

بہرکیف یہ تفصیل بھی جو پیش کی گئی۔ لیکن یہ روایت کتب مستندہ میں نہیں ہے
ہاں انگلیوں اور انگوٹھے چومنے کی حدیث میں ضرور ملتی ہے۔ واللہ اعلم

تیسرا باب

آدم ثانی

تفسیر روح معانی روح البیان نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے
تاریخ الانبیاء کتاب معارف نوشتوں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت نوح علیہ السلام
کی پشت مبارک میں جلوہ فرما ہوا۔ نوح علیہ السلام

نے اپنی حیات طیبہ میں قوم کے سمجھانے کے لئے بڑی جدوجہد کی مگر ان کی قوم
نے ان کا کہنا نہ مانا اور چند نفوس کے سوا ساری قوم گمراہی میں پڑی رہی جس کا نتیجہ
یہ ہوا اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کہ نوح علیہ السلام کی دعا سے حق تعالیٰ نے ان کی قوم پر
پانی کا عذاب بھیجا طوفان اس زور و شور سے آیا کہ لوگوں کو پینے کا پانی مشکل ہی نہیں ناممکن
ہوگیا۔ حق تعالیٰ کے حکم سے نوح علیہ السلام اپنے فرزندوں اور مومنوں کے کشتی میں سوار ہوئے
تو ہم حضرت نوح کا بیٹا کنعان جو کفار کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ باپ بیٹے کے ہمراہ نہ ہوا
حضرت نوح نے سمجھایا کہ وہ کفار کی معیت و صحبت سے ہٹ کر کشتی میں چلا آئے مگر
اس نے نہ مانا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی کفار کے ساتھ غرق ہوگیا۔

جب حضرت نوح نے پدری کے جوش میں اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں عرض کیا
کہ اے میرے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے اہل کو طوفان سے بچا لوں گا
تیرا وعدہ برحق اور تو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس پر جناب باری کا آپ پر ارشاد نصیحت آمیز
ہوا کہ وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں اس لئے کہ اس کے عمل اچھے نہیں۔ لہٰذا ہم نصیحت کرتے ہیں کہ
ایسا سوال ہرگز نہ کیا کرو جس کا علم تمہیں نہ دیا گیا ہو۔ وغیرہ

اس واقعہ کی پوری تفصیل سورۂ ہود پارہ ۱۲ رکوع ۳ وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ سے
عَذَابٌ مُّقِیْمٌ تک میں موجود ہے۔ یہاں چونکہ اختصار مدنظر ہے اس لئے پورا رکوع اور اس
کا ترجمہ بخوفِ طوالت نہیں کیا گیا۔

جب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں
برکتیں نازل ہوئیں اور اُن کا نافرمان بیٹا کفار کے ساتھ غرق ہوگیا

۴۔ رمضان المبارک کو حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے۔ اور دس محرم عاشورے
کے دن آپ کی کشتی کوہِ جودی سے جا لگی۔ آپ اور فقط اہلِ اسلام آپ علیہ السلام کی برکت طوفان
سے محفوظ ہو کر کشتی سے اُترے۔ اب ساری دنیا ہلاک ہو چکی تھی۔ چند مسلمانوں
کے سوا دنیا میں کوئی موجود نہ تھا۔ بعد ازاں خدا نے نوح علیہ السلام کی اولاد میں
بہت بڑی برکت عنایت فرمائی۔ اور تھوڑے عرصہ میں انسانی آبادی بہت کافی ہوگئی۔
اس لئے آپ تاریخ میں آدم ثانی مشہور ہیں۔ آپ کی عمر شریف ساڑھے نوسو برس کی بتائی
جاتی ہے۔ آپ کی وفات کے قریب کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے تو دنیا کی بڑی
بڑی سیر کی ہوگی فرمایا یہ طویل عمر مجھے ایسی معلوم ہوئی گویا میں کسی بڑے مکان کے
ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل گیا

تنبیہ - مقامِ غور اس طویل عمر پر حضرت نوحؑ کا جب یہ ارشاد ہے تو ہماری پچاس
ساٹھ ستر سال کی عمریں تو کچھ بھی نہیں بلکہ اتنے سے زمانے میں بھی انسان خدا جانے
کیا کیا کچھ کر گزرتا ہے۔ بیشک ظلم و شقاوت۔ اور گناہوں کے باعث رحمت سے نزول
کوسوں دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۵
بیشک خدا کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔

چوتھا باب

ابو الانبیاء

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ گرامی بھی زیب صفحات کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ ہو سکے۔

شجرۂ طیبہ (یہ شجرہ جہاں تک ہم نے تحقیق کیا صحیح معلوم ہوا ہے۔ اسے چند پرانی کتابوں سے محنت کے بعد مرتب کیا گیا ہے یعنی علامہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الکاتب الدینوری روح اللہ روحہ متوفی ۲۷۶ھ کی تصنیف کتاب المعارف نسب نامہ رسول مقبول صلعم (مطبوعہ نولکشور) اور بعض دیگر مستند کتب سے)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بن آزر[1] بن ناحور بن شاروخ بن ارغو بن تانع بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس)[2] بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام

مذکورہ بالا شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی انیس پشتیں گزرنے کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ پیدا ہوئے۔

آپ کی حیات طیبہ کے سب شاندار کارنامے اور آپ کے بے شمار فضائل سے کتب تاریخ جگمگا رہی ہیں۔ آپ خلیق، متواضع، منکسر المزاج، مہمان نواز، رحیم، لوگوں پر

[1] تورات و بعض کتب دیگر میں حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب موسیٰ صفحہ ۱۰ در تورات کتاب پیدائش

احسان کرنے والے وغیرہ وغیرہ صفات سے موصوف تھے بوجہ اختصار ہم آپ کی
پوری سیرت پیش نہیں کرسکتے تاہم آپ کے سوانح سے چند مشہور واقعات لیکر حوالہ قلم کرتے ہیں
آپ کی کنیت ابوالانبیاء بھی ہے اور جد محمد بھی۔ ابوالانبیاء تو اس لئے کہ آپ کے بعد
جتنے انبیاء مبعوث ہوئے آپ ہی کی مبارک نسل سے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ختم المرسلین رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جد
بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہی ہیں۔ آقائے نامدار نے خود ارشاد فرمایا ہے
(صحیح بخاری) کہ مجھے خدا نے شریعت ابراہیمی عنایت فرمائی ہے۔ وہ میرے
جد امجد تھے اور ان کی سنت پر عمل کرنا مجھ پر اور میری امت پر ضروری ہے قرآن مجید میں
بھی ارشاد ہے۔

(۱) ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
سورۂ نحل رکوع ۱۶ (پھر ہم نے وحی فرمائی کہ اے نبی ابراہیم کا طریقہ اختیار کرو جو یک
خدا کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے)

(۲) قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا سورۂ بقر رکوع ۱۶ (کہو کہ ہم ابراہیم کے
طریقے پر ہیں جو یک خدا کے ہو رہے تھے)

(۳) مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ سورۂ حج رکوع ۱۰
(یہ طریقہ ہے تمہارے باپ ابراہیم کا دین جو تم کو ملا ہے اسی یعنی خدا نے تمہارا نام پہلی کتابوں
اور قرآن میں مسلمان رکھا ہے۔

بہرکیف حضرت ابراہیم کے بعد آپ ہی کی نسل سے تمام انبیاء ہوئے جن کی تعداد
لاکھوں ہزار بتائی جاتی ہے۔ خود حق تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ
وَالْكِتَابَ سورۂ عنکبوت رکوع ۳ (اور ہم نے نبوت و کتاب کو ابراہیم کی ذریت کے لئے
مخصوص کر دیا) آپ کی عظمت کا دم ثبوت ہے۔ موزیل کے بانی بھی حضرت ابراہیم
علیہ السلام ہی ہیں۔

مونچھوں کے بال کتروانا۔ موئے زیار صاف کرانا۔ ناخن ترشوانا۔ مسواک کرنا۔
ختنہ کرانا۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ اور پانی سے استنجا کرنا وغیرہ یہی وہ چیزیں ہیں جو آج
شریعت محمدیہ میں بھی رائج ہیں

آپ کا بچپن

اکثر کتب تاریخ میں مروی ہے کہ خلیل اللہ کا سن "قریب پانچ سال" کا تھا۔ جب آپ نے اپنی والدہ سے سوال کئے۔

خلیل اللہ: اماں جان میرا رب کون ہے؟

ماں: میں کہ تمہیں پرورش کرتی ہوں۔

خلیل اللہ: اور آپ کا رب کون ہے؟

ماں: تمہارے باپ

خلیل اللہ: میرے باپ جان کا رب کون ہے؟

ماں: نمرود

خلیل اللہ: نمرود کا رب کون ہے؟

ماں نے اس بات کا سوال پر اپنے ہونہار بیٹے اور خدا کے برگزیدہ نبی کے رخسار پر ایک طمانچہ لگایا اور کہا چپ خبردار اب ایسا کلمہ نہ کہنا۔ نمرود سب سے بڑا سب کا خدا ہے۔

خلیل اللہ: اگرچہ اماں جان میری عقل تو تسلیم نہیں کرتی۔ اس پر آپ کی والدہ آپ سے خفا ہو کر چلی گئیں۔

نکتہ: خلیل اللہ کو اس قدر کمسنی میں معرفت الٰہی کا ایسا زبردست شوق ہونا ہی تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور وہ نور جس نے دنیا میں توحید کا ڈنکا بجوایا۔ جس نے ملک عرب سے لے کر دنیا کی قسمت پر آفتاب توحید چمکا دیا و شیطان کی بڑی بڑی طاقتوں کو ایک زبردست مقدس ہستی کے سامنے سرنگوں کر دیا۔ اس وقت نور

پیشتر وہ دن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ فروز ہو کر سورج کی
شعاعوں کی طرح چمک رہا تھا۔ اسی نور کی برکت تھی کہ خلیل اللہ کو بچپن ہی میں اور اس
زمانہ میں جبکہ حضرت حق کا نام لینے والا روئے زمین پر کوئی بھی موجود نہ تھا اپنے معبود حقیقی
کے ڈھونڈ لینے کا شوق و ذوق پیدا ہو گیا۔

قرآن کریم میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ (پ ۷) حضرت ابراہیم کو اپنے خالق
کی تلاش میں استغراق تھا کہ آپ اکثر اوقات اسی سوچ میں رہتے تھے یہاں تک کہ ایک
دن جب شاہ انجم سپہر نے آفتاب عالمتاب کو شکست دیکر قلعہ مغرب میں روپوش کیا۔ اور
کواکب نے سردار (چاند) کے استقبال میں آسمان کو سجانا شروع کیا تو خلیل اللہ علیہ السلام
در دولت سے نکلے اور ایک تارے کو ملاحظہ فرماتے ہوئے کہنے لگے یہی میرا خدا ہے۔ اس لئے کہ
تاریک رات میں دنیا اسی کی وجہ سے روشن ہو گئی جب تارا چھپ گیا تو آپ نے فرمایا نہیں میں
چھپنے والے سے محبت نہیں کرتا جسے ثبات و دوام حاصل نہیں پھر جب چاند نکل آیا تو آپ نے فرمایا
یہی میرا خدا ہے کہ اس کی روشنی سے تارے بھی پھیکے پڑ گئے ہیں لیکن جب چاند بھی چھپ گیا تو
آپ نے فرمایا اگر میرے خدا نے ہی مجھ کو راہ نجات نہ دکھائی تو میں یقیناً گمراہوں میں ہو جاؤں گا
جب رات ختم ہو گئی اور بے حقیقت کی تلاش وہیں پر ختم ہو گئی۔ اور آفتاب جہان تاب پوری آب
و تاب کے ساتھ مشرق سے برآمد ہو کر عالم کو منور کرنے لگا۔ تو حضرت خلیل اللہ نے دیکھ کر فرمایا
شاید یہی میرا خدا ہے کیونکہ یہ سب سے بڑا ہے۔ اس کے سامنے تارے پھیکے اور چاند ماند ہی نہیں بلکہ
نابود ہیں۔ مگر جب شام ہوئی اور آفتاب کے سرخ چہرے پر زردی چھا گئی۔ یہاں تک کہ وہ قلعہ مغرب
میں روپوش ہو گیا تو آپ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو میں تو اس شرک سے بیزار ہوں۔
تم ان چیزوں کو شریک خدا بناتے ہو میں نہیں پسند کرتا میں نے تو اس ایک ہی خدا
کی طرف اپنا منہ کر لیا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے ہرگز بھی
نہیں ہوں۔

آتش نمرود خلیل اللہ پر گلزار ہو گئی

حضرت خلیل اللہ کی جوانی کا واقعہ ہے کہ نمرود اور اس کے تمام مرد و زن شہر کے باہر شرکیہ میلہ منانے گئے۔ خلیل اللہ نے اس کی شرکت سے یہ عذر پیش کر کے انکار کر دیا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں)۔ لوگوں نے آپ کا یہ عذر تسلیم کر لیا۔ اور چلے گئے۔

معلومات۔ یہی وہ پہلی بات ہے جو بظاہر سچ کے خلاف خلیل اللہ کی زبان سے نکلی۔ اگرچہ واقعتاً یہ غلط بیانی نہیں تھی۔ انی سقیم سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ میرا دل تمہاری شرک کی وجہ سے بیمار ہے یعنی تمہارے گناہ ایسے ہیں جو مجھے گھلائے دیتے ہیں۔

شہر خالی ہوا۔ اللہ کے خلیل بتخانہ میں گھس گئے۔ اور سوائے ایک بڑے بت کے تمام بت توڑ ڈالے جس اوزار سے بت توڑے گئے تھے۔ وہ بڑے بت کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور چلے آئے۔ جب کفار آئے اور انہوں نے بتخانہ کو تاراج پایا تو دوڑے ہوئے نمرود کے پاس گئے اور اس سے یہ واقعہ بیان کیا۔ نمرود کو خلیل اللہ پر شبہ گذرا۔ اور اس نے انہیں پکڑ بلوایا اور آپ سے کہا۔ ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ (اے ابراہیم کیا یہ کام تمہارا ہے؟) خلیل نے بت پرستوں کو ذلیل کرنے کی غرض سے فرمایا۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے اگر وہ بول سکتے ہوں تو ان سے دریافت کر لو)۔

معلومات۔ یہ وہ دوسری بات ہے جو بظاہر خلاف صداقت کہی گئی۔ ورنہ حقیقت بت پرستوں کا ذلیل کرنا تھا۔

اس عاقلانہ جواب پر تمام اہل دربار منفعل ہوئے۔ اور جھینپ گئے۔ مگر ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ (تم جانتے ہی ہو کہ ان بتوں میں قوت گویائی نہیں ہے)۔ خلیل اللہ نے فرمایا۔ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر نمرود نے میرے سوال کو مجھ پر ہی لوٹا دیا تو کیا ہوگا۔ خلیل
کے آتے ہی فوراً بحکم خدا جبرئیل امین تشریف لائے۔ سلام اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگے۔
آپ بالکل پریشان نہ ہوں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر نمرود نے بھی یہی سوال کیا۔
تو میں ابھی ابھی آفتاب کو مغرب سے نکال کر دکھا دوں گا قبضۂ قدرت جلال۔ مجھے اپنی عزت
اور جلال کی قسم جب تک ایک مرتبہ مغرب سے آفتاب نہ نکالوں ہرگز قیامت قائم نہ
کروں گا۔

نمرود کا اور تو کچھ بس نہ چلا۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ کہنے لگا خلیل کو فوراً ہمارے
آتش کدے میں ڈال دو۔ اسی وقت شاہی حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور آپ کو منجنیق میں
بٹھا کر آتش کدے میں لڑھکا دیا گیا۔ زمین و آسمان میں زلزلہ پڑ گیا۔ فرشتوں میں شور مچ گیا
اے رب جلیل! تیرے خلیل پھینک دیئے گئے تو پھر زمین میں بھی کوئی موحد نہ ملیگا۔
اجازت دے کہ ہم تیرے خلیل کی مدد کریں۔
بارگاہِ عزت سے ارشاد ہوا کہ اگر خلیل تمہاری مدد کا طالب ہو تو فوراً اس کی
مدد کرو۔ پھر کیا تھا جبرئیل میکائیل یکے بعد دیگرے منجنیق میں آ کر خلیل سے کہتے ہیں۔
اَلَکَ حَاجَۃٌ۔ کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟
خلیل اللہ۔ اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا۔ حاجت تو ضرور ہے مگر آپ سے نہیں ہے۔
جبرئیل۔ پھر خدا ہی سے درخواست کیجئے۔
خلیل اللہ۔ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ میری درخواست کافی ہے کہ وہ میرے
حال سے باخبر ہے۔
تنبیہ۔ اللہ اکبر خلیل اللہ تو خدا کے سوا فرشتوں کی مدد بھی پسند نہ کریں مگر جاہل مسلمان غیر
اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں۔
جب خلیل اللہ نے فرشتوں کی مدد بھی منظور نہ فرمائی تو سمندرِ رحمت میں جوش

نستانے کا عہدہ کر لیا تاہم ۷۵ سال کی عمر میں خلیل اللہ نے ارشادِ باری کے موجب اپنے وطن سے ہجرت فرما کر مع حضرت سارہ زوجہ مبارکہ، اور اپنے بھتیجے جناب لوط علیہ السلام سرزمین کنعان میں پہونچے۔ اور ایک عرصہ یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ مع زوجہ مبارکہ مصر تشریف لے گئے۔ (یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہوگا کہ حضرت سارہ جہان کی ان عورتوں میں تھیں کہ دنیا بھٹکتی، اور زمانہ سرگرداں رہے۔ مگر ایسا نادر۔ بوجہ حسن ناممکن۔)

حضرۃ سارہ اور فرعون مصر بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت سارہ آپ کی چچا زاد بہن تھیں۔ سنان بن علوان۔ فرعون مصر جو انتہا درجہ کا خبیث النفس اور بد طینت تھا اس نے مقدس سارہ کے حسن کی داستان پائی۔ اور گندے جذبات سے مغلوب ہو کر اس نے حضرت سارہ کو پکڑوا بلوایا۔ اور مردود نے آپ سے بے ادبی کا ارادہ کیا۔ مؤرخین اور مفسرین لکھتے ہیں کہ جب فرعون بُرے ارادے سے حضرۃ سارہ کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو اس کا سارا ہاتھ خشک ہو جاتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس کے سارے بدن کو کسی نے جکڑ رکھا ہے۔ اس نے اپنی یہ کیفیت دیکھ کر محترمہ سارہ سے معافی کی درخواست کی اور انہوں نے فوراً ہی سے معاف کر دیا۔

کتب معتبرہ میں ہے کہ تین مرتبہ فرعون نے یہی گندہ ارادہ کیا۔ اور تینوں مرتبہ اسے حضرۃ سارہ سے معافی مانگنی پڑی۔

روح البیان خلیل اللہ علیہ السلام کو فرعون نے قید خانہ میں بھجوا دیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قید خانہ سے محل شاہی تک کی تمام دیواریں شیشے کے مثل بنا دیں اور [illegible] خلیل اللہ علیہ السلام یہاں بیٹھے بیٹھے دیکھا فرماتے رہے۔

بہر حال سنان بن علوان نے حضرت سارہ کو بڑے ادب و [illegible] رخصت کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی لڑکی [illegible] حضرۃ [illegible]
[illegible]

ھاجر ابراہیم ہبہ کر دی عطوھا آجر فرجعت فقالت اشعرت ان اللہ عز وجل
کبت الکافر واخدم ولیدۃ (ابوہریرہ) روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ حضرت ابراہیم سارہ کو ساتھ لے کر ہجرت فرما گئے تھے وہاں حضرت سارہ کو حضرہ ہاجرہ ہبہ
کی گئیں۔

حضرۃ سارہ۔ حضرت ابراہیمؑ سے کہا آپ نے سنا کہ خدا نے کافر کو ذلیل کر دیا۔ اور
ہمیں ایک لڑکی خدمت کے لئے بھی اس نے دلائی۔

حضرت ابراہیم۔ مجھے خدا نے سب کچھ دکھا دیا اس نے میرے سے تمام دیواریں
شیشہ نما کر دیں تھیں۔

بہرکیف دونوں مقدس ہستیوں کو ظالم کے ستم سے نجات مل گئی۔ اور ساتھ
ہی حضرت ہاجرہ بھی بطور خدمت گذاری ملیں۔ اسی سے حضرۃ ہاجرہ کا نام آجرہ بھی ہے
یعنی یہ اس مصیبت کا بدلہ ہیں جو دونوں بزرگوں کو پہنچنی پڑی تھی۔

معلومات۔ سخت افسوس کا مقام ہے کہ بل کاتب حضرۃ ہاجرہ کی رفیع شان گھٹانے
کے لئے یہ کہتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔ ہاں تو خدا کے نزدیک لونڈی اور بیگم سب یکساں
ہیں۔ وہاں کوئی بیگم ہو کر نیک عمل کئے بغیر غضب الٰہی سے بچ نہیں سکتی۔ اور لونڈی
ہو کر اچھے عمل کرنے کے بعد یقیناً اس کا مرتبہ بیگم سے افضل ہو جاتا ہے۔

رسالت مآب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے فاطمہ عمل کرو
عمل کرو اے فاطمہ! قیامت کے ہولناک میدان میں تمہارا میری بیٹی ہونا کام نہ آئیگا
بلکہ تمہارے اعمال ہی کام آئیں گے۔

غور کیجئے اس عدالت اور صریح حدیث کے بعد آپ ہی بتائیے کہ دنیا کے ادنیٰ
میں لونڈی بیگم ہونے سے کیا فرق ہو سکتا ہے۔ وہاں تو نیک اعمال جس کے زیادہ
ہوں وہی بیگم ہے۔ تو وہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے ان حضرات نے تو اس

معاملہ کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔

ابن خلدون۔ ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں جو ادبار کی وجہ سے بابل چھوڑ کر مصر آ بسا تھا اور اس نے اپنی ذاتی حیرت انگیز قابلیت و لیاقت سے سارے مصر کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا یہاں تک کہ ارکین سلطنت میں ممتاز ہو گیا۔ وہ رفتہ رفتہ مصر کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ سب سے پہلے جسکا لقب فرعون ہوا وہ یہی تھا۔ اسی کے عہد حکومت میں خلیل اللہ بوجہ قحط سالی فلسطین سے مصر میں آ بسے تھے اور حضرۃ سارہ کی کرامت دیکھ کر اس نے اپنی بیٹی سیدہ ہاجرہ کو ان کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا تھا۔ لہذا ہمیں کوئی حق نہیں کہ حضرۃ ہاجرہ کو خواہ مخواہ اہل کتاب کے لکھنے پر جو حضرات کے تعصب کا نتیجہ ہے۔ خدانخواستہ لونڈی تسلیم کریں۔

مبارک ہیں حضرۃ سارہ خاتون کہ انہیں حضرۃ ہاجرہ جیسی شہزادی بطور نذر ملیں۔ اور مبارک سیدہ ہاجرہ کہ وہ حضرت خلیل علیہ السلام سے منسوب ہوئیں۔ اور آپ تاجدار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی جان والدۂ ذبیح اللہ ام العرب وغیرہ وغیرہ آپ کے بہت بڑے بڑے مدارج ہیں اور بن گئیں

آزمائش۔ چونکہ یہ کلیہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو ضرور آزمایا کرتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ (آیۃ) اور یقیناً ہم تمہیں آزمائیں گے تھوڑے سے خوف اور بھوک سے پھر بھلا سیدہ ہاجرہ خدا کی آزمائشوں سے کس طرح بچ سکتی تھیں۔ یہ بھی کلیہ ہے کہ جتنا مرتبہ بلند ہوتا جاتا ہے اتنی ہی آزمائشیں سخت ہوتی جاتی ہیں۔

جنکے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے　　سہل ہے عشق بشر عشق خدا مشکل ہے

خلیل اللہ اور سیدہ ہاجرہ سے جیسے سخت امتحان لئے گئے ظاہر ہے کہ حضرۃ سارہ کو ایسے شدید ترین امتحان نہیں دینے پڑے جس سے سیدہ ہاجرہ اور حضرۃ سارہ کے مراتب میں جس قدر فرق پڑ جاتا ہے اظہر من الشمس ہے۔ خلیل اللہ کا پہلا امتحان تو یہ تھا۔

جب آپ آتش نمرود میں ڈالے جا رہے تھے بعض مفسرین کا قول ہے کہ ملائکہ نے مولائے
کریم سے عرض کیا الٰہی تو نے ابراہیم کو نعمت کے خلعت سے کیوں نوازا ارشاد ہوا آج
وہی ہمارا ایک بندہ ہے جو ہماری مرضی پر چلنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتا اور دنیا میں
توحید پر جان دینے والا بھی اس وقت ہمارے خلیل کے سوا کوئی نہیں۔ فرشتوں نے عرض
کیا الٰہی! اگر خلیل کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر بھی اپنے رب جلیل کو اسی طرح یاد کریں تو
ہم جانیں کہ وہ واقعی خلیل ہیں۔ چنانچہ جب آپ آتش نمرود میں ڈالے گئے اور فرشتوں
نے آپ کی مدد کرنا چاہی تو آپ نے صاف فرما دیا مجھے خدا کے سوا اور کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ ملائکہ
نے یہ سنکر کہ خدا ہی سے درخواست کیجئے۔ آپ نے فرمایا حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ یعنی درخواست
کی کیا ضرورت میرا حال جانتا ہے۔ بہرکیف اس وقت فرشتوں نے یہ تسلیم کیا کہ اے رب جلیل بیشک
یہ تیرا خلیل ہے۔ ہم ایسے جلیل القدر بزرگوں سے ایک ہی امتحان پر اکتفا نہیں کیا جاتا ہے
نکتہ۔ حق پرست مسلمانو۔ اگر تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو بے تابی سے نہ گھبراؤ بلکہ
خوش ہو کہ تم سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ادا ہو رہی ہے۔ اور اگر تم اس امتحان
میں کامیاب ہو گئے تو یقیناً جنت تمہاری مشتاق ہے تمہاری منتظر اور تجلیات الٰہی
تمہاری راہ تکتے ہیں۔

خلیل اللہ اور حضرت ہاجرہ کی آزمائش۔ حضرت سارہ خاتون نے یہ اچھی طرح
سمجھ لیا کہ اب ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی اس لئے انہوں نے خود ہی خلیل اللہ کا
نکاح حضرت ہاجرہ سے کر دیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حق جل مجدہ نے خلیل اللہ علیہ
السلام کو ایک فرزند ارجمند پیدا ہونے کی بشارت مرحمت فرمائی۔ جیسا کہ قرآن مجید
میں ہے رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (سورہ صفت پ ۲۳ رکوع ۷)
یعنی اے رب مجھے نیک بختوں سے ایک فرزند مرحمت فرما۔ ہم نے انہیں ایک برگزیدہ
فرزند کی بشارت دی۔

کئے ہوئے فوراً وہاں سے چلے آئیں ساتھ ہی خلیل کو رب جلیل کا یہی حکم تھا کہ جس طرح سارہ کہیں اسی طرح کرو۔ بہرکیف جب خلیل اللہ حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ کو اس سنسان میدان میں چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت ہاجرہ سے ضبط نہ ہو سکا دامن صبر وتحمل دست استقلال سے چھوٹ گیا۔ دوڑیں اور شوہر کا دامن پکڑ لیا جس کے بعد مقدس شوہر اور محترمہ زوجہ میں یوں گفتگو ہوئی۔

سیدہ ہاجرہ ۔ الٰی من تترکنا (آپ ہم کو کس پر چھوڑ چلے)

خلیل الی اللہ (خدا پر)

حضرت ہاجرہ ۔ رضیت باللہ ۔ یہ کہکر جلدی سے شوہر کا دامن چھوڑ دیا اور کہا میں راضی ہوں۔ میرے ایسے نصیب کہاں کہ میری اور میرے بچے کی جان خدا کے رستے میں کام آسکے بسم اللہ آپ تشریف لیجئے مجھے یہی اطمینان ہو کہ جب آپ ہمیں خدا پر چھوڑے جاتے ہیں تو وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا

خلیل اللہ کی چشم حق بین میں آنسو بھر آئے ساتھ ہی بیگم کا یہ استقلال دیکھکر مسرور بھی ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں یوں عرض کرنے لگے

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ (سورہ ابراہیم ۔ ۔ ۔ رکوع ۵) (اے میرے

میں نے تیرے پاک گھر کے پاس اپنی کچھ اولاد کو بسایا ہے جہاں کاشت بالکل نہیں ہوتی اس لئے کہ اے اللہ یہ تیرے گھر کے پاس نماز پڑھیں پھر لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچے رہیں۔

دعا ختم ہوتے ہی خلیل اللہ اونٹ پر سوار ہو کر بیوی اور بچے کی محبت سے منہ موڑ کر اور خدا کے اس دوسرے امتحان میں بھی ثابت قدم رہ کر روانہ ہو گئے

فرشتوں میں شور مچ گیا اے رب جلیل واقعی یہ تیرا خلیل ہے جس نے پہلے
تیرے حکم کے سامنے اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور اب چاہتی بیوی اور بچے کو اس سنسان
جنگل میں چھوڑ کر چلا گیا

صحیح بخاری۔ لیس یومئذ بمکۃ احد ولیس بہا ماء۔ جس وقت حضرت ہاجرہ
اور ان کے معصوم بچہ دونوں مکہ کے پرفضا جنگل میں پہنچا دیئے گئے۔ تو وہاں اس وقت
نہ تو کوئی ذی روح چیز ہی نظر آتی تھی نہ پانی ہی تھا۔

حکمت ایسے جنگل میں خلیل اللہ کا اپنی بیوی بچہ کو چھوڑ کر چلے آنا ایک بڑے جگرے کا
کام تھا۔ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حضرت اسمٰعیل سے یہاں خانہ کعبہ بنوانا تھا اور انہی
اسمٰعیل کو اسکا محافظ مقرر کرنا تھا اس لئے سیدہ ہاجرہ مع اپنے ننھے سے بچے کے یہاں لائی
گئیں۔ یہ مصلحت وحی الٰہی نے حضرت ابراہیم کو سمجھا دی۔ تو آپ کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔
اور آپ دونوں کو خدا کے سپرد کر کے واپس ہو گئے۔

آب زمزم کس طرح جاری ہوا

تاریخ الانبیا ابن خلدون وغیرہ۔ جب خلیل اللہ سیدہ ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے گئے
تو آپ ہشاش بشاش اسی خوفناک اور وحشت انگیز جنگل میں ریت کی ایک ڈھیری پر
کے نیچے لیٹ گئیں اور اپنے معصوم بچے کو دودھ پلانے اور اس ننھے سے کھلونے
سے کھیلنے لگیں۔ جب بھوک بہت لگتی اور پیاس کی بہت شدت ہوتی تو چند کھجوریں اپنے
ساتھ کی کھا کر پانی پی کر گزر کرتی تھیں۔ تاہم اب معلوم کہ یہ قلیل ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اور ایک دو
نہیں پورے سات وقت صاف گزر گئے تو حضرت ہاجرہ بھوک پیاس سے بہت بیتاب
ہو گئیں۔ زیادہ اضطراب کی یہ وجہ تھی کہ آب و طعام نہ ملنے کے سبب سے دودھ خشک ہو گیا تھا اور
سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان اسمٰعیل علیہ السلام بھوک پیاس کے تڑپ رہے تھے

ریت پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ بعد ماں اپنے بچہ کی یہ حالت دیکھکر بیہوش میں ہستی
ہو۔ سیدہ بیقرار ہو کر انہیں معصوم کو وہیں چھوڑ اور دوڑ کر کوہ صفا پر چڑھ گئیں اس لئے کہ
شاید کہیں پانی نظر آجاوے مگر جدھر آنکھ اٹھاتیں جہاں نظر دوڑاتیں۔ ریت کے ذرے یا
یا چند بے برگ و بار درختوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ ممتا نے اجازت نہ دی کہ وہ
تھوڑی دیر اور یہاں ٹھہر سکیں۔ خیال آیا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی موذی درندہ میرے بچے
کے پاس آجائے اور معصوم کو منہ میں دبا کر لے بھاگے۔ قیامت کا اندیشہ تھا فوراً دوڑتی
ہوئی پہاڑ کے نیچے اتریں بھاگ کے پیارے بچے کے پاس آئیں زمین سے گود میں اٹھا لیا گلے
لگایا پیار کیا۔ پھر وہیں لٹا دیا اور دوڑ کر کوہ مروہ پر چڑھ گئیں۔ اسی طرح سات مرتبہ
پانی کی تلاش میں سیدہ صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑ دوڑ کر چڑھیں اور اتریں۔ سیدہ کا
یہ بے تابانہ فعل حق جل شانہ کو ایسا پسند آیا کہ قیامت تک کے لئے حاجیوں پر حج کے موقع پر
صفا و مروہ پر سات سات مرتبہ دوڑنا لازمی کر دیا۔ جب سیدہ اس دوڑ دھوپ سے تھک گئیں۔
تو بے چین ہو کر اپنے پیارے بچے اسمعیلؑ کے پاس آ گر پڑیں اور ان کی نگاہیں آسمان کی طرف
اٹھ گئیں۔ خدا جانے ان نگاہوں میں کیسا زبردست اثر تھا کہ زمین لرز گئی۔ آسمان کانپ گیا
اور عرش ہل گیا۔ جہاں معصوم اسمعیل ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ وہیں فوراً خدا کی قدرت کا
ایک نمونہ نظر آیا حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ جہاں میرا معصوم ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں سے ایک
پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

حق تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کی بے چینی دیکھکر ارشاد فرمایا۔ یا جبرئیلؑ ابھی ایک لمحہ میں
تو جا اور ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد اسمعیلؑ اور ان کی
والدہ کے لئے زمزم کھود دو۔

فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ پلک جھپکنے میں یہ سب کچھ ہو گیا جہاں ذبیح اللہ ایڑیاں
رگڑ رہے تھے۔ جبرئیل امین نے اپنا پر مارا اور وہاں سے زمزم کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔

ہوا تو آپ اور آپ کی والدہ جو بھوک پیاس کی وجہ سے قریب المرگ ہو گئے تھے۔ بچ گئے۔ اور زمزم جیسا بابرکت پانی پایا جسے پی کر کھانے پینے کی ضرورتیں رفع ہو جاتی تھیں۔

اللہ اکبر! اولاد کی برکتیں بھی کس قدر عظیم ترین برکتیں ہیں کہ ان کی وجہ سے دو نبیوں اور ایک زوجہ نبی تینوں کی مقدس جانیں بچ گئیں۔ اگر امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں اپنے مبارک نبی کی محبت کا نور جلوہ فرما ہے۔ تو قیامت کا وہ دن جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہوگا ان پر بھی آسان ہو جائے گا۔ اور محبت رؤف رحیم کی برکت سے پچاس ہزار برس کی پیاس بجھ جائے گی ایسے آقا کے اوپر ہزار بار امت قربان ہو جائے جس کے بخت جگر کے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی ان کی بندگی کی بدولت بڑے بڑے خدا کے فضل سے مرتبے بلند ہو گئے صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔

جنگل میں منگل

اب سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس جنگل کو اپنے اور اپنے بچے کے نور سے روشن فرما رہی ہیں بھوک لگتی ہے تو زمزم اور پیاس لگتی ہے تو زمزم نوش فرماتی ہیں اور تشنگی کے ساتھ اشتہا بھی بجھ جاتی ہے گویا اس جنگل میں ایک جلسہ ہو گیا ہے بلکہ یہ ذبیح اللہ اس لمبے چوڑے جنگل میں اپنی والدہ محترمہ کی آنکھوں کے سامنے دوڑنے کھیلنے لگے۔ اور محترمہ کا بچہ خوشی و مسرت سے اچھلنے لگا۔ ایک روز قبیلہ بنو جرہم کے کچھ لوگ ادھر سے گذرے اور خدا کی یہ قدرت دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس خشک جنگل میں پانی کا چشمہ کس طرح جاری ہو گیا۔ اور دونوں ماں بیٹا اس بیابان میں ہشاش بشاش کس طرح رہتے ہیں۔

بنی جرہم حیرت زدہ ہوگئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔
ہم اکثر ادھر سے گذرے ہیں۔ مگر کبھی چٹیل میدان اور خشک بیابان کے سوا
یہاں کچھ نہیں دیکھا۔ آج یہ پانی کا چشمہ اور خیمہ نما یہ مبارک خاتون معہ ایک معصوم
بچے کے یہاں موجود ہیں۔ یہ خدا کی عجیب و غریب قدرت نہیں تو کیا ہے؟

سردار قافلہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاتون خدا کی بہت پیاری اور بڑی برگزیدہ
بندی ہیں جن کی وجہ سے حق تبارک و تعالیٰ شانہ نے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا ہے۔
میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم لوگ ان مبارک خاتون کے قریب آبسیں تو یقیناً ہم بھی
خدا کی برکتیں حاصل کر سکیں گے۔

سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ سردار قافلہ آگے بڑھا۔ سیدہ کو سلام
کیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کی ہمسائیگی کا شرف حاصل کریں اور
آپ کی خدمت فخر سلطنت سمجھیں۔

سیدہ ہاجرہ۔ بڑے شوق سے مگر ہاں ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ چاہ زمزم پر قبضہ جمالیں

سردار۔ ہرگز نہیں۔ ہم آپ کے خادم کی حیثیت سے یہاں رہیں گے۔

سیدہ ہاجرہ۔ خدا تمہیں برکت دے۔

قافلہ نے فوراً یہ سفر ملتوی کیا سب اپنے اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی بچوں
کو ساتھ لے کر اسی جنگل میں آبسے

چھوٹے چھوٹے کچے مکان بنا لئے گئے۔ اور سیدہ ہاجرہ ان سب کی ملکہ
بن کر رہنے لگیں۔ خدا کی قدرت تھوڑے ہی عرصہ میں جنگل میں منگل ہو گیا۔ جہاں ہو کا
سناٹا رہتا تھا۔ اب خدا کے فضل سے وہی جنگل آبادی ہو گئی۔

معلومات۔ یہی وہ عرب ہیں جن میں حضرت آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مبعوث فرمائے گئے۔ اور بنی جرہم ہی کی جو زبان تھی وہی بعد میں جو عربی کہلاتی ہے

اور اسی میں قرآن کریم نازل ہوا۔

اگرچہ لوگوں نے عربوں کی وجہ تسمیہ میں طرح طرح کی بحثیں کی ہیں۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو ان چیزوں میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں بس یہ سمجھنا کافی ہے کہ یہی ہمیں کی نسل عرب کہلائی گئی۔

ذبیح اللہ اپنی والدہ محترمہ کے آغوش محبت میں پلے بڑھے۔ جوان ہوئے اور تربیت پائی۔ بنی جرہم کی زبان ہی آپ کی زبان ہوئی یعنی وہ عربی جو آج تک کس قدر ترمیم و تنسیخ کے ساتھ بولی جاتی ہے۔

پانچواں باب

حضرت ذبیح اللہ کے کچھ اہم واقعات

اسمعیل علیہ السلام اسوقت والدہ کی آغوش کو چھوڑتے جب حضرت علیہ السلام کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ آپ ہی جد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا مبارک لقب ذبیح اللہ ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کے گھر میں آنا تو آپکی کرم تربیت کی گئی ہیں۔

بہرکیف جب آپ جوان ہوئے تو آپ کی شادی بنو جرہم کے سردار کی لڑکی سے ہوئی۔ جو نہایت خوبصورت نیک سیرت پاک طینت خوش اخلاق و سلیقہ شعار تھیں۔ آپ سے پہلے سیدہ ہاجرہ نے ذبیح اللہ کا نکاح ایک مصری عورت سے کردیا تھا۔ مگر ذبیح اللہ نے اپنے والد کے ارشاد کے مطابق اسے طلاق دیدی اس کی وجہ یہ تھی کہ سارہ خاتون کی اجازت سے خلیل اللہ

عورت سے ہوئی تھی لیکن یہ قطعی ہے کہ اولاد نوجرہم کی سردار زادی سے ہوئی۔
آپ کی پہلی بیوی کو طلاق ہوجانے کا ذکر ابن خلدون۔ تاریخ کامل۔ ابن اثیر
تاریخ الانبیاء وغیرہ میں موجود ہے۔

ان ٹکڑوں کو جوڑ کر ہمنے جو نتیجہ مرتب کیا وہ آپ سطور بالا میں ملاحظہ فرما چکے
ہیں۔ یعنے آپ کی پہلی شادی مصری عورت سے ہوئی اور جب انہوں نے کفران
نعمت کیا تو انہیں طلاق مل گئی۔ پھر ذبیح اللہ کی شادی نوجرہم میں ہوگئی۔

تنبیہ۔ مسلم عورتو! اسوقت تم اور صرف تم میری مخاطب ہو۔ خدا کے لئے کان
کھولو کفران نعمت کی روش تحلیل کیجئے اور خدمتی بیگم بنکر ترانہ بجاؤ۔ یاد رہے کہ مستقل
بیگم وہی ہوسکتی ہے جو خدا کے نزدیک بیگم ہو۔ آج تمہاری ناشکری اس قدر حد سے
بڑھ گئی ہے جس کے اظہار سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تم شوہر کو اتنا بھی نہیں سمجھتیں جیسے
کوئی اپنے محبوب جانور کو سمجھتا ہے۔ ذرا سی بات میں آپے سے باہر اور غصے سے
بیتاب ہوجاتی ہو۔ بے سوچے سمجھے کہہ اٹھتی ہو۔

میں کمبخت ایسی نصیبوں جلی مقدر پھوٹی جب اس کے گھر میں آئی آج تک
چین نہ ملا۔ اسوقت تک اس نے کبھی دو پیسے کے پھول بھی مجھے نہ پہنائے
اب تک تنگی فاقہ کشی اور دکھڑا پیٹنے ہی میں گذری۔

میں پوچھتا ہوں کیا تم سنت ابراہیمی کے مطابق طلاق کی مستحق نہیں
ہو جاتیں شوہر نے اپنی حیثیت سے کہیں بڑھ چڑھ کر بیوی کی سرتاپا منگیتر
ارمان حوصلے نکالے ہوں مگر ناشکر بیوی کی زبان پر وہی آتا ہے جو میں کہہ چکا ہوں
دیکھو خلیل اللہ ہی کفران نعمت کے ہاتھوں بیوی سے ناخوش ہوگئے
ورنہ بیٹے ہی ان کو طلاق دینے کا بھی حکم دے گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں معراج کی شب جب مجھے دوزخ دکھایا

زہے نصیب اُن بہو کے جو خلیل اللہ جیسے خسر کی نظروں میں عزیز ہوگئیں
ان کے قدم بقدم چلنے والی عورتیں بھی یقیناً عزت اور مرتبت کی مستحق ہونگی

ختنہ کی ابتداء ننانویں سال کی عمر میں جب ذبیح اللہ تیرہ سال کے تھے تو خلیل اللہ کو جناب باری سے ختنہ کرنے کا حکم ہوا۔ یہ سنت آج تک مسلمانوں میں جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گی۔

ایک اور زبردست امتحان

معبود ہم دیکھتے ہیں کہ تیرا خلیل اپنے بچے اسمعیل سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ کیا خلیل کی یہی شان ہونا چاہیئے؟

کیا تم میرے خلیل کو پھر آزمانا چاہتے ہو؟

لاریب!

انتظار کرو۔

ذی الحجہ کا مہینہ تھا آٹھویں تاریخ کی شب جب خلیل اللہ مکہ معظمہ اپنی بیگم اور صاحبزادے کے پاس تھے تو آپ نے یہ عجیب خواب دیکھا۔

آپ کسی چاہیتی چیز کو خدا کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ صبح خلیل اللہ نے ایک بکرا قربان کر دیا۔ دوسری شب آپ نے دیکھا۔

میں اپنے بچے اسمعیل کو منا مقام میں خدا کے لئے ذبح کر رہا ہوں۔

آج دن آپ کے لئے بہت سخت پریشانی کا تھا۔ پھر جب تیسری رات بھی آپ نے یہی خواب دیکھا تو سمجھ گئے کہ شاہد ربانی ہے۔

صبح اٹھے تو ذی الحج کی دسویں تاریخ تھی آپ نے سیدہ سے فرمایا اسمعیل کو نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا دو میں انہیں ایک بڑی سرکار میں لیجاؤں گا۔ ہاجرہ خدمت کی تیاریاں ہوئیں اور ساتھ ہی تیرہ سال کی ننھی سی قربانی دولہا بن کر کھڑی ہوگئی

معلومات۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ ہاجرہ کی وفات ہو چکی تھی۔
تاہم یہ متحقق ہے کہ ذبیح اللہ پندرہ سال کے تھے جب آپ کی والدہ نوے سال کی عمر
میں اس فانی دنیا سے رخصت ہوئیں۔ اور قربانی کی روایات دیکھئے تو دو ہیں۔
سات سال اور تیرہ سال۔ اگر تیرہ سال کی روایت بھی صحیح مان لیجئے تو بھی
حضرت ہاجرہ کا حیات ہونا ثابت ہے۔ آپ ہی کے مبارک ہاتھوں نے اس پیارے کی
قربانی کو دولہا بنایا خلیل اللہ کے ارشاد کے موافق لمبی رسی اور تیز چھری دونوں
چیزیں ذبیح اللہ نے اپنے ہاتھ میں لیں اور مقدس باپ کے پیچھے روانہ ہوئے۔

دوسری روایت اس طرح ہے کہ آٹھویں شب جب خلیل اللہ نے خواب
دیکھا تو یہ دیکھا کہ ایک پکارنے والا پکار رہا ہے اے خلیل! اب رب جلیل کے نام پر ذبیح اللہ
کو ذبح کر دو۔

آپ اچھی طرح اس خواب کے معنے نہ سمجھ سکے اور بہت سے اونٹوں کی قربانی
کی جب نویں شب میں پھر دیکھا کہ خود رب جلیل ارشاد فرما رہے ہیں اے خلیل! اسمعیل
کو ہمارے نام پر ذبح کر دو تو عرض کیا۔

الٰہی کس طرح ذبح کروں!

دسویں شب خلیل اللہ نے دیکھا کہ اسمعیل کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں
ان کے کپڑے اتار لئے ہیں۔ اور میں ان کے گلے پر چھری چلا رہا ہوں مگر پاس
ہی ایک دنبہ کھڑا ہے جو خلیل اللہ سے ذبیح اللہ کی سفارش کر رہا ہے۔
کہتا ہے کہ انہیں چھوڑ دیجئے اور مجھے ذبح کیجئے۔

دسویں ذی الحجہ کا دن ایک نہایت مبارک دن تھا جبکہ دونوں مقدس ہستیوں نے
قربانی کے اہم مرحلے طے کرنے۔ اور باپ بیٹے دونوں مکان سے نکل کر قربانی
بجا لانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ شیطان لعین یہ دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور جلدی سے ایک

بڈھے کی صورت میں حضرۃ ہاجرہ کے پاس آکر کہنے لگا۔

شیطان۔ آپ کو خبر ہے خلیل اللہ اسمعیلؑ کو کہاں اور کیوں لے گئے ہیں؟

سیدہ ہاجرہ۔ ہاں میں جانتی ہوں وہ دونوں کسی بڑے آدمی کے ہاں دعوت میں گئے ہیں۔

شیطان۔ بھولی بیگم یہ بات نہیں ہے بلکہ خلیل اللہ ذبیح اللہ کو ذبح کرنے کو جنگل میں لے گئے ہیں۔

سیدہ ہاجرہ۔ بیوقوف ہے دیوانہ ہے آج تک کسی باپ نے اپنی اولاد کو قتل کیا ہے جو خلیل اپنے فرزند کو قتل کریں گے۔

شیطان۔ آپ کو خبر نہیں انہیں خدا کی طرف سے یہی حکم ملا ہے۔

سیدہ ہاجرہ۔ اگر ایسا ہے تو زہے نصیب اس بچے کے جو مولا کی راہ میں قربان ہو جائے کاش میرے شوہر مولا کے نام پر مجھے بھی ذبح کر دیں تو میرے لئے یہ دن سب سے بڑی مسرت کا دن ہوگا معلوم ہوتا ہے تو شیطان ہے جو مجھے بہکاتا ہے۔ دور ہو مردود شیطان نے اپنا سا منہ لیکر گھٹا ہوا رہ گیا۔ دوڑا ہوا ذبیح اللہ کے پاس آیا اور وہی کہنے لگا جو ابھی سیدہ ہاجرہ سے کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا۔

اگر میرا خدا مجھے قبول کرے تو میرے لئے اس سے زیادہ مسرت کا موقعہ نہیں آسکتا دور ہو لعین میرے سامنے سے۔

اب شیطان خلیل اللہ کے پاس آیا اور کہا۔

شیطان۔ آپ کو کیا ہوگیا کہ آپ شیطانی خواب کے پیچھے اپنے معصوم بچے کو قتل کئے ڈالتے ہیں۔

خلیل اللہ۔ یہ تیرا وار بیکار ہے۔ میں تیرے بہکانے میں کب آسکتا ہوں۔ چل دور ہو۔

خدا کے کام میں جلدی کیجئے۔ آپ عنقریب خدا چاہے تو مجھے صابر پائیں گے۔

خلیل اللہ نے فرمایا۔ شاباش۔ مرحبا!! اور خدا کی رحمتیں تم پر ہوں۔ اے نور برادر تمہاری دانشمندی پر اے فرزند! تمہاری مرضی کے بغیر میں تمہارا ایسا کام نہیں کر سکتا تھا۔ الحمد للہ کہ تم بھی میرا ہاتھ بٹانے میں میرے برابر ہی کے ثابت ہوئے۔ نعم المعین ثابت ہوئے۔ اے فرزند! امر خدا کو پورا کرنے کے لئے میرے بڑے اچھے مددگار ہو۔

اسمٰعیل: ابا جان جلدی کیجئے ایسا نہ ہو۔ دیر ہو جانے سے مولا ناخوش ہو جائے۔ مگر میری تین وصیتیں یاد رکھئے (۱) میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیجئے تاکہ میں تڑپوں تو آپ کے کپڑے میرے خون سے آلودہ نہ ہوں ورنہ میں ناشکروں میں نہ ہو جاؤں (۲) مجھے اس طرح زمین پر لٹائیے کہ میرا منہ آپ کی طرف نہ ہو کہ آپ محبت پدری سے مجبور ہو کر میرے ذبح کرنے میں دیر لگائیں۔ (۳) میرے خون بھرے کپڑے میری اماں جان کو دیدیجئے تاکہ وہ انہیں دیکھ کر صبر کر لیا کریں۔

خلیل اللہ نے بیٹے کی وصیتیں قبول کیں ان کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیئے۔ اور انہیں زمین پر پچھاڑ کر پتھر پر چھری رگڑتے ہوئے بیٹے کے گلے پر رکھدی۔

ذبیح اللہ: ابا جان جلدی کیجئے۔ دیر نہ لگائیے مجھے واصل باللہ ہونے کا شوق بیتاب کر رہا ہے

پھیرتے بعد تکبیر کے گردن پہ چھری ۔ تھے تڑپتے قربان کو فرزند خلیل

خلیل اللہ نے زور سے چھری چلائی۔ لیکن تین مرتبہ مگر ذبیح اللہ کا ایک رواں بھی نہ کٹا۔

ذبیح اللہ۔ کیا آپ مجھ کو آزماتے ہی جائیں گے جواب تک تو چھری
میرے گلے پر پھیر رہے ہیں

جب خلیل اللہ نے کئی مرتبہ چھری تیز کر کے پیارے بچے کے نازک گلے
پر پھیری۔ اور خون تک نہ پڑا۔ تو ننھی سی بولتی ہوئی قربانی نے کہا۔

ذبیح اللہ: جناب، چھری کی نوک میرے گلے پر رکھکر اپنا پورا زور اُس پر دے
ڈال دیجئے۔ میرے ہاتھ پاؤں بھی کھولدیجئے کہیں ایسا نہ ہو فرشتے مجھے
بے صبرا کہیں۔

خلیل اللہ نے ایسا ہی کیا اور ذبیح اللہ سجدے میں سر رکھکر اللہ کے
لئے قربان ہونے کو تیار ہو گئے۔

خلیل اللہ نے چھری کی نوک فرزند کے گلے پر رکھی اور اس پر اپنا پورا
زور دے دیا

آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں میں شور مچ گیا۔

فرشتے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر

ذبیح اللہ۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

خلیل اللہ۔ اللہ اکبر وللہ الحمد۔

(یہی وہ کلمے ہیں جو ایام تشریق میں پڑھے جاتے ہیں)

معبود! اپنے اسمٰعیل پر رحم کر

تمہاری تو خواہش تھی کہ ابراہیم سے امتحان لیا جاتا اب دیکھو۔

ابراہیم کو بچہ زیادہ پیارا ہے۔ یا ہم
ہی اب رحم فرما۔

جب خلیل اللہ نے اپنا پورا زور چھری پر دیدیا تو ساتھ ہی دستے

خدا نے آپ کو دوبارہ زندگی دی۔ اور آپ کے فدیہ میں دنبہ بھیج دیا۔

اللہ اللہ! تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا مرتبہ ہے۔

دوسرا نکتہ دنبے کو بڑا بدلہ کیوں فرمایا اس لئے کہ یہ دو نبیوں کے بدلے میں ذبح ہوا تھا۔ ایک حضرت اسمٰعیل جو عمر میں بڑے۔ اور دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمر میں چھوٹے۔ مگر مرتبہ میں سب سے بڑے ہیں

بہرکیف۔ خلیل اللہ اور ذبیح اللہ نے تھوڑی دیر میں قربِ الٰہی کی لاکھوں منزلیں طے کرلیں اور دونوں خوش خوش اپنے مکان تشریف لے لئے دنبے کا گوشت پکوا کر لوگوں کو کھلایا۔ کھال کا دسترخوان بنایا اور اُون کی چادر بنوا کر بی بی سارہ کو اڑھائی۔ یہی چادر جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ لائے تھے۔ جو آپ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرما دی تھی۔ (تاریخ ابن خلدون۔ سیرۃ الانبیاء وغیرہ)

کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاہِیْمَ۔ یہ تمہارے نبی کے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔ پھر آپ نے پورا واقعہ زبانِ فیض ترجمان سے بیان فرمایا۔

اگرچہ ہم نقل کرتے ہیں اور نقل میں وہ ثواب نہیں تاہم ان تین دنوں میں قربانی کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔

ذبیح اللہ کون تھا؟ خلیل اللہ کو اللہ نے ایک دوسرے فرزند کی بشارت دی۔ وَبَشَّرْنٰہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (سورہ صٰفّٰت رکوع ۳) (اور خوشخبری سنائی اللہ نے خلیل اللہ کو اسحٰق نبی کی جو صالحین سے تھے)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق تھے مگر یہ سراسر غلط ہے
زیادہ بحث میں نہ پڑیے اور فبشرناہ بغلام حلیم فلما بلغ معہ السعی سے وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین
تک پڑھ لیجیے۔ وخود ہی فیصلہ کر لیجیے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا اور اللہ
تعالیٰ کے قول سے بڑھ کر کس کا قول سچا ہے۔

پہلے اللہ نے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی خلیل اللہ کو بشارت دی فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ
پھر ذبیح اللہ کے ذبح کا واقعہ بیان فرمایا۔ ان سب کے بعد اپنی خوشنودی کا پروانہ
مرحمت فرماتے ہوئے یہ بھی پیغام فرمایا اور جب خلیل اللہ اللہ کی سخت ترین آزمائش میں پورے اترے تو
خلیل کو نبی اور فرزند کی بشارت بھی دی مطلب یہ تھا کہ اے نبی تم اپنے اکلوتے
فرزند اسمٰعیل کو ہماری راہ میں قربان کرنے لائے تھے مگر ہم نے یہ بھی نہیں کیا کہ تمہارے
اور اپنے پیارے اسمٰعیل کو دوبارہ خلعت حیات مرحمت فرمایا اور ان کے بدلے میں
جنت سے فدیہ بھیجا۔ بلکہ ساتھ ہی اس کے صلہ میں ایک دوسرے فرزند نبی صالح
کی بشارت بھی سنا دی۔

جو ہمارے لئے ایثار کرتے ہیں ہم ان کو ایسے ہی بیش گراں بہا انعام
دیا کرتے ہیں بس فیصلہ ہو گیا اور اہل کتاب کے خیالات کی تردید قرآن مجید ہی سے
ہو گئی وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا اور اللہ کی بات سے بڑھ کر کس کی بات سچی
ہو سکتی ہے۔)

ہم اس موضوع پر بہت طویل بحث کرتے اور خود تورات سے یہ ثابت کر
دکھاتے کہ اہل کتاب کی تردید تورات سے بھی ہو سکتی ہے۔ یورپ اور عرب کی تاریخ
بھی [illegible] ثابت کرتے کہ اسلامی مورخین کے علاوہ یورپ کے تاریخدان بھی
ہماری [illegible] سب کچھ لکھتے مگر اسکو کیا کیجئے کہ عوام کی ذہنیت
ہی اس قابل نہیں کہ وہ یہ کتاب [illegible] میں پڑھ کر ان سے نتیجہ نکال سکیں۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ وقت کم رہجانے کی وجہ سے ہمیں خود بھی یہاں زیادہ عرض کرنیکا
موقعہ نہیں ملا۔ یہاں تو قرآن کریم سے اسمعیلؑ کا ذبیح اللہ ہونا ثابت کردیا گیا مگر رحمتؐ
للعالمین کی جلد ثانی میں کسی مناسب موقعہ پر عرب اور یورپ کے مورخین کے قول اور
ساتھ ہی مفسرین توراۃ کی کہی ہوئی رائے جو ہمارے دعوے کی صداقت میں ہے
وغیرہ وغیرہ سب کچھ بشرط حیات مستعار ہدیۂ ناظرین کرینگے۔

چونکہ مسلمانوں کے لئے قرآن کریم کے برابر دنیا میں کوئی کتاب نہ ہے نہ ہوسکتی ہے۔ اور
ہم رحمتؐ رحیم زیادہ تر مسلمانوں ہی کے لئے لکھ بھی رہے ہیں۔ لہذا قرآن کریم کی بین
وصریح شہادت مسلمانوں کے لئے دوسری کتابوں سے کہیں ارفع واعلی ہے۔ اسلئے
ہم نے یہاں زیادہ لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں جہاں فضل الاولین والآخرین نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل توراۃ وانجیل سے بہ ترتیب لکھے جائینگے۔
وہیں اس بحث کا بھی بہت اچھا موقع ہوگا۔ کیونکہ اس باب میں آقائے نامدار کے
فضائل بیان کرنے میں صرف توراۃ وانجیل ہی سے کام لیا جائیگا

تاہم یہاں بھی اپنے دعوے کی تصدیق میں اہل کتاب سے ایک سوال
کرنے کو جی چاہتا ہے۔

اگر ذبیح اللہ حضرت اسحاق تھے۔ تو یہودیوں میں قربانی کی رسم جاری
ہونی چاہئے تھی اب فیصلہ بھی اور صرف یہی ہوسکتا ہے کہ اگر قربانی یہود میں جاری ہے
تو حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔ اور اگر مسلمانوں میں قربانی رائج
ہے تو کیونکہ جد نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل کے ذبیح اللہ ہونے سے انکار کیا
جائے میں سمجھتا ہوں کہ اہل کتاب اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ اسلئے کہ رائج ہے
تیرہ سو برس سے مسلمانوں میں بحمد اللہ ذی الحجہ کی ۱۰۔۱۱۔۱۲ تاریخوں میں قربانی ہوتی
ہے جو برابر ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ بہرکیف ہمارے اور اہل کتاب کے طرز عمل

سے اُن کے دعوے کی تردید اور ہمارے قول کی تصدیق ہو گئی۔

نمرود کی خدائی کا خاتمہ

جس زمانہ میں خلیل اللہ نے بیت المقدس میں سکونت اختیار کی اُسی زمانہ میں جبرئیل امین کی معرفت حضرت خلیل اللہ کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہونچا کہ آپ نمرود کو سمجھانے کے لئے بابل جائیں فوراً آپ نے ارشادِ الٰہی کی تعمیل کی اور بابل پہونچکر نمرود کو بہت سمجھایا مگر اُس مردود متکبر کی سمجھ میں خاک بھی کچھ نہ آیا بلکہ اُس نے کہا کہ میں تمہارے آسمانی خدا سے (معاذ اللہ) مقابلہ کرونگا۔

بیان یہ بھی کیا جاتا ہے کہ نمرود نے ایک تابوت بنوایا اور اُس میں چار بھوکے گدھ باندھکر سوار ہوا۔ ایک مصاحب کو پاس بٹھا لیا اور گوشت کے چند ٹکڑے تابوت کے اوپر کی جانب باندھ دئے گدھ گوشت کھانے کے لئے اوپر کی جانب متوجہ ہوئے اور اس ترکیب سے نمرود کا تابوت فضائے آسمانی میں اڑنے لگا مصاحب نے جب نمرود کے اس فعل پر برا بھلا کہا تو اُس نے مصاحب کو تابوت سے دھکیل دیا جو زمین پر پہونچنے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ اب نمرود مردود کا تابوت اُڑتا اُڑتا بہت بلند ہو گیا اور ایک مقام پر اُس نے کمان میں تیر جوڑ کر آسمان کی طرف لگایا فوراً معبود کے حکم سے نمرود کے تیر میں تازہ خون لگا کر واپس کر دیا گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ بے غیرت جامے سے باہر ہو گیا خوشی کے مارے اچھل پڑا اور کہنے لگا۔ اب ہر جگہ میری ہی خدائی ہو گئی۔ پہلے یہ شبہ رب کا تھا اب اُس سے آسمانی خدا کا معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد خون بہا کر چھوڑا

اس کے بعد فوراً ہی نمرود نے گوشت کے ٹکڑے نیچے کی جانب باندھ دئے اور گدھ نیچے اترنے لگے یہاں تک کہ کچھ عرصہ میں نمرود کا تابوت زمین کے کھلے میدان میں پہونچا۔ اب نمرود کی خوشی کا کیا ٹھکانا تھا۔ مردود ازلی جوشِ مسرت سے اچھل پڑتا تھا تابوت کے زمین پر اترتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت چھائی کہ سب دھم دھم گرے اور بیہوش ہو گئے۔

جب ہوش میں آئے تو سب کی زبانیں الگ الگ ہوگئیں، اور کوئی کسی کی
بات نہ سمجھ سکا۔ نمرود سر اپنا پیٹتا۔ مگر کسی نے بھی اس کا مطلب نہ سمجھا۔ یہ اللہ
تعالیٰ کا یہی منشا تھا

پھر کہتے ہیں نمرود نے خلیل اللہ سے کہا

نمرود۔ دیکھو میں نے تمہارے خدا کو ہلاک کر دیا یہ خون بھرا تیر شاہد ہے۔ اب تم کو تو
پہچان میری خدائی ہوگئی۔

خلیل اللہ۔ مردود واہیات نہ بک۔ میرا خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ کس کی تاب
جو اُس کی جناب میں بے ادبی کرتا تو کجا اُسے دیکھ بھی سکے۔ اے مردود یہ غرور یہ گھمنڈ
کبر و نخوت کو دماغ سے نکال ڈال۔ اور صراط مستقیم پر چل۔

نمرود۔ میرا تیر اب تک خون میں بھرا ہوا ہے میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہتے ہو۔ اچھا
یہ تو بتاؤ تمہارے خدا کا لشکر کتنی تعداد میں ہے۔

خلیل اللہ۔ لا تعد و۔ (وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔ خدا کے سوا تیرے رب کے
لشکر کی تعداد کوئی نہیں جانتا)

نمرود۔ کچھ پرواہ نہیں جب میں تمہارے آسمانی خدا کو دنیا اور اُس کا ملک چھین چکا
تو اُس لشکر کی کیا حقیقت سمجھتا ہوں۔ اچھا جاؤ اور اپنے خدا کا لشکر تیار کرو۔

خلیل اللہ۔ مردود میرے خدا کے لشکر کو تیاری کی ضرورت نہیں۔

اسکے بعد نمرود نے چالیس دن کا عرصہ لشکر جمع کیا جو کوسوں تک پھیلا ہوا تھا
بعض روایات میں لشکر نمرود کی تعداد سات لاکھ مذکور ہے۔

بہرکیف عرصہ دراز تک مردود اڑا رہا بیہودہ و خوشامد میں پڑا رہا
آخر ایک دن جب پورا لشکر جنگ پر آراستہ ہوگیا۔ اور چالیس ہزار ساتھ کہہ زرہ پوش
صف بصف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ تو نمرود نے خلیل اللہ سے کہا۔

نمرود۔ اب اپنے خدا کے لشکر کو بلاؤ اور اُس سے کہو کہ مجھ سے تخت اور میری حکومت چھین لے۔

خلیل اللہ۔ کفر نہ بک بیہودہ گوئی سے باز آ۔ اور اللہ کو وحدہٗ لا شریک سمجھ تاکہ دُنیا کی بادشاہت کے ساتھ ساتھ آخرت کی بادشاہت بھی تجھے مل جائے۔

خلیل اللہ نے بڑا سمجھایا عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ مگر نمرود کی عقل پر پتھر رہا جسکا دہرانا فضول ہے۔ آخرکار خلیل اللہ نے نمرود سے مایوس ہوکر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ دعا بلند کئے

اے اللہ۔ اے زمینوں کو شیشہ تنوں کو پہاڑ۔ اور نمرودوں کو طاقتور بنانے والے۔ اب نمرود کا غرور حد کو پہنچ گیا اور وہ معاذ اللہ تجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اے اللہ اسکی فوج کو ہلاک کر دے۔

دعا قبول ہوئی اور چالیس یا ساٹھ لاکھ مچھروں کا لشکر دیکھتے دیکھتے میں سب سے زیادہ تیز مچھر ہی نمرود اور نمرودیوں پر آگرے۔ انمیں سے ایک مچھر سب کے ناک میں گھس گیا اور تیزی کے ساتھ ستانے لگا۔ کچھ ہی دیر میں سطحِ زمین پر لاشوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ اس طرح نمرود اور اُس کی ساری خدائی کا خاتمہ ہو گیا۔

اللہ کی بے پناہ طاقت کے مقابلہ میں کتنی حقیر فوج بھیجی گئی جس نے اپنی جان کے نقصان کے بغیر سب کا کام تمام کر دیا۔ اور خدا کا شکر ادا کرتی ہوئی غائب ہو گئی۔

نکتہ ۔ نمرود نے خلیل اللہ سے کہا تھا کہ تمہارے خدا کی حکومت تو ایک مچھر پر بھی نہیں۔ یہی نکتہ پکڑ لیا گیا۔ اور اللہ نے مچھروں ہی کا ایک لشکر بھیجکر اُسے معہ لشکر کے غارت کر دیا۔

ڈرا اے انسان ڈرا خدا کے قہر و غضب سے ڈر۔۔۔ اور اُس کا نافرمان نہ بن

تیری عزت حکومت۔ دولت۔ امارت طاقت کیا چیز ہے جس خدا نے بڑے
بڑے سرکشوں کو خاک میں ملا دیا۔ اس کے سامنے۔ ع

تیری ہستی کیا ہے تیری بات کیا
تیری ہستی کیا تیری اوقات کیا

ناشکرا نافرمان نادان انسان کبھی اپنی زبان سے غرور کا کلمہ نہ نکال اپنے
آپ کو دنیا بھر سے زیادہ حقیر سمجھ۔ اور موتوا قبل ان تموتو کا مصداق بنجا تاکہ
خدا کی رحمت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تیرے ساتھ ہو۔
بہرکیف نمرود کے جھگڑے سے فراغت پاکر خلیل اللہ نے خداوند جلیل کی
درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔

نوٹ:۔ آپ کی حیات طیبہ کے بہت سے کارنامے اور آپکے بشارفضائل ہیں
جو طوالت کے خوف سے زیب صفحات نہ ہو سکے۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر

خلیل اللہ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسی جنگل بیابان اور گھنے جنگل میں جاؤ جہاں اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑ آئے تھے
اور خانہ کعبہ کی تعمیر کرو۔ حکم ربانی کی تعمیل کے لئے فوراً خلیل اللہ مکہ معظمہ تشریف
لے گئے۔ اسوقت ذبیح اللہ کی عمر تیس سال بتائی جاتی ہے۔

صحیح بخاری جب خلیل اللہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے ارادے سے مکہ معظمہ پہنچے
تو ذبیح اللہ شکار کھیلنے کے لئے تیروں کو درست کر رہے تھے۔ بہرکیف خدا کے
دونوں برگزیدہ بندوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ خود حق جل مجدہ فرماتا ہے
وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
سیپارہ البقرہ رکوع ۱۴۔ (اور جب ابراہیم اسمعیل علیہ السلام کے ساتھ خانہ کعبہ کی بنیادیں
بلند کر رہے تھے۔ (تو یہ دعا کرتے تھے۔ الٰہی ہماری یہ خدمت قبول فرمالے کیونکہ تو ہی

سننے اور جاننے والا ہے۔

اللہ اکبر! ان دونوں پیغمبروں کے مراتب اللہ نے کس درجہ بلند فرمائے ہیں کہ اپنے خاص گھر کی تعمیر ان دونوں مقدس ہستیوں سے کرائی۔

اسوقت جب دونوں بزرگ خانۂ کعبہ بنانے میں مصروف تھے آفتاب عالمتاب رسالت ماہتاب فلک نبوت سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نور حضرت اسمٰعیل ؑ کی پیشانی مبارک سے سورج کی شعاعوں کیطرح چمک چمک کر اس مقام کو نور علیٰ نور کر رہا تھا۔ ہاں اس خانۂ کعبہ کی تعمیر میں رسول اکرم رؤف رحیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی شریک تھا۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ اینٹ پر گارا لگاتے تھے تو اینٹ خود بخود ہاتھ سے چھوٹ کر دیوار میں لگجاتی تھی۔ اسی وجہ سے خلیل اللہ نے تھوڑی سی مشقت کے بعد خانۂ کعبہ تعمیر کر دیا۔

ہاں یہ اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ دو نبیوں کے ہاتھوں بہت تھوڑے عرصہ میں بیت اللہ کی تعمیر ہو گئی۔ آدم علیہ السلام کے واقعہ سے لیکر یہاں تک نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ ہر اہم واقعہ میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب انبیاء کرام کو کامیابی حاصل ہو گئی۔ اور ہمارے اس دعوے کی تصدیق کہ آپ کی نبوت اصل ہے جملہ انبیاء کی نبوت کے مقابلہ میں

حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک اللہ نے بندوں کو تدریج ترقی رحمت فرمائی جس طرح بچہ پیدا ہوتے ہی نہیں چلنے لگتا۔ اسی طرح دنیا پیدا ہوتے ہی مہذب خلیق۔ متواضع۔ متمدن وغیرہ نہیں ہو گئی تھی بلکہ جس طرح بچہ رفتہ رفتہ ترقی کر کے جوان ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل دنیا بھی تدریجی ترقی کرتے کرتے اسوقت جوان ہو گئے۔ جب آنحضرت ہمارے مولا سے ذی وقار امت کے والی گلشن اسلام کے مالی۔ فخر

دو عالم حضور محمد رسول اللہ علیہ وسلم جہانِ خاکدان کا اجالا ہوئے۔ وہ جو جس کے سامنے چاند سورج گرد ہو گئے

چونکہ بچوں کی تعلیم کے لئے اتالیق کی ضرورت ہوتی ہے اور شریعت کے احکام کا انپر پورا نفاذ نہیں ہوتا اس لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے دنیا میں تشریف لاکر اہلِ دنیا کو تعلیم اور تربیت دی۔

کتاب المعارف | جن میں تین سو پندرہ نبی اور رسول تھے۔ اسی لئے تمام انبیاء کا دین بھی کامل نہ تھا۔

جب اہلِ دنیا جوان ہو گئے۔ تو سرتاجِ انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا حکم نافذ ہو گیا یعنی جب بچوں کی تعلیم و تربیت کا زمانہ ختم ہو گیا اور انہوں نے گلشنِ شباب میں قدم رکھا تو غیبن قضا و قدر نے اپنے حبیب اپنے پیارے اور اپنے سب سے برگزیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گلشنِ عالم میں بھیجا۔ چنانچہ آجتک اور قیامت تک آپ ہی کی شریعت جاری ہے اور رہیگی۔ اب اس کامل شریعت میں کسی قسم کی تبدیلی ہونا غیر ممکن ہے۔

بہرکیف جملہ انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی نبوت اصل ثابت ہے۔ اللھم صل
علی سیدنا و مولٰنا محمد و علی آلِ سیدنا و مولٰنا محمد و بارک وسلم

ایسے آقائے نامدار پر امت ہزار بار کیوں نثار نہ ہو جائے جو اپنی امت ہی کے نہیں بلکہ جملہ انبیاء کے بھی سردار ہیں۔ بد نصیب ہیں وہ لوگ۔ بد قسمت ہیں وہ انسان جن کے دلوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اثر نہیں رہا۔ اور خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں خوش بخت ہیں وہ آدمی جن کے دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مزین ہیں اور جن کے لبوں پر اکثر اوقات محبت بھرے نذرانۂ درود جاری ہو جاتا ہے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد بجاہ

حسنہ دیجی

اے گمراہ ہستی کب تک جہالت کی تاریکی میں بھٹکتی رہیگی۔ آفتاب توحید کی روشنی میں آ اور ماہتاب نبوت کے نور سے مستفیض ہو جا۔ تیرے اندھیرے دل میں اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور محبت کی شمع روشن ہو اور اس ویرانے کے عالم میں بے اختیار دل سے اللہ اللہ کی صدا بلند ہو جائے اور لبوں پر درود شریف جاری ہو جائے تو تو بھی وہ ہستی ہوگی جو آسمان انوار پر ایک درخشندہ ستارہ ہو جائے۔ اور مرنے کے بعد بھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار لقب سے ممتاز ہو سکے۔

دل میں ذکر اللہ کا لب پر محمد مصطفےٰ — وہ اگر کعبہ بنا تو یہ مدینہ ہو گیا
ہو خدا کی بھی محبت عشق روحانی کے ساتھ — وہ ہی انگشتری تو یہ نگینہ ہو گیا

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب خانہ کعبہ کی دیواریں قد آدم تک پہونچیں تو ایک سادہ پتھر کی ضرورت محسوس ہوئی جس پر کھڑے ہو کر خلیل اللہ نے بیت اللہ کی تعمیر انجام کو پہنچائی اس پتھر پر آپ کے مبارک قدموں کے نشان ہو گئے۔ یہ پتھر اب بھی موجود ہے۔ اور مقام ابراہیم کے شاندار نام سے مشرف ہے

جب خانہ کعبہ کی تکمیل ہوگئی تو جبرئیل علیہ السلام کی معرفت اللہ تعالیٰ نے بہشت سے ایک پتھر بھیجا جو حرم محترم میں نصب کیا گیا۔ ساتھ ہی جب درخواست دونوں مبارک نبیوں سے عہد لیا۔ وَعَہِدْنَا اِلٰٓی اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔ سورہ بقرہ۔ پارہ اول۔ رکوع ۱۵ اور جب عہد لیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے کہ رکھیں ہمارے پاک گھر کو طواف کرنے اعتکاف کرنے۔ اور رکوع و سجود بجا لانے والوں کے لئے پاک و صاف رکھیں

تاریخ گواہ ہے کہ سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ہجری ۸ میں

خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرما کر اپنے دادا جان خلیل اللہ کی بنا کی تکمیل فرما دی جس کی حرمت آج تک قائم ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گی۔ خلیل اللہ ہر سال آتے اور حج کرتے تھے۔

کچھ اور مختصر واقعات

جب حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ تو خلیل اللہؑ کی عمر ایک سو سال کی تھی۔ مقدسہ سارہ نے ایک سو ستائیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ (کتاب المعارف) اور سرزمین کنعان کے ایک قریہ "جبروت" میں (جو جبرون کے ملک میں تھا اور جسے خلیل اللہ نے خرید لیا تھا۔) دفن ہوئیں۔

سیدہ ہاجرہ و مقدسہ سارہ کے بعد خلیل اللہ نے قنطورا اور حضرت حجورا سے نکاح کیا۔ قنطورا سے یقشان۔ زمران۔ مدان۔ مدین۔ چار فرزند پیدا ہوئے۔ اور حجورا سے اشبق۔ شوخ۔ کیسان۔ فروخ۔ امیم۔ لوطان۔ نافس۔ سات لڑکے پیدا ہوئے اور اس طرح حضرت خلیل اللہ کے تیرہ فرزند نرینہ ہوئے۔

حضرت خلیل اللہ نے ایک سو پچھتر سال اور بقول وہب دو سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ [illegible]۔ آپ کے جنازہ میں حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق دونوں مقدس نبی اور ان کے بھائی شامل تھے۔ آپ مقدسہ سارہ کے پاس ہی جبرون میں دفن ہوئے

آپ ہی کی ریش مبارک میں سب سے پہلے سفید بال آئے تھے۔ اور آپ ہی کی شریعت کی بہت سی باتیں اس شریعت میں جاری ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ عرب میں اور حضرت اسحاق شام میں مقیم ہے۔ ذبیح اللہ کے بارہ فرزند ہوئے جو بارہ قبیلوں کے سردار تھے تاریخ میں ان کے یہ نام بتائے جاتے ہیں:

نبیت۔ قیدار۔ ادبیل۔ مبشام۔ سمعا۔ دومہ۔ مشا۔ حدد۔ تیما۔ یطور۔ نفیس۔ قدمہ

آپکے دوسرے فرزند قیدار نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہوئے۔

حضرت ذبیح اللہ نے ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنی والدہ حضرت ہاجرہ کے پاس حجر میں دفن ہوئے۔

اللہ اکبر انھیں اللہ کی دعا نے قبولیت کا کس قدر بلند درجہ حاصل کیا کہ آپ کے اور فرزند وفات کے بعد بھی خانہ کعبہ کے قریب ہی رہے۔

دعا کے الفاظ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ سورۂ ابراہیم ع ۶ اے رب میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ اس جنگل میں جہاں کھیتی نہیں ہوتی۔ تیرے محترم گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے ہمارے رب۔ کہ یہ نماز پڑھیں۔ تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں۔ اور انہیں پیداوار میں سے روزی دے۔ تاکہ یہ تیرے شکرگذار ہوں!

کتاب المعارف جب ذبیح اللہ کی اولاد کثرت ہوگئی اور مکہ میں نہ سما سکی۔ تو بہت سے لوگ مختلف شہروں میں گئے۔ اور خدا کے فضل سے انہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی اور وہ وہیں رہنے لگے۔

الٰہی ہزار ہزار درود و سلام بھیج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل پر جیسے تونے درود و سلام بھیجے۔ ابراہیم اور آل ابراہیم پر

بھیج پیغمبر اور اُن کی آل پر تو
ہم مسلمانوں کی تسلیمات تو

آمین یارب العالمین

کسی اور کو بڑی لغزشیں نہیں سکتے ہوں۔

اللہ اکبر! اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی کس قدر زبردست حفاظت کی گئی ہے کہ سارا عالم ایسی دوسری مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ جس طرح موتیوں کی ڈھیریوں میں سے چند ہی موتی منتخب ہوتے ہیں اور اُن چند میں بھی دیکھتے دیکھتے ایک موتی سب پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے اسی طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم میں چند نبی اپنی اولوالعزمی ایثار، اخلاق وغیرہ کی وجہ سے بارگاہ لم یزلی میں زیادہ ممتاز ہو گئے جیسے آدم نوح، ابراہیم، اسمعیل، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سے دوسرے انبیاء کی شان میں فرق نہیں آتا۔ جس طرح ہر موتی قدر کے قابل ہے اور دنیا بھر کے کنکروں اور پتھروں کا بادشاہ ہے اسی طرح ہر نبی ایک ایسا گوہر یکتا ہے جس کی ضو نے دور تک دنیا کو منور کر دیا۔ وہ ہر نبی جہان بھر کے انسانوں سے لاکھوں کروڑوں درجہ افضل ہے۔

لیکن دنیا بھر کے بڑے بڑے بادشاہوں کو جمع کر لیجیے پھر بھی چند میں خصوصیات پائی جائیں گی جس طرح چند بادشاہوں کی خصوصیات سے تمام بادشاہوں کے مرتبوں میں کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح چند انبیاء کی تخصیص سے جملہ انبیاء کے مراتب میں فرق نہیں آسکتا۔

ہاں چند انبیاء بارگاہ الٰہی میں ممتاز ہوئے اور ان چند میں بھی یکتا و ... صرف ایک در یتیم آفتاب عالم تاب عرب گلستان فخر دوجہان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اور اسی لئے روز ازل ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس مبارک نبی کے نسب کی خود حفاظت فرمائی۔ مقدس ہیں وہ نبی جنہیں ... انبیاء کرام میں تو معبود نے ممتاز بنا دیا۔ اور مبارک ہے یہ امت جو خدا کے ...

پیارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام بنا دی گئی صلی اللہ علیہ وبارک وسلم

شجرۂ مبارکہ

جو شجرہ پیش کیا جا رہا ہے وہ ہمارے نزدیک اتنا صحیح ہے کہ اس سے بہتر حضورِ اکرم کا شجرۂ نسب تمام عالم نہیں پیش کر سکتا۔ یہ شجرۂ طیبہ ہم نے کہاں سے لیا کون کون سی کتابیں ہمارا ماخذ ہیں۔ انسابِ عرب حضور کے کنبے کی تاریخ کیا ہے ہم اس شجرۂ مبارک کو سب سے زیادہ صحیح کیوں سمجھتے ہیں۔ وغیرہ۔ ان تمام سوالات کا جواب انشاءاللہ جلد ثانی میں پیش کیا جائیگا۔ یہ تفتیش عوام و خواص کے لئے اسقدر دلچسپ اور پُر معلومات ہوگی کہ قارئین کرام متحیر رہ جائیں گے۔ اور اس عنوان کو ایک بہترین خزینِ معلومات سمجھیں گے۔ چونکہ یہاں شجرۂ طیبہ کا بہت ضروری تھا اس لئے شجرۂ مبارکہ پیش کر دیا گیا۔ اور اس کے تمام متعلقات کی دلچسپ تفصیل انشاءاللہ جلد ثانی میں مناسب مقام پر پیش کی جائیگی۔ جہاں ہمیں عربوں کے اقسام پر بھی بحث کرنی ہے۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شجرۂ طیبہ پیش کرنے سے پہلے آقائے نامدار کی بارگاہ میں خلوص سے لبریز اور محبت بھری زبان سے بہ ہزار ادب و احترام درود شریف کا تحفہ نذر گذاریں۔ اس رحمت آقائے نامدار کے حضور میں جس کا شجرۂ نسب تمام جہان سے افضل اور جس کی ذاتِ والا صفات ساری دنیا کے لئے رحمت الٰہی ہے۔ جسے بارگاہِ لم یزلی سے سید المرسلین خاتم النبیین رحمت للعالمین رؤف رحیم وغیرہ کے خطابات اور لازوال خلعت مرحمت ہوئے اور جس کے باعث یہ گناہگار امت بھی خیر الامم کے بہترین لقب سے ملقب ہو گئی۔ اسی آقائے نامدار کے حضور میں شجرۂ طیبہ کے زینت دینے والے درود و سلام پیش کیجئے کیونکہ ادب کیفیت۔ عقیدت اور محبت کا تقاضا یہی ہے۔

درود و سلام: اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

یا خدا شفیعِ عالم پر سلام — یا خدا سردارِ اعظم پر سلام
یا خدا اس فخرِ آدم پر سلام — یا خدا اس ذاتِ اکرم پر سلام
حضرتِ ... ہو جن کے نام پر — جو سلام ... سدا اسلام پر

شجرۂ مبارکہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ سنہ ۱۹۹۶ قبل مسیح
آپکے صاحبزادے اسمٰعیل سنہ ۱۹۱۱ ،،
اُن کے بیٹے قیدار
ان کے ،، عوام
ان کے ،، عوص اول
ان کے ،، مر
ان کے ،، سمای
ان کے ،، رزح
ان کے ،، ناحب
ان کے ،، مقصر
ان کے ،، یہام
ان کے ،، افتد
ان کے ،، عیسے
ان کے ،، حسان
ان کے ،، عقان
ان کے ،، ارعوا
ان کے ،، ہری
ان کے ،، سین
ان کے بیٹے حمرنہ
ان کے ،، رنا
ان کے ،، عبید
ان کے ،، عنقف
ان کے ،، عسقی
ان کے ،، ماحی
ان کے ،، ناحر
ان کے ،، فاجم
ان کے ،، کالح
ان کے ،، بدلان
ان کے ،، یلدارم
ان کے ،، حسرا
ان کے ،، ناسلی
ان کے ،، ابی عوام
ان کے ،، مقساولی
ان کے ،، برز
ان کے ،، عوص دوم
ان کے ،، سلامان اول

ان کے بیٹے الہمیسع اول
ان کے " ادد اول
ان کے " عدنان اول [illegible] قبل مسیح
ان کے " معد اول [illegible] قبل مسیح
...... ہمعصر یرمیاہ نبیؑ
ان کے " حمل
ان کے " نابت
ان کے " الیسع
ان کے " ادد دوم
ان کے " اد
ان کے " عدنان دوم
ان کے " معد ثانی
ان کے " نزار
ان کے " مضر
ان کے " الیاس
ان کے " مدرکہ
ان کے " خزیمہ

ان کے بیٹے کنانہ
ان کے " النضر
ان کے " مالک
ان کے " فہر
ان کے " غالب
ان کے " لوی
ان کے " کعب
ان کے " مرہ
ان کے " کلاب
ان کے " قصی
ان کے " عبد مناف
ان کے " ہاشم
ان کے " عبد المطلب
ان کے " عبد اللہ
اور
ان کے فرزند ارجمند حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عدنان کے بعد سے علماء کے نسب میں کچھ اختلاف ہے۔ مگر تلاش و تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عدنان کے بعد کا شجرہ بھی جو ہم نے پیش کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک شجرہ ہم باب

ابوالانبیاء میں پیش کر چکے ہیں۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام سے حضور محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم تک شجرۂ طیبہ مکمل ہو گیا۔

اس شجرہ کے ساتھ ساتھ اُن تمام حضرات کی مختصر کیفیات بھی لکھنے کا
خیال تھا اور کچھ لکھا بھی تھا۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں قارئین کی طبیعت اکتا نہ جائے
اور طوالت بیجا بھی ہو جائے قلم زد کر دیا گیا

تاہم اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ یہ سب حضرات اپنے اپنے قبائل میں ممتاز
حیثیت رکھتے اور یہ کہ یہ آئینوں میں نورِ مصطفوی کے طفیل فتحیاب رہتے تھے
ان میں اکثر کثیر العیال و بعض تھیں اولادوں میں کسی ایک کی کتابِ حیات
کا ایک صفحہ بھی ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں اُن لوگوں نے کسی پر بھی ظلم و
ستم کئے ہوں یا نفسانی خواہش کے تحت کسی ایک کے دل میں بھی کوئی
گندہ خیال آسکا ہو۔

ان تمام حضرات کی سیرت شرمناک گندوں سے بالکل پاک ہے۔
اس لئے کہ ان آئینوں میں نورِ محمدی کا انعکاس موجود تھا۔ لہٰذا اللہ نے ان
آئینوں کو ہر قسم کی کدورت سے پاک و صاف رکھا۔

خود آقائے نامدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

(۱) اوسط طبرانی | حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لوگو میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ سفاح (بدکاری) سے نہیں۔ آدم تا والدِ گرامی
سفاح سے سب لوگ پاک و صاف رہے۔ زمانہ جاہلیت میں جو بدکاری ہوتی تھی
میرے تمام آباء کرام اور امہات العظام بالکل پاک رہے ہیں۔ لہٰذا میرا نسب ہر
برائی اور گندگی سے منزہ ہے۔

(۲) مواہب لدنیہ | ابو خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سنا

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے تمام بزرگوں میں کوئی ایک مرد و عورت بھی سفاح کی غرض سے نہیں ملے یعنی جس قربت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں دخل نصیب تھا وہ بغیر نکاح کے نہیں ہوئی۔

غرض آپ کے تمام آباؤ اجداد امہات سفاح (بدکاری) کی گندگی سے مبرا اور منزہ رہے۔ جبھی تو میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی خود حق جل مجدہ نے حفاظت فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ آج ایسا شجرہ حسب و نسب ساری دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا نسب بھی دھبوں سے پاک نہیں لیکن سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ایسا ہے جو تمام انساب میں ممتاز ہے۔

(۳) مشکوٰۃ حضرت عباسؓ کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد عبد اللہ کا بیٹا ہوں۔ اور عبد المطلب کا پوتا ہوں حق تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا فرمایا تو مجھ کو سب سے اچھے گروہ میں بنایا۔ (عرب میں) پھر عرب کے کئی قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے قریش میں پیدا کیا۔

قریش میں متعدد خاندان بنائے اور مجھے سب سے اچھے خاندان بنی ہاشم کا فرزند بنایا۔ لہذا میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندانی حیثیت میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

سبحان اللہ کیا کہنا آپ ہر حیثیت اور ہر مرتبہ میں سب سے ممتاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہی کے سر پر الیوم اکملت لکم دینکم کا سہرا باندھا گیا تھا۔ بھلا آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا تھا۔ آپ ہی نے تو عرب کی جنگلی اور وحشی قوم کو مہذب اور متمدن بنایا۔ اور آپ ہی کے آفتاب رسالت کی نورانی شعاعوں نے ایک عالم کو منور کر کے گرویدہ بنا دیا۔ کیا تاریخ عالم کوئی ایسا شخص اعظم پیش کر سکتی ہے جب

نے مدینہ منورہ کی دس سالہ حیاتِ طیبہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار غلام بنائے
ہوں ان کے علاوہ بہت سے اور کفار بھی مشرف بہ اسلام ہوئے ہوں یہی
نہیں آج بھی اس نام پر جان و دل قربان کرنے والے چوبیس کروڑ سے زیادہ
موجود ہوں نہیں نفس تاریخ عالم ایسی کوئی مثال پیش نہیں
کر سکتی۔ ہم حضور کے عالی النسب ہونے کے متعلق احادیث بھی زیبِ قرطاس کرتے
لیکن خیالِ طوالت ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم سردست ان ہی احادیث پر اکتفا
کریں۔ انشاء اللہ رؤف رحیم کی دوسری جلد میں ہم ان احادیث کو مناسب
عنوانات میں زیبِ صفحات کریں گے۔

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عرب کا مختصر جغرافیہ اور کعبہ
متعلقات کی چند سطور رقم کی جائیں۔

عرب کا مختصر جغرافیہ

ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے جو براعظم کے جنوبی مغرب گوشہ کی حد پر واقع ہے
اس کی شرقی حد خلیج فارس و دریائے عمان جنوبی بحر ہند و مغربی بحر احمر کی
ہے۔ یہ جزیرہ نما چار حصوں میں تقسیم ہے۔ الحجاز۔ تہامہ جس میں یمن بھی شامل ہے۔
نجد۔ و عمان۔ اس جزیرے کے بیشتر حصص سوائے طائف و مدینہ وغیرہ
کے ریگستان اور کوہستان ہیں جہاں زراعت کسی طرح پیدا نہیں ہوتی اس
کے باشندے دودھ اور گوشت پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ سمندر کے کنارے
رہنے والے تجارت پیشہ ہیں۔ ان کے علاوہ وحشی اور کوہستانوں میں جری
جن بدوؤں کے اخلاق نے دنیا کو الٹ پلٹ کر دیا۔ ان میں بھی

حمیدہ کی بنت قریش سی ہو۔ لہٰذا آپ یہاں تشریف لے۔ میں دونوں کی آپ
سے رشتہ کی عزت حاصل کر سکوں۔ ظاہر تو یہ باتیں تھیں۔ مگر حقیقۃً نور محمدی
کو ہرقل اپنے گھرانے میں لینا چاہتا تھا۔

حضرت ہاشم نے ہرقل جیسے بادشاہ کی درخواست نامنظور کر دی اور
آپ کی شادی حضرت سلمہ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم
خزرجی سے ہو گئی۔

محترمہ سلمی اپنے حسن و جمال کے لحاظ سے تمام زہرہ میں ممتاز تھیں۔ نور
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے زمانہ کے بعد حضرت عبدالمطلب کی پیشانی
میں چمک اٹھا جن کا حسن و جمال اور رعب و داب ایسا تھا کہ آپ سارے
قریش کے سردار بنا دیئے گئے

مواہب لدنیہ

وکان عبد المطلب یفوح منہ رائحۃ المسک الاذفر وکان نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یضیء فی غرتہ وکانت قریش اذا اصابہا قحط شدید تاخذ بید
عبد المطلب فتخرج بہ الی ثبیر فیتقربون الی اللہ ویسئلونہ ان یسقیہم
الغیث فکان اللہ یغیثہم ویسقیہم ببرکۃ نور محمد رسول اللہ علیہ
وآلہ وسلم غیثا عظیما۔ حضرت عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو
آتی تھی۔ اور نور محمدی آپ کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ جب قریش کو قحط سالی
ستاتی۔ تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر پر جاتے۔ اور حق تعالیٰ سے
مینہ کی دعا مانگتے۔ خدا ان کی دعا قبول فرماتا۔ و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نور کی برکت سے خوب مینہ برسنے لگتا۔

تاریخ الخمیس تاریخ الکامل شمس التواریخ وغیرہ زمانہ عبد المطلب

قبل چاہ زمزم بند ہوکر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا تھا وجہ یہ تھی کہ
شہر دین بحارث سردار مکہ دشمنوں کے خوف سے بدحواس ہوکر شب ہی
ڈر کر کچھ مال واسباب ساتھ لیکر یمن چلا گیا۔ اور چلتے وقت چاہ زمزم بند کرتا
گیا۔ جو سو سال سے زیادہ زمانہ تک زمزم کا کنواں بند رہا۔ اور کچھ ایسا
نسیاً منسیا ہوگیا کہ اس کی جگہ تک لوگوں کو یاد نہ رہی۔ ایک رات حضرت عبدالمطلب
حطیم میں آرام فرما رہے تھے۔ یکایک خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ زیدہ
پکار رہا ہے۔ عبدالمطلب! ایک پاک چیز مخفی ہے زمین کھود کر نکال لو۔ عبدالمطلب
کی سمجھ میں نہ آسکا کہ انہیں کس چیز کا اشارہ ہو رہا ہے۔ دوسری رات پھر خواب
میں یہ آواز سنی۔ عبدالمطلب زمین سے ایک مبارک چیز نکال لو۔ تیسری شب
پھر بشارت ہوئی۔ احفر زمزم لا تنزف ولا تذم (اے عبدالمطلب زمزم
کھود کر نکال لو یہ ایک کنواں ہے جس کا پانی نہ کبھی کم ہوتا ہے۔ نہ خشک۔ حضرت
عبدالمطلب کے استفسار پر ہاتف نے کہا بین الفرث والدم عند نقرۃ الغراب
الاعصم (اس کے بیچوں بیچ جہاں ذبح کے جانوروں کا خون اور گوبر
پڑا ہے۔ ایک چتکبرا کوا تمہیں زمین میں چونچ مار کر نشان بتادے گا۔

دوسرے دن حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیکر
چاہ زمزم کا نشان ڈھونڈ نکالا۔ اور تھوڑی محنت کے بعد زمزم کا کنواں برآمد
ہوگیا۔ جو آج تک ایک عالم کو مستفیض کر رہا ہے۔

چاہ زمزم جاری ہوا تو قریش اس پر ٹوٹ پڑے اور اپنا اپنا دعوی
ثابت کرنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا عرصہ دراز سے یہ کنواں مخفی تھا۔ مجھے
میرے خدا نے اس کا علم دیا اور میں اسکے ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔
لہذا اسکے میری ملکیت ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ بڑی بحث کے بعد یہ تجویز

عبد المطلب کو نکاح کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کا نکاح قیلہ اور ان کی وفات کے
بعد فاطمہ سے ہوگیا۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ

بینما عبد المطلب نائم فی الحجر اذ
رای مناما کان سلسلۃ من فضۃ
خرجت من ظهره لها طرف فی السماء وطرف فی الارض وطرف فی مشرق وطرف فی مغرب
ثم عادت کانها شجرة قد نال راسها السماء وضربت باغصانها المشرق والمغرب
وما رایت نورا ازهر منها اعظم من نور الشمس سبعین ضعفا ورایت
العرب والعجم لها ساجدین وهی تزداد کل ساعة عظما ونورا وارتفاعا
ورایت رهطا من قریش قد تعلقوا باغصانها ورایت قوما من قریش
یریدون قطعها فاذا دنوا منها اخذهم شاب لم ار قط احسن منه وجها
ولا اطیب منه ریحا فیکسر اظهرهم ویقلع اعینهم فرفعت یدی لاتناول
منها نصیبا فلم انل فقلت لمن النصیب فقال للذین تعلقوا بها
وسبقوک۔ عبد المطلب نے ایک شب حطیم میں سوتے ہوئے خواب دیکھا کہ
چاندی کی ایک زنجیر میری کمر سے نکلی جس کا ایک سرا آسمان اور دوسرا زمین پر
تیسرا مشرق اور چوتھا مغرب میں ہے پھر یکایک وہ زنجیر درخت کی صورت
میں تبدیل ہوگئی جس کی بڑی شاخیں تو آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور
نیچے کی ٹہنیاں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ درخت انتہا سے زیادہ روشن
منور و حسین ہے یہاں تک کہ اس میں آفتاب سے ستر حصے زیادہ چمک ہے سب
عرب اور عجم کے لوگ اس نورانی درخت کو سجدہ کرتے ہیں۔ لحظہ بلحظہ اس
درخت کی روشنی کی شان و رفعت زیادہ ہوتی جاتی ہے کچھ قریشی اس کی
ٹہنیاں پکڑ کر لٹکے ہوئے ہیں اور بعض اس عجیب و غریب شجر کو کاٹنا چاہتے

خواجہ عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر خدائے عزوجل مجھے دس فرزند
مرحمت فرمائیگا تو میں ایک بچہ راہ خدا میں ذبح کر دوں گا۔ اور جب وقت پیدا
زمزم کی تلاش میں کھودتے ہوئے دو روز گذر گئے۔ اور زمزم کا نشان
نہ ملا تو خواجہ عبدالمطلب نے اس منت کی تجدید اس طرح کی۔

اے اللہ اگر زمزم اور اُس کے ساتھ جو خزانہ مدفون ہے وہ جب تک
ظاہر ہو گیا تو میں اپنے ایک بچے کو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔

دوسرے ہی روز چاہ زمزم بہت سا سونا چاندی، برتن، منقش
اور کچھ خود و زرہ وغیرہ سب چیزیں برآمد ہو گئیں۔ اس دولت سے مکہ خانۂ خدا کا
پھاٹک تعمیر بنایا گیا۔

اب حضرت عبدالمطلب نے ایک کاہن سے اپنی منت بیان کی۔ وہ اس
کو سنکر کہ واقعی آپ کو ایک فرزند راہ خدا میں قربان کرنا چاہیے۔ آپ نے
اپنے بچوں پر قرعہ ڈالا۔ تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ لیکن آپکے عزیز و اقارب نے
بڑا الحاح و زاری کی۔

عبداللہ سب سے زیادہ حسین جمیل، فیاض، حق شفیق، خدا رسیدہ اور محبوب
ہیں۔ ہم انہیں ہرگز ذبح نہ ہونے دیں گے۔

تو حضرت عبدالمطلب نے کاہن کے مشورے کے موافق دس اونٹ ذبح
کرائے (اس زمانے میں نذر کی قبولیت اس طرح بھی جانی جاتی تھی کہ آسمان سے
ایک آگ آتی اور قربانی کی چیزوں کو جلا جاتی۔ اور اگر ایسا نہ ہو، تو نذر مقبول
نہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ جو اونٹ ذبح کئے گئے تھے انہیں آگ نے آ کر جلا دیا تو خواجہ عبدالمطلب
اور سو اونٹ ذبح کرنے [illegible] آسمانی [illegible] خوشبو
وغیرہ بہت میسر رہی اور سب نے شکر ادا کی۔

بہرکیف حضرت عبداللہ ذبح ہونے سے محفوظ رہے۔

معلومات۔ خواجہ عبدالمطلب کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے شیبہ سفید اشعر کو کہتے ہیں۔ اس لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت خواجہ عبدالمطلب پیدا ہوئے تو آپ کے سر میں چند سفید بال بھی تھے۔

آپ کو آپ کے چچا مطلب نے پرورش کیا تھا۔ آپ چونکہ ان کے زیر احسان تھے کہ آپ اپنے کو عبدالمطلب کہنے لگے۔ اور یہ لقب اس قدر مشہور ہوا کہ آپ تمام قریش میں اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ اہل عرب آپ کو شیبۃ الحمد، مطعم طیر السماء، سید و شریف قریش بھی کہتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کے یہ صاحبزادے تھے۔

جامع التواریخ وغیرہ۔ حارث، ابوطالب، زبیر، غیداق، حمزہ، عباس، ضرار، ابولہب، عبداللہ، مقوم، قثم، عبدالکعبہ، حجل کل تیرہ ۱۳۔

صاحبزادیاں چھ تھیں۔ ام حکیم، صفیہ، برّہ، عاتکہ، اروی، امیمہ حارث کے پانچ بیٹے تھے۔ مغیرہ، ابوسفیان، نوفل، عبداللہ، ربیعہ ابولہب کے دو بیٹے، عتبہ اور عتیبہ۔ اس کی بیوی [illegible] غیداق، امیر حمزہ، ضرار، زبیر یہ بے اولاد تھے۔

ابوطالب کے چار بیٹے تھے عقیل، طالب، جعفر طیار، اور حضرت علی مرتضیٰ دو بیٹیاں ام ہانی اور جمانہ تھیں۔

عبداللہ سب بھائیوں سے صورت اور بزرگی میں زیادہ تھے۔ ان ہی کے صدقے سید کونین پیدا ہوئے۔

عباس کے چھ بیٹے عبداللہ، فضل، عبیداللہ، قثم، معبد، عبدالرحمن اور ایک بیٹی صفیہ نامی تھیں۔

حضرت عبداللہ کے صاحبزادوں نے شہرت نہیں پائی۔ اور کتب تاریخ ان کے اذکار سے خالی ہیں۔

تاریخ خلفاء عرب و اسلام شمس التواریخ وغیرہ

عبد المطلب کے جن صاحبزادوں نے اسلام یا کفر کے باعث بہت زیادہ شہرت پائی۔ وہ امیر حمزہ رضہ، عباس رضہ، ابو طالب، ابو لہب اور خواجہ عبداللہ تھے۔

خواجہ عبداللہ پدر بزرگوار آقائے نامدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن و جمال کی وجہ سے عرب بھر میں ممتاز تھے۔ بڑی وجہ یہ تھی کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پیشانی سے سورج کی شعاعوں کی طرح چمکتا۔ اور خواجہ عبداللہ کے حسن میں دس گونہ اضافہ کرتا تھا۔ چونکہ حضرت عبداللہ سے جلد ہی اس نور کا ظہور ہو گیا اس لئے جو قرب و اتصال حضرت عبداللہ میں اس نور کا پایا جاتا ہے۔ وہ حقیقتاً آپ کے بھائیوں میں نہیں تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ سارے عرب میں آپ ہر دلعزیز تھے

اکثر ارباب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ جب جنگل میں چلے جاتے تو سنگریزے تک آپ کو سلام کرتے۔ اور بشارت دیتے کہ آپ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔ آپ جس خشک درخت کے نیچے بیٹھے ہوتے وہ ہرا بھرا ہو جاتا۔

عرب میں جو قحط سالی اور تنگدستی پڑا کرتی تھی۔ وہ اب غلے کی ارزانی اور فراخ سالی سے مبدل ہو گئی تھی۔

کیونکہ نور محمدی خدا کا حبیب نبیوں کا سردار اور امت کا محبوب اپنے مبارک جلووں سے عالم کو منور کرنے والا تھا۔

چنانچہ جسوقت حضرت عبداللہ ان کی گود کا اُجالا ہوئے۔ اسی وقت اُس کرتے میں سے تازہ تازہ خون ٹپکنے لگا اور کرتا صاف شفاف ہوگیا۔ یہودی یہ دیکھکر گھبرائے اور کچھ حضرت عبداللہ کے قتل پر آمادہ ہو کر مکہ معظمہ آ پہونچے۔ عرصہ دراز تک وہ اپنی ناپاک خواہش کی تکمیل میں لگے رہے تاہم حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت عبداللہ کو موذیوں کے شر سے محفوظ رکھا جس مبارک نور کی آدم علیہ السلام سے آجتک خدا کیطرف سے حفاظت کی گئی۔ اس نور کو یہودی۔ مکار یہودی۔ حاسد اور کینہ پرور یہودی کیسطرح مٹا سکتے تھے۔

بے حمیت اپنی ملعون کوششوں میں ناکام رہکر واپس چلے گئے۔ یہ سب اس مبارک نور کی بدولت تھا جسے خلاق دو عالم نے ازل ہی سے انبیا کی تاجداری جہان کی فرمانروائی اور اپنی محبوبی کے بے مثل و بے نظیر خلعت سے ممتاز فرمادیا تھا

یہاں کمترین کو اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ آدم علیہ السلام سے خواجہ عبداللہ تک آتے ہوئے نامدار کے اکثر بزرگوں کو مہلک خطرات کا سامنا ہوا۔ لیکن اس نور کرامت ظہور کی برکت سے سب محفوظ و مامون رہے اگر ہم ان واقعات کی تفصیل لکھتے تو آپکے آباء کرام کی سیرت ہی میں ایک بڑا دفتر درکار تھا۔ لہذا بنظر اختصار ہم ان واقعات کی تفاصیل نہ لکھ سکے۔

بہرحیث اگر یہودی حضرت یحییٰ کے کرتے سے سبق لیتے تو کامیابی ان کے سامنے اور منزل مقصود ان کے قدموں کے نیچے ہوتی جس طرح حضرت یحییٰ کے کرتے سے تازہ خون ٹپک کر کرتا صاف ہوگیا تھا۔ اسی طرح یہودیوں کے دل بھی ہر قسم کی آلودگی سے پاک و صاف ہوجاتے۔ مگر انہوں نے اس کے خلاف کیا اس لئے وہ بارگاہ خداوندی سے مغضوب ہوگئے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ۔ چپہ بھر زمین پر بھی ان کی حکومت قائم نہ رہی۔

خواجہ عبد اللہ کے نکاح کا پیغام ایسا نہ تھا جسے کوئی مسترد کرتا۔ یا انتہائی خوش نصیبی نہ سمجھتا۔ جب خواجہ عبد المطلب نے وہیب کو جناب عبد اللہ کے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے شوق سے منظور کیا۔ اور حضرت عبد اللہ کا نکاح قریش کے اُس معزز گھرانے کی زہرہ بہن وہب کی صاحبزادی شاہزادی آمنہ سے ہوگیا۔ جس مبارک دولت کی تمنا میں بہت سی عورتیں بیتاب و بیقرار تھیں وہ حضرت آمنہ کو میسر ہوئی۔

مبارک ہیں وہ ماں جن کے بطن سے رؤف رحیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جو فضل الاولین والآخرین کے نادر خطاب سے ممتاز ہیں) پیدا ہوئے اور خوش نصیب ہیں وہ باپ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہوئے۔

اسی مبارک دن میں حضرت عبد المطلب نے بھی وہیب کی صاحبزادی ہالہ سے عقد کیا۔ جن کے بطن سے حضرت حمزہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

چونکہ حضرت ہالہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دودھ پلایا ہے اس لئے حضرت حمزہ رض حضور کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔

حضرت حمزہ رض جنگ احد میں وحشی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور سید الشہداء کے شاندار خطاب سے ممتاز ہوگئے آپ کی شان میں سید الشہداء حمزہ کے الفاظ موجود ہیں۔

بہرکیف حضرت عبد اللہ کا نکاح ہوگیا۔ اور جس دولت کی بہت سی عورتیں متمنی تھیں وہ بے مانگے قاسم ازل نے حضرت آمنہ کو مرحمت فرمادی تو بہت سی عورتیں رشک کی آگ میں جل بھنیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ جس دن سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظلمت کدہ عالم کے لئے آفتاب ہدایت بنا کر بھیجے

گئے اُس روز بہت سی عورتوں نے اِس رشک و حسد میں اپنی جانیں دیدیں۔ کہ ہائے سید المرسلین کی ماں ہم کیوں نہ ہوئے۔

نکتہ جب حضرت زلیخا کو مصر کی عورتوں نے بدنام کیا۔ اور آپ نے اُن سب کی دعوت کی تو یوسف علیہ السلام کو سات پردوں میں چھپا دیا۔ اور کہہ جسوقت میں اشارہ کروں آپ فوراً پردے ہٹا کر باہر نکل آئیں۔ لیمو دسترخوانِ دعوت پر رکھ دیئے گئے تو جب عورتوں نے ایک ایک لیمو ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ اور چھری کو کاٹنا چاہا۔ تو حضرت زلیخا نے اشارہ کیا۔ اور حضرت یوسف ساتوں پردے اُٹھا کر سامنے آگئے۔ پھر کیا تھا۔ ایک بجلی تھی جو ہر کے پردے سے چمک گئی۔ اور ساری عورتوں کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ لیموؤں کی بجائے سب نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی جسکو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قطعن ایدیھن

جب حضرت زلیخا کے کہنے سے عورتوں کو یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے لیموؤں کی بجائے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے ہیں۔ تو سب عورتیں یک زبان ہو کر کہنے لگیں۔ حاشا وکلا یہ انسان نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو فرشتے ہیں۔ اسی کو معبود فرماتا ہے وقلن حاش للہ ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم۔

اگر مصری عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر سکتیں تو ہاتھوں کی بجائے اُن کے جگر کٹ جاتے جیسا ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ ولادت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بہت سی عورتوں نے رشک کے مارے اپنی جانیں دیدیں ؎

کٹی تھیں اُنگلیاں گروہاں تو یاں بیشک جگر کٹتے
زنانِ مصر کو نقشہ جو گر ملتا محمد کا
(صلی اللہ علیہ وبارک وسلم)

شئی قدیرٌ پر یقین رکھتی ہیں میں اُن سے گذارش ہے کہ آج ہوائی جہاز
وغیرہ سائنس کی بدولت ایجاد ہوئے۔ اور پہلے سلیمانؑ کا تخت ہوائی جہاز
کے بنانے والے نے ایک لفظِ کن میں بنا دیا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اگر کسی نبی سے مافوق العادت امور کا اظہار ہو تو آپ
اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پر نہ کسو اور سمجھ لو کہ جو خدا کن فیکون میں جو دنیا پیدا
کرسکتا ہے وہی خدا انبیائے کرام سے مافوق الفطرت باتیں بھی ظہور میں لا
ہماری مراد اس گذارش سے یہ ہے کہ جس نیر تاباں۔ ماہ درخشاں
سرورِ دوجہاں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے حق جل
مجدہٗ نے آپ کے آبا و اجداد کو مصائب و شدائد سے نجات دی۔ اُس نور کے اظہار
کے وقت اگر تمہاری عقل میں نہ آنے والی باتیں بیان کی ہیں تو نعوذ باللہ اُن کا
مذاق نہ اُڑاؤ ورنہیں صحیح سمجھو۔ تم اس کے تو قائل ہو کہ تم سے زیادہ عقیل و
فہیم بھی دنیا میں موجود ہیں۔ جب یہ صحیح ہے تو اپنی ناقص عقل سے خدا کی قدرت کا
اندازہ کس طرح کر سکتے ہو۔

پکے مسلمانوں سے گفتگو میری یہ باتیں تو اُن لوگوں کیلئے تھیں۔ جو
نیچری ہیں۔ یا نیچری طبقے کے کسی قدر ہم
خیال ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سچے اور پکے مسلمانوں کے دل ہوں تو بفضلہ
تعالیٰ ان مہمل اعتراضات سے بالکل پاک و صاف رہتے ہیں۔ تاہم اگر بفرض
محال کسی کے دل میں کوئی شبہ پیدا بھی ہو تو اُس کے جواب کے لئے سطور بازی کی
ضرورت نہیں۔ اُن کی تسکین کلی تو صرف اس ہی جواب سے ہو جائے گی کہ جب خدا
نے اس نور کی بدولت آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ وغیرہ انبیائے کرام کو
آفات سے نجات دی تو اس کے اظہار کے وقت وجود خدا کا سب سے زیادہ پید

اور برگزیدہ ہے۔ اگر مافوق الفطرت باتیں ظہور میں آئیں تو کیا تعجب ہو سکتا ہے جن کے سر روزِ ازل ہی سے کامیابی کا سہرا باندھا جا چکا جن کی نبوت جملہ انبیائے کرام کی نبوت کے مقابلہ میں اصل ٹھہری۔ جو قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیغامِ حق پہنچانے کی گواہی دیں گے جو اپنی گنہگار امت کو جہنم کی طرف جہنم کے کنارے سے یا جہنم کے اندر سے لیکر فردوسِ اعلیٰ میں پہنچا دینگے وغیرہ وغیرہ۔ ان محترم نبی کی ولادت کے وقت اگر مافوق العادت باتیں ظہور میں آئیں تو ہرگز ہرگز تعجب نہ کیجئے۔ اگر کیجئے تو اپنی قسمتوں پر کہ خدا نے ایسے مقدس نبی کو جو اولین و آخرین سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین فخرِ دو عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال خصوصیات ہیں۔ ہم سیاہ کاروں خطا واروں کے آقائے نامدار بنا کر بھیج دئے گئے۔ بیشک یہ ایسی بات ہے کہ اگر ہم اس پر عمر بھر تعجب کریں تو بجا اور زندگی بھر خدا کے سامنے سجدۂ شکر میں پڑے رہیں تو درست۔

ایسے آقائے نامدار پر گنہگار امت ایک دفعہ نہیں لاکھوں بار قربان جن کے قدموں کی بدولت خدام بھی پچھلی امتوں سے افضل ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سب کو لیجائیگا جنت میں وہ جنت والا!

ہوں میں عشقِ محمد سے نہ کیوں متوالا — کہ ہے محبوب مرا چاند سی صورت والا

داغِ عشقِ نبوی کی جسے دولت مل جائے — کوئی بھی اس کے برابر نہیں دولت والا

کیوں نہ امید ہو اسکی شفاعت پہ ہمیں — جو ہے امت کے لئے رحمت و شفقت والا

جو فدا عشق میں کر دے دل و جان شیخ — اسے کہتے ہیں محمد کی محبت والا

(لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین) (مسلم)

کی عظمت نے میرے دل میں گھر بنا لیا تھا۔ اور میں چاہتی تھی کہ میں اس دولت سے
مالا مال ہو جاؤں۔ مگر یہ دولت میرے نصیب نہیں بلکہ کسی اور پاک خاتون کے
نصیب میں تھی۔

وفات سیرت ابن ہشام ابن خلدون وغیرہ۔ اسکے بعد حضرت عبداللہ
گھر واپس ہو گئے۔

ایک روز حضرت عبداللہ تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ ہو گئے
واپسی کے وقت مدینہ طیبہ میں سخت علیل ہو گئے۔ جب خواجہ عبدالمطلب کو یہ خبر وحشت
اثر پہونچی تو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حارث کو مدینہ طیبہ بھیجا۔ تاکہ وہ مدینہ طیبہ
جاکر اپنے باپ کے راج دلارے بیٹے اور اپنے پیارے بھائی حضرت عبداللہ کو لے آئیں مگر افسوس
ان کے پہنچنے سے پہلے ہی جناب عبداللہ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ اور وہ دنیائے
فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ فرشتوں میں ایک قیامت خیز شور مچ
گیا جناب باری میں عرض کرنے لگے۔

اے اللہ اب تیرے حبیب کی کون پرورش کرے گا۔ کون انہیں خونخوار
دشمنوں کے پنجۂ ستم سے بچائیگا۔

جواب ملا ہمارے حبیب کی پرورش اور نگہبانی اگر پہلے عبداللہ کے
ذمہ تھی تو اب ہمارے ذمہ ہے۔ نہ ہمارا حبیب یتیم ہوا۔ کفار کی
کیا مجال جو ہمارے پیارے حبیب کا بال بیکا کر سکیں

حارث نے مدینہ پہونچکر اپنے پیارے بھائی کو دفن کیا۔

اے یثرب تو کسقدر قابل رشک اور کتنی خوش قسمت ہے کہ تجھ میں ہاں
تجھ میں پہلے والد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہوئے۔ اور پھر خود آقائے
مدینہ ہجرت فرما کر تیری آغوش میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ تیری بہت ہی مبارک قسمت ہے

یہی تیری ہی پاک گود میں پڑے آرام کی میٹھی میٹھی نیند سے رہتے ہیں ؎

الٰہی زندگی ہو تو محمدؐ کا مدینہ ہو — مقام موت بھی ہو تو محمدؐ کا مدینہ ہو
پہونچ جاتا میں جیتے جی مدینہ کاش اے اکبر — وہاں مرتا تو مرکر بھی قریب مصطفیٰ ہوتا

جب جناب عبداللہ کی خبر حضرت حارث کی زبان سے مکہ میں پہونچی تو کہرام مچ گیا۔ اور جناب عبدالمطلب کا تو جو حال ہوا ناقابل بیان ہے۔ فخر دو عالم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل مادر گرامی میں اس وقت دو ماہ کے تھے

تنبیہ آج اگر کوئی باپ اولاد کو ماں کے حمل میں چھوڑ کر مرجاتا ہے تو دنیا والے اس بچہ کو بڑا بدنصیب سمجھتے ہیں۔ مگر افسوس نہیں جانتے کہ آفتاب اقبال جہاں خوش نصیبی کا بدر کمال فخر دو عالم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقدس ابھی مادر گرامی کے حمل ہی میں تھے آپ کا انتقال ہوگیا۔ دنیا والو ایسے بچوں کو بدنصیب نہ کہو۔ یہ بڑا خوش قسمت ہے۔ کہ اس سے سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ادا ہوئی۔

ترکہ حضرت عبداللہ نے ترکہ میں کچھ اونٹ تھوڑی بکریاں اور ایک لونڈی ام ایمن نامی یہ چیزیں چھوڑیں۔ جو آپ کے نامدار کو ورثہ میں ملیں۔ ام ایمن کا اصلی نام برکتہ تھا

اصحاب فیل ولادت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ماہ ۲۲ دن باقی تھے کہ ابرہہ ملعون فرمانروائے یمن خانہ کعبہ کے انہدام کی غرض سے بہت سے ہاتھی لیکر مکہ معظمہ پر چڑھ دوڑا ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ یہ واقعہ تفسیر عزیزی سے نقل کردیں جو تاریخ سے بھی زیادہ معتبر ہے۔

تفسیر عزیزی سورہ فیل مکی ہے۔ پانچ آیتیں تیئیس کلمے اور ۹۹ حرف ہیں۔ بسم الم ترکیف فعل ربک باصحب الفیل الم یجعل کیدہم فی تضلیل و ارسل علیہم طیرا ابابیل

ترمیہم بحجارۃ من سجیل فجعلہم کعصف ماکول ۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ
آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُن کا داؤں غلط
اور بیکار نہیں کر دیا۔ اور اُن پر غول کے غول اڑتے ہوئے جانور بھیجدیئے جو
جانوروں کے لشکر والوں کو کنکروں سے مارتے تھے۔ پھر اُن لشکر والوں کو کھائے
ہوئے بھس کے مانند کر ڈالا۔

تحقیق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس مبارک سورۃ کی تفسیر بھی نہایت
شدومد کے ساتھ پوری وضاحت سے فرمائی ہے۔ لیکن اگر ہم سب کی سب نقل
کریں تو طوالت مضمون ہے اس لئے جہاں تک ہمارے مضمون سے تعلق ہے
پیش کرتے ہیں

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ولادت باسعادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے پچاس روز پہلے یہ واقعہ رونما ہوا تھا۔ اور ببرکت نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
حق تعالے نے اس بڑے فتنہ کا سدباب کر دیا۔ یہ سورۃ اس لئے نازل فرمائی کہ
اہل قریش اس عجیب شہادت کے دیکھتے ہوئے تو حضورِ اکرمؐ پر ایمان لے آئیں
اس سورۃ کا گہرا تعلق قربِ ولادت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لہذا
عبرت اور نصیحت کے لئے یہ سورۃ نازل فرمائی گئی۔

واقعہ: ابرہہ بادشاہ حبشہ کا خراج گذار جب یمن کا صوبہ دار مقرر ہو کر آیا اور
اُس نے دیکھا کہ چاروں جانب سے ایام حج میں لوگ جوق در جوق خانہ کعبہ جاتے
ہیں اور بڑے سے بڑا کام دینی اس مبارک فرض کے سامنے پس پشت ڈال
دیتے ہیں۔ تو وہ حسد کی آگ میں جل بجھا۔ اور اُس نے حکم دیا کہ ہمارے شہر
میں بھی ایک قصرِ عالی تعمیر ہو جس کے تکلفات، آرائش اور زیب و زینت
میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اُس کے گرد چند چھوٹے چھوٹے قصر بھی بنائے

اور ضروری سامان سے سجائے جانے میں حکم کی تعمیل شروع ہوئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ قصر اور اُس کے متعلق عمارات تیار ہو گئیں۔ ابرہہ بہت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ بجائے خانہ کعبہ جانے کے لوگ ہمارے اس قصر ہی کا طواف کرنے آیا کریں۔

بھلا اس موذی کے حکم کی تعمیل کون کرتا۔ اہل عرب اور خصوصاً قریش کو تو بہت ہی ناگوار ہوا۔ جب اُس کے من مانے کعبہ کا طواف کرنے کوئی بھی نہ آیا۔ تو موذی اپنے ہی حسد کی آگ میں جل بجھا۔ ایک دن اتفاق سے ایک عرب یمن پہونچا۔ اور اُس کے قصر عالی کے نگہبانوں میں شامل ہو گیا۔ ایک شب جب اُس نے موقعہ پایا تو اُس قصر عالی کے تمام پرتکلف مقامات پر پاخانہ کر چل گیا۔ ابرہہ نے جب یہ سنا۔ اور مجرم کی تحقیق کی گئی۔ تو معلوم ہوا یہ ایک عرب کا کام تھا۔ پھر کیا تھا۔ بے حیا ابرہہ سراپا شعلۂ آتش بن گیا۔ اور موذی نے خانہ کعبہ کے شہید کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یہ مردود تیاری لشکر ہی میں مصروف تھا کہ ایک نیا گل کھلا۔ اہل حرم کا ایک قافلہ حسب اتفاق اُس قصر ہی کے قریب ایک رات شب باش ہوا۔ صبح جب قافلہ والے چلنے لگے تو آگ جلتی اور اُس کی روشنی میں گری پڑی چیزیں اُٹھانے لگے۔ خداوند قادر و قدیر کے حکم سے تیز تیز ہوا چلنے لگی اور آگ کی کچھ چنگاریاں اُڑ کر اُس شیطانی قصر میں جا گریں۔ پھر کیا رکھا تھا۔ آناً فاناً سارا قصر معہ سامان جل کر خاک ہو گیا۔ جو عمارت بچی بھی وہ اس قدر سیاہ ہو گئی کہ شاید شب دیجور بھی ایسی نہ ہوئی ہو۔ اہل قافلہ یہ ہوش ربا سانحہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اور بھاگم بھاگ یمن سے دور نکل کر دشمنوں کی زد سے محفوظ ہو گئے۔ ابرہہ بیچارہ ششدر سن ہو گیا۔ اور چھان بین کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ کام انہیں اہل قافلہ کا تھا تو غصہ سے بے آپے ہو گیا۔ فوراً لشکر

تباہ کرایا بارہ ہاتھی جن میں ایک کا نام محمود تھا ساتھ لئے۔ وہ خانۂ کعبہ پر چڑھ دوڑا
ہرچند اس خدا کے دشمن کو راہ میں بل قریات نے روکا۔ اُس کا نقصان دیدیئے
کو کہا۔ مگر کمبخت نے ایک نہ سنی یہانتک کہ مکہ معظمہ کے قریب جا پہونچا۔ اور
وادیٔ محسر میں خانۂ کعبہ سے پانچ کوس ہٹ کر عرفات کے راستے پر ڈیرے ڈالدیئے
جب یہ وحشتناک خبر مکہ میں پہونچی تو کل اہلیانِ شہر ڈر کے مارے خانۂ کعبہ سے
بھاگ بھاگ کر مختلف پہاڑیوں پر جا چڑھے لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ
وسلم کے جدِ بزرگوار حضرت عبد المطلب وہیں ٹھہرے اور تائید غیبی کا انتظار
کرتے رہے۔

جب ابرہہ نے خانۂ کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے قدم بڑھایا تو جدّہ کی طرف
سے (جو سمندر کی ایک بندرگاہ ہے) بہت سی سبز چڑیاں اڑتی ہوئی ہر سمت
ابرہہ اور اُس کے لشکر کی طرف آئیں۔ ہر چڑیا کے پاس تین تین
کنکر تھے ایک چونچ میں اور دو دونوں پنجوں میں دبائے تھیں جب اُس لشکر پر پہونچیں
تو وہ کنکریاں پھینکنی شروع کیں۔ ایک ایک کنکری کی تاثیر بڑے بڑے خوفناک
گولوں سے بڑھ کر ثابت ہوئی۔ کنکریاں اہل فوج کے سروں پر پڑتی تھیں اور
مثل تیرِ شہاب ٹانگوں کے بیچ سے نکل جاتی تھیں۔ دم بھر میں سارا لشکر فنا
ہوگیا خدا نے ابرہہ کو اس سے پہلے ایک تنبیہ بھی فرمائی تھی۔ کہ وہ اس ارادۂ بد
سے باز آجائے۔ مگر اس کے سر پر شیطان سوار تھا۔ قدرت کی نشانیوں کی ذرا
پرواہ نہ کی۔ صورت یہ تھی کہ جب حملے کیلئے یہ لوگ آگے بڑھے تو محمود ہاتھی سونڈ ٹیک کر
بیٹھ گیا۔ قدم نہ بڑھ سکا۔ اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھیوں نے بھی گھٹنے ٹیک
دیئے۔ بڑی کوششوں کے باوجود بھی کوئی ہاتھی نہ بڑھا۔ چاہئے تھا کہ ابرہہ اس سے
سبق لیتا توبہ کرتا۔ پلٹ جاتا۔ مگر اس کے خلاف اُس نے فیل بانوں کو دھمکاتے

ہوئے کہا۔ تم چاہتے ہو میں خانہ کعبہ کا معتقد ہو جاؤں لیکن مطمئن رہو کہ میرا دل بدلنے اور میں واپس پلٹنے والا نہیں۔ یہ آخری لفظ اُس کے زبان سے نکلا ہی تھا کہ چڑیوں نے کنکروں کی بوچھاڑ کی۔ اور موذی معہ لشکر کیفر کردار کو پہنچے۔

اشارہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ اشارہ تھا کہ اے کفّارِ قریش اگر تم نے میرے حبیب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت نہ کی تو اصحاب فیل کی طرح تم بھی غارت کر دیئے جاؤ گے۔

دیکھو جو نبی دنیا میں ابھی تشریف بھی نہ لائے تھے۔ اُن کی برکت سے ابرہہ جیسے دشمن کو حقیر جانوروں سے ہلاک کرا دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا بھی ایسا ہی حشر ہو جائے۔

مذکورہ کنکریاں زمانہ نبوت تک موجود تھیں بلکہ اُس کے ایک عرصہ بعد تک لوگوں کے گھروں میں پائی جاتی تھیں جو انہوں نے عبرت کے لئے رکھ چھوڑی تھیں بہت سے صحابہ کرامؓ نے وہ کنکریاں دیکھی تھیں۔

جب دشمن مارے گئے تو اہلِ مکہ نے اُن کا سارا مال و متاع لوٹ لیا اُسی دولت سے اہلِ عرب مالا مال ہو گئے۔ اور خوش خوش اپنے مکان پہ گئے۔

اس قصے کے پچپن روز بعد آقائے نامدار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہانِ خاکدان میں تشریف لائے:

آفتابِ رسالت برج حمل میں

سیرت ابن ہشام راوی بی بی آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ جب آپ حمل میں تشریف لائے تو انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ تیرے حمل میں تب امت کے سردار تشریف رکھتے ہیں جب آپ تولد ہوں تو یوں کہنا اعیذہ کا

بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ (اکیلا اللہ آپ کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے اور
پھر مجھ حضور رکھنا۔

(۲) جس شب بی بی آمنہ حاملہ ہوئیں اُسی رات آپ نے ایک نور دیکھا جس
کی روشنی میں آپ کو شہر بصرہ و علاقہ شام کے محلات نظر آنے لگے۔

دلائل النبوة تاریخ الخمیس خصائص کبریٰ سیرت حلبیہ مواہب لدنیہ

روی سهل بن عبد الله التستری عن خلق محمد صلی الله علیه وسلم
في بطن امه آمنة في رجب وكانت ليلة الجمعة امر الله تعالى في تلك الليلة خازن
الجنان ان يفتح الفردوس وينادى في السموات والارض الا ان النور المخزون
الذي يكون منه النبي الهادي يستقر في هذه الليلة في بطن امه ويخرج
الى الناس بشيرا ونذيرا (جب آفتاب برساتِ برج حمل میں آیا یعنی حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم جس رات اپنی اماں جان آمنہ کے حمل میں تشریف لائے تو رجب
کا مہینہ اور جمعہ کی شب تھی۔ رضوان کو اشارہ ہوا کہ جنت کے دروازے کھول دے
ساتھ ہی زمین و آسمان میں پکار دو کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم آج ہی اُمِّ محترمہ کے مبارک حمل میں تشریف لے آئے ہیں
جو عنقریب پیدا ہو کر لوگوں کو جنت کی بشارت سے مسرور فرمائیں گے۔ اور کافروں کو
عذاب دوزخ سے ڈرائیں گے

خوشخبری جب آفتاب برسات کے برج حمل میں آتے ہی جنت کے دروازے
کھل گئے تو آپ جس وقت ہی پاک شکمِ آمنہ سے در منور
فرمائیں گے اس وقت سے امت پر کس درجہ رحمت الٰہی سایہ فگن ہوگی۔

تاریخ الخمیس فتحت كل دار في قريش وقت حمل رسول الله [illegible]

الکعبۃ ھو امان الدنیا و سراجھا۔ قریش کے گھروں کا ایک ایک جانور بول اٹھا۔ کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رانی المدکے حمل میں تشریف لائے۔ رب کعبہ کی قسم وہ زمانہ بھر کے لئے امن کے سبب اور جہان بھر کے چراغ ہوں گے

خصائص کبریٰ سیوطی مواہب لدنیہ

وفرت وحوش المغرب الی وحوش المشرق وکذا اھل البحار یبشر بعضھم بعضا۔ مغرب کے رہنے والے وحشی جانور مشرق کی طرف خوشخبری لیکر دوڑے۔ اسی طرح دریائی جانور ایک دوسرے کو بشارت دیتے تھے

زرقانی

وکانت قریش فی جدب شدید وضیق عظیم فاخضرت الارض وحملت الاشجار واتاھم الرفد من کل جانب وسمیت تلک السنۃ سنۃ الابتھاج (قریش سخت خشک سالی تنگی اور مصیبت میں تھے۔ لیکن جس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہان خدا میں تشریف لائے خشک زمین ہری بھری ہوگئی۔ سوکھے درخت شاداب ہوکر پھولوں سے لد گئے چہار سو خوشحالی نصیب ہوئی اسی لئے یہ سال خوشحالی کے نام سے موسوم ہوا۔

مواہب لدنیہ

لم یبق فی تلک لیلۃ دار الا اشرقت ولا مکان الا دخلہ النور جس شب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہان میں تشریف لائے۔ مکے کے سارے گھر روشن ہوگئے

خصائص کبریٰ سیوطی

وان النساء اللاتی حملن فی تلک السنۃ حملن کلھن ذکورا کرامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کی عورتوں کے رحم کو اشارہ باری پہونچا کہ اس سال ہر عورت کے بطن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ثابت کرنے کے لئے لڑکے پیدا ہوں

مسامرۃ الاخبار۔

شرار دود عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال فی

کل شہر من شہور حملہ یسمع نداء من السماء ان ابشروا فقد آن لابی القاسم ان یخرج میمونا مبارکا (حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور کے مبارک ایام حمل میں ہر مہینے آسمان سے ایک آواز آتی تھی لوگو! خوش ہو جاؤ۔ ابوالقاسم بڑے برکت والے نبی کے دنیا میں تشریف لانے کا مبارک وقت آگیا۔

عجائبات مواہب لدنیہ و صبح عرش ابلیس منکوسا والملائکۃ یغمسونہ فی عمق البحر اربعین صباحا خاف نشب سود محترقا و سریر ست من ملوک الدنیا الا صار منکوسا و کانت السنتہم لم یزل حتی لم یقدروا فی ذالک یوم علی التکلم و اصبحت اصنام الدنیا منکوسۃ (ابلیس کا تخت اوندھا ہو گیا۔ ولادت سے ایک فرشتہ چالیس روز تک کھاری سمند میں غوطے دیتا رہا جس سے مردود کی رنگت بالکل کالی پڑ گئی۔ اور ساتھ ہی تمام بادشاہوں کے تخت بھی الٹ دئے گئے۔ اُن کی زبانیں کچھ عرصہ کے لئے گونگی ہو گئیں۔ اور تمام جہان کے بت سجدے میں گر پڑے)

دلائل النبوت عن بریدۃ قال رأت امنۃ فی منامہا فقیل لہا انک قد حملت بخیر البریۃ و سید العالمین وآیۃ ذالک ان یخرج نور یملأ منہ قصور البصرۃ والشام فاذا وقع فسمیہ محمدا (حضرت بریدہؓ کہتے ہیں ایک رات بی بی آمنہؓ نے حالت رؤیا میں دیکھا ایک پکارنے والا پکار رہا ہے۔ آمنہ! تم ایسے جلیل القدر فرزند کی ماں ہو جو سارے جہان سے فضل اور دنیا بھر کے سردار ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ پاک فرزند ظلمت کدۂ عالم کو زینت بخشیں گے۔ تو ایک ایسا نگاہوں کو خیرہ کر دینے والا مبارک نور پیدا ہوگا جس سے بصرہ و شام کے قصر روشن ہو جائیں گے۔ اور جب آپ پیدا ہوں تو نام ان کا محمد رکھنا۔

معلومات

بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام بتایا گیا تھا اور آپکے دادا حضرت خواجہ عبد المطلب نے آپ کا نام محمد صلعم رکھا۔ حضور کا اسم گرامی محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

انجیل میں آپ کا نام فارقلیط ہے جس کا ترجمہ احمد ہے چنانچہ حضرت عیسے علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اپنی رسالت کی دعوت دی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ایک جلیل القدر نبی تشریف لائیں گے جنکا مبارک نام احمد صلعم ہوگا جسے حق جل مجدہٗ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اور مریم کے صاحبزادے عیسے علیہ السلام نے فرمایا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا رسول ہوکر آیا ہوں۔ یہ کتاب توراۃ جو مجھ سے قبل نازل ہو چکی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور تمہیں ایک بڑے پیغمبر کی خوش خبری سناتا ہوں۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے جنکا نام احمد صلعم ہوگا۔

زہے شان سرور دو جہان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی خوشخبری سنانے کے لئے عیسے روح اللہ جیسے مقدس نبی تشریف لائے۔ اگرچہ توراۃ وانجیل میں یہود ونصاریٰ نے تحریف کر دی۔ پھر بھی اگر زیادہ نہیں تو آج سے ہم ، سال پہلے کی توراۃ وانجیل اٹھا کر دیکھئے تو ان میں بھی آنحضرت نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی کھلی بشارتیں ملتی ہیں۔

جب حضرت عیسے علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے والے تھے۔ تو آپ کے یہ الفاظ پرانی انجیل میں ملتے ہیں۔ لوگو! میں اپنے رب تمہارے خدا

کے پاس جاتا ہوں۔ میرے بعد ایک جلیل القدر نبی آنے والے ہیں ان کی اتباع کرنا۔ ورنہ میں زمانۂ آخر میں آکر تمہیں تہ تیغ کروں گا

اس قسم کی بہت سی باتیں پرانی اناجیل میں ملتی ہیں جو آج کم کرتے کرتے لوگوں نے اپنے نزدیک بالکل مٹادی ہیں تاہم سچی بات چھپانے سے بہت کم چھپتی ہے۔ موجودہ انجیل پر بھی گہری نظر ڈالئے تو ظلمت کے اس گھٹاٹوپ میں سے بھی کہیں کہیں صداقت کے سورج کی کرنیں نظر آجاتی ہیں انجیل کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

(۱) "یہ باتیں میں نے تم سے کہیں جبکہ تمہارے ساتھ ہوں لیکن پیرکلیٹس (یا پاک روح) جس کو باپ بھیجے گا۔ میرے نام سے وہ سب تم کو سکھلائیگا۔ اور یاد دلائیگا تم کو تمام وہ باتیں جو کہ میں نے تم سے کہی ہیں۔" (انجیل یوحنا باب ۴۔ آیت ۲۵-۲۶۔

(۲) "تاہم میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ یہ بھلا ہے تمہارے لئے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو پیرکلیٹس تمہارے پاس نہ آئیگا" (انجیل یوحنا۔ باب ۱۶۔ آیت ۷۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان چھپے چھپائے پیرایوں کہنے کے مثلاً اشارات سے کیا مفہوم ہوتا ہے۔ یہی کہ پیرکلیٹس کا لفظ جو عبرانی فارقلیط کا ترجمہ ہے عربی میں ٹھیک ٹھیک احمد ہے تو اگر حضور اقدس کی ذات گرامی سے متعلق نہیں تو پھر کس کے لئے ہو سکتا ہے۔ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح نے عبرانی کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو ان کی مادری زبان تھی اور جس میں خالدی زبان کے الفاظ بھی ملے ہوئے تھے۔ بھلا مسیح کو یونانی بولنے کی خدانخواستہ کیا مصیبت پڑی تھی۔ اگرچہ موجودہ انجیل میں پیرکلیٹ

انہیں حرفوں میں لکھا ہے جن میں ہم نے پیش کیا۔ لیکن ہماری تو کیا کسی کی عقل
بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ حضرت مسیحؑ نے یونانی لفظ استعمال فرمایا تھا بلکہ
بشپ مارش صاحب بھی اس باب میں ہمارے ہمزبان ہیں جب انجیلیں یونانی
میں لکھی گئیں تو ظاہر ہے کہ یہ لفظ بھی یونانی میں تھا۔ مگر ہمارے دوستوں نے پیریکلیطاس
کا ترجمہ تسلی دینے والا کر دیا حالانکہ پیریکلیطاس کا ٹھیک ترجمہ ہے
فارقلیط اور فارقلیط کا صحیح ترجمہ احمد ہے۔ لیکن ان دوستوں کو تو اس زبردست
پیش گوئی کا تعصب کے تاریک پردوں میں چھپانا منظور تھا۔ اس سے فارقلیط
سے پیریکلیطاس بنایا اور پھر آسانی سے اس کا ترجمہ تسلی دینے والا کر دیا۔

اب اگر ہم اپنے دوستوں کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے ان ہی کے من گھڑت
ترجمہ کو صحیح سمجھ لیں تو بھی یہ پوری کی پوری پیش گوئی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ہی پر صادق آتی ہے کیونکہ جیسا تسلی دینے والا خدا نے ہمارے نبی اکرم صلعم کو
بنا کر بھیجا ہے اگر دنیا کوئی ایسا نبی پیش کر سکے تو ہم یہ پیش گوئی اس کے حق میں
مان لیں گے۔ ذرا ہمارے پیغمبر صلعم کی شان ملاحظہ ہو۔ کہ آپ کے عقیل اور
آپ کی معرفت کیسا زبردست تسلی بخش پیغام سنایا جاتا ہے۔ قُلْ يَا عِبَادِيَ
الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا
إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ (سورہ زمر رکوع ۵ پارہ ۲۴)۔ اے پیغمبر ہمارے ان
بندوں سے کہدیجئے جنہوں نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفوس پر زیادتیاں کی
ہیں کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے
یقیناً وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا تاریخ عالم کوئی ایسی ہستی پیش کر سکتی ہے جس کی زبانی اللہ تعالیٰ نے
گناہگاروں کو ایسی شاہانہ تسلی دی ہو۔ حضرت مسیح کے بعد کیا آغاز دنیا سے آج

تک کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کی زبانِ حق تبارک و تعالیٰ نے گنہگاروں کو اتنی بڑی تسلی دی ہو۔ حق کو کوئی لاکھ چھپائے کبھی نہیں چھپتا۔ ہمیشہ خورشید جہاں تاب کی طرح روشن رہتا ہے۔

ہمارے دوستوں نے اپنی دانست میں غلط ترجمہ سے فائدہ اٹھانا چاہا لیکن یہ پیشگوئی اس ترجمہ سے آپ کے متعلق پہلے سے بھی زیادہ عیاں ہو گئی۔

ہم جہاں تورات و انجیل کی پیشین گوئیاں حوالہ قلم کریں گے۔ وہاں انشاء اللہ اوروں کے ساتھ ساتھ یہ پیشین گوئی بھی بالتصریح لکھینگے۔ مزید وضاحت کے لئے جلد ثانی ملاحظہ فرمایئے۔

بہرحال اس پیشین گوئی سے ثابت ہو گیا کہ اہلِ کتاب حضورِ اقدس کے مراتب پر خواہ کیسے ہی پردے کیوں نہ ڈال دیں تاہم بنتِ عظمت سے رسالت کے نیّرِ تاباں کی شعاعیں اس طرح منعکس ہوتی ہیں کہ اہلِ کتاب کی آنکھیں بھی خیرہ ہو جاتی ہیں۔

ہاں آپ ہی وہ مقدّس نبی ہیں جن کی آمد کی بشارت کل انبیاء کرام سناتے چلے آئے ہیں۔ انجیل کی مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہو گیا کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جن کا نام مسیح علیہ السلام نے فارقلیط یعنی احمد بتایا ہے۔ اور بی بی آمنہ کو بھی ہاتف نے آپ کا نام احمد صلعم ہی رکھنے کی تاکید کی ہے۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ بی بی آمنہ کو خواب میں بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے۔ غرضیکہ اس سے کہ انجیل میں آپ کا مبارک نام احمد صلعم بتایا گیا ہے۔ لہٰذا یہ بشارت دینے والے بھی روح اللہ ہی تھے۔

سبحان اللہ حضور کے مراتب و مدارج کس قدر بلند ہیں کہ سارے نبی بجائے اپنی قوم کو حضور کے تشریف لانے کی بشارت سناتے ہیں یہی نہیں بلکہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جناب باری میں ایسے تمنایہ دعا مانگتے ہیں۔ ربنا وابعث
فیہم رسولاً منہم یتلو علیہم آیٰتک ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویزکیہم انک
انت العزیز الحکیم (سورۂ بقرہ رکوع ۱۵) (اے ہمارے پروردگار اور تو یہ بھی کر کہ
اُن جماعت کے اندر اُن ہی میں کے ایک ایسے رسول مقرر فرمادے جو ان
لوگوں کو تیری مبارک آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور اُنہیں کتاب کا علم اور حکمت
کی باتیں سکھایا کریں۔ اور اُنہیں کفر و شرک سے پاک کردیں۔ یقیناً تو ہی قدرت
وتدبیر پر غالب زبردست حکمت والا ہے)

سبحان اللہ وبحمدہ کیا دعا ہے کن مبارک لبوں سے نکلی ہوئی۔
اور کس اچھے وقت کی دعا ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے اس
دعا کی قبولیت میں عرب جیسے وحشی، جنگلی، خونی، شرابی، بت پرست، مگر
ساتھ ہی بہادر لوگوں میں رسالت کا نیر تاباں چمکا دیا جس کی ضیاباریوں
نے نہ صرف عرب بلکہ ایک عالم کو مسخر کر لیا صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔
بہرکیف بی بی آمنہ کو بتایا گیا کہ وہ آپ کا نام احمد رکھیں۔ انہیں اس
خواب کے بعد مقدس آمنہ اچھی طرح سمجھ گئیں کہ میرے فرزند یقیناً خدا کے برگزیدہ
بندے ہوں گے۔

سیرت حلبیہ | انہ صلی اللہ علیہ وسلم مکث فی بطن امہ تسعۃ اشہر
لا تشکو وجعاً ولا شیئاً مما یعرض لذوات الحمل من النساء آفتاب رسالت
پورے نو مہینے برج حمل میں رہا۔ اس اثناء میں مقدسہ آمنہ کو کسی قسم کی تکلیف
نہیں اُٹھانی پڑی۔

جب مقدسہ آمنہ نے قریش کی جاہل عورتوں میں اپنا خواب بیان
فرمایا۔ تو انہوں نے آسیب کا خلل تجویز کیا۔ سب نے ہی لوہے کا ایک کڑا [illegible]

طوق حضرت آمنہ کو دیا کہ وہ ان چیزوں کو پہنے رہا کریں۔ جب
ان عورتوں کے کہنے سے یہ چیزیں پہن لیں مگر کسی رات خواب میں دیکھا کہ
ایک نورانی صورت والے بزرگ جن کی وجہ سے تمام حجرہ منور ہو گیا ہے
میرے سرہانے کھڑے فرما رہے ہیں بی بی تمہیں خبر ہے۔ تم کیسے جلیل القدر
فرزند کی ماں بننے والی ہو۔ جو دنیا کی ظلمتِ کفر و شرک کو دور کر کے آفتابِ توحید
سے تمام جہان کو منور فرما دیں گے۔ بھلا تم ایسے مقدس نبی کی ماں ہو کر یہ طوق
اور کڑے پہنو۔ یہ کہہ کر ان بزرگ نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ کڑا اور طوق ٹوٹ
کر زمین پر گر پڑے۔ صبح جب مقدسہ آمنہ خواب راحت سے بیدار ہوئیں۔
تو دیکھا طوق اور کڑا دونوں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ آپ نے کسی
سے کوئی بات نہ کہی اور اب آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ میرے فرزند ضرور
خدا کے برگزیدہ بندے ہونے والے ہیں۔

جس دن سے وجودِ مسعود مبارک رسول اللہ والدہ محترمہ کے شکم میں
آئے شرک کی بنیاد ڈھا دی۔ ان چیزوں کے علاوہ اور بہت سی عجیب
و غریب باتیں ہیں جو ہم بخوفِ طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ ان حالات سے
معلوم ہو گیا ہوگا کہ رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں تشریف لانے
ہی سے خدا کے نور و برکات کا مینہ برس گیا۔

دلائل ان معجزوں کو بعض لوگ تعجب ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ ہذیان و تخیل
و صرف حماقت سے تعبیر کرتے ہیں اس بنا پر کہ قدرت کے یہ کرشمے ان کی
سمجھ عقل میں نہیں آتے۔ ہم ان لوگوں کے جواب میں اس سے پہلے بہت کچھ
کہہ چکے ہیں اور اب کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تاہم اتنا ضرور
کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سیرت پر نظر ڈال جائیے۔

اور پھر پتا چلتا ہے کہ کیا آپ کی یہ باتیں خرقِ عادت نہیں جب خدا نے یہ قدرت
ہے کہ وہ آپ جیسوں کو جن کی اصل دو ناپاک قطرے ہیں اتنی قوت عنایت فرما سکتا
کہ آپ قدرتِ الٰہیہ کے نمونوں پر اعتراض کریں تو جسے لطف و قدرت نے انسانوں
سے سب سے زیادہ ممتاز، برگزیدہ اور پیارا بنایا ہے اُن محترم ہستی کے مولود
مسعود کے وقت اگر خرقِ عادت باتوں کا ظہور ہو تو کیا تعجب ہے، شق القمر، شق
صدر، معراج وغیرہ وغیرہ ان معجزات کو دیکھتے ہوئے یقین کر لینا پڑتا ہے کہ یہ خلافِ
عقل باتیں بھی اُسی مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود کے متعلق ہیں، جنہوں
نے بعثت سے عقل میں نہ آنے والے معجزات دکھا کر دنیا کو دنگ اور تمام کو ساکت
و متحیر کر دیا۔

چونکہ ہم میں اور آقائے نامدار میں زمین و آسمان کا نہیں فرش و
عرش کا فرق ہے، اس لیے مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن خرقِ عادت
باتوں کا ظہور ہوا جن کی مثال ہم انسانوں کے لیے ناممکن ہے، پھر ایسی صورت
میں روایاتِ مذکورہ پر کیوں شک کیا جا سکتا ہے۔

ان تمام روایات سے پتا چلتا ہے کہ [illegible] نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی جہان بھر پر تجلیاں منعکس ہیں۔

عرب کی قحط سالی کا رفع ہونا، شیاطین کے تخت الٹنا، آتشکدہ مقدسہ کا ٹھنڈا
ہونا جس سے کسی قسم کی تخفیف نہ ہوئی، وغیرہ وغیرہ تمام چیزیں حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے افضل ترین مرتبے پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ تشریف لائے [illegible]
سال سے جو عالمگیر ظلمتِ کفر و شرک چھائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے طرح
طرح کے مصائب دنیا کو بھگتنے پڑتے تھے۔ آج وہ آفتابِ صداقت [illegible]
برجِ حمل میں درخشاں ہے جس کی تابندگی سے تمام ظلمت کافور ہو جاتی ہے

میں سے حق تبارک و تعالیٰ شانہ کی رحمت نے اہلِ دنیا پر بارانِ کرم برسا دیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان عجیب و غریب واقعات سے حق جل مجدہٗ کا مقصد لوگوں کے دلوں میں اپنے حبیب کی عزت و عظمت جاگزیں کرنی تھی۔

ولادتِ باسعادت سے قبل کی دنیا

آج عرب ہی نہیں دنیا کفر و شرک کی ظلمت میں چھائی ہوئی ہے جہالت کا دور دورہ ہے۔ ہر شخص کیا چھوٹا کیا بڑا چرخ کہیں نقطہ بھی آتا جھلملاتا ہوا۔ خدا کا وہ گھر جسے خلیل اللہ اور ذبیح اللہ نے خاص خدا کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا۔ آج کفر و شرک کی گندگی سے اٹا ہوا ہے تین سو ساٹھ بت خاص حرمِ محترم میں خدائی کے راج رچا رہے ہیں۔ سارا عرب ان ہی بتوں کی پوجا میں ایسا لگا ہوا ہے کہ معبودِ حقیقی کو بالکل ہی فراموش کر دیا ہے شراب نوشی، جوا بازی، دختر کشی، ذرا ذرا سی بات میں بڑی بڑی جماعتوں کا کٹ مرنا۔ زناکاری، عیاشی، وغیرہ وغیرہ کوئی بری بات ایسی نہ تھی جو عرب میں نہ ہوتی ہو۔ آج تو کسی کی برائی میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ فلاں پانچوں عیب شرعی ہے مگر عرب کو اگر ہزاروں عیب شرعی کہا جائے تو بجا ہے جب خانہ کعبہ ہی کی یہ گت بن رہی ہو تو جبہ اور مقامات کا تو ذکر ہی کیا بات

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

روم، شام اور تمام یورپ میں صلیب کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں تثلیث کے نعرے زمین تو زمین فضائے آسمانی کو بھی مکدر کر رہے ہیں۔ توحید کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ ان تثلیث کے فدائیوں کی معاشرتی زندگی بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔ اور ہو بھی کس طرح سکتی ہے جبکہ خدائے واحد کی پرستش میں معاذ اللہ مسیح اور روح القدس کو بھی شریک کر لیا گیا ہے۔ ان میں بھی خانہ جنگیاں

جاری ہیں، غداری، سنگدلی، زناکاری، شراب خوری، جوئے بازی وغیرہ وغیرہ آفات ان کا مقصدِ زندگی بنی ہوئی ہیں۔ ایران کی طرف نظر اٹھائیے تو وہاں بھی آگ کی خدائی کے دور دورے ہیں۔ کم و بیش ہزار سال سے آتش کدہ روشن ہے اور لوگ اس کی پوجا میں مصروف۔ ان کی حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اگر ہے تو آگ۔ معاذ اللہ سارا فارس کفر و شرک کی آگ سے بھرا ہوا ہے۔ روز صبح شام آگ کو دھڑا دھڑ سجدے ہوتے ہیں۔ اگرچہ نوشیرواں عادل بادشاہ ہے لیکن اس کی حکومت میں بھی اتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر آگ کی پوجا کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے تختِ خدائی پر آج کل دو قسم کے خدا متمکن ہیں۔ ایک ان بادشاہوں کے بت جنھوں نے کسی قدر نیک نیتی سے حکومت کی تھی اور کسی نہ کسی طرح عوام کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر لی تھی۔ ظلمتِ کفر کے اس گھٹا ٹوپ میں یہی ہونا تھا کہ ان بادشاہوں کے مرتے ہی ان کی صورت کے بت بنائے گئے۔ اور پوجے جانے لگے۔

دوسرے خدا وہ اوتار ہیں جنھوں نے اپنے ایثار و خدمت سے قوم کو مسخر کر لیا ہے۔ اور لوگ ان کی پوجا میں مصروف ہو گئے۔

یہ تو بڑے خدا ہیں لیکن یہاں صرف انھیں پر بس نہیں بلکہ اور بھی چھوٹے چھوٹے خدا تسلیم کئے گئے ہیں۔ دیو، پری، بھوت، پلید، جن کا وجود ذہنِ ہندو کے سوا کہیں بھی نہیں گویا سب کے سب خدا بن گئے ہیں اگر کسی کاریگر نے کوئی بدڈھب بدرنگ بدشکل صورت کا بت بنا لیا ہے تو دنیائے ہندوستان دھڑا دھڑ اسی کو سجدے کرنے لگی ہے۔

الغرض یہاں تو لاتعداد خدا بہت سے مندروں اور شوالوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب بتائیے دنیا کا کونسا حصہ ہے۔

بہرکیف ذات گرامی کے ظہور سے پہلے دنیا کی یہ حالت تھی جو سطور بالا میں پیش کی گئی۔ انسانوں کے علاوہ ہر ذی روح پر شرک و کفر دیکھکر خدا سے پناہ مانگتا تھا۔ مولانا حالی نے یہ منظر بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا　　جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا　　نہ کشورستاں تھا نہ کشور کشا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا!
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور　　کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے ساماں تھے واں میسر　　کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر

نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں　　لوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں　　کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اُسکی یہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی　　نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبع بشر تھی　　خدا کی زمیں بن جتی سربسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرہ تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا　　کہیں تھا کوکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا　　بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا   خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا   کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا   کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا   اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ   ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ   نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے   سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے   تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی   صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی   تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ

تھے۔ ادھ کھلی کلیاں مرجھانے لگتی نہیں اس سے کہ دورِ خزاں اپنا جیتا جیتا
چہرہ دکھا دیتا تھا۔ اور بہولوں کی امنگوں بلبلوں کی آرزووں نوجوان
ہیبتوں کی تمناؤں پر بجلی گر جاتی تھی یعنی امید سے کہ ہم کے سدا بستے ہی گلشنِ سعد
کا رنگ دگرگوں ہو جاتا تھا۔ اور بہارِ اسلام کی گود میں پرورش پانے والے
مسلمان ادھ کھلی کلیوں کی طرح کفر و شرک کی خزاں کی وجہ سے پامال ہو جاتے
تھے۔

آج مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر گئے ہوئے پانچسو اکہتر سال
ہوتے ہیں خیابانِ سعادت سوکھ پڑا ہے۔ پتے پتے پر اداسی اور ڈالی ڈالی
پر مایوسی برس رہی ہے۔ چپہ چپہ خزاں رسیدہ ہو رہا ہے میکدۂ توحید
(مسجد) خالی پڑے ہیں۔ دنیا میں خاک اڑ رہی ہے
انسانوں کے سوا ہر ذی روح بے چین ہے۔ روئے زمین بیتاب
اور آسمان سراپا فراز کہ دیکھیں بوستانِ سعادت پر کب بہار آتی ہے۔ یہ خزاں
جو عرصہ سے ہمارا دامن پکڑے ہے کب دور ہوتی ہے۔ عین اسی انتظار میں
ہاتفِ غیبی ندا دیتا ہے۔ اے اہلِ دنیا مبارک ہو تمہیں یثرب کے دولہا
کونین کے مقدمت کے والی گلشنِ عالم کے مالی مدنہ کے چاند اور خدا کے
حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ نور سے دنیائے امکان میں
جلوہ افروز ہونے والے ہیں۔

اب جس مقدس ہستی کے لئے دنیا بنائی گئی جس محترم نبی کے فراق
میں دنیا چشم انتظار ہوگئی ہے جس کی فرقت میں فلکِ پیر بیقرار لیل و نہار
کی وقتیں بدل رہا ہے۔ وہ بے اختیار چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ نہ فراق کے
تنگ و صعاب اپنا نورانی چہرہ دکھلائے۔ ہر دمن میں جلد ہی جلد ہی بہت سی

گردوں میں سے ڈالیں۔ جن سے عالم زیروزبر، جہان الٹ پلٹ ہوگیا۔ مشرق
سے مغرب تک جن کی حکومتوں کے ڈنکے تھے آج اُن کا نشان صفحۂ ہستی پر نظر
نہیں آتا۔ دہریت سے کفر و شرک ہوا کیا۔ زور و شور سے معبودیت کے مرتبہ
میں لوگوں کی خدائیاں قائم ہوئیں۔ دنیا کا تختِ خدائی فرعون نمرود
شداد وغیرہ کے پاس یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا۔ کفر کی چڑھائی اور
اسلام کی تباہی سب کے دور دورے ہو لئے۔ شمعِ ہدایت بنکر پیغمبر و انبیائے
کرام تشریف لائے۔ تاہم کفر کی آندھیاں اس زور و شور سے چلیں کہ انبیاء کے
تشریف لیجانے کے بعد اُن شمع ہائے ہدایت کی روشنی عرصہ تک قائم نہ رہ
سکی۔ انجام کار بالکل گھپ گھاپ ہوگیا۔ تاریکیوں کا ایسا دور دورہ ہوا کہ راہِ
نجات کا ملنا ہی دشوار ہوگیا۔ سب کچھ ہو چکا۔ یہی انتظار میں سب گوارا تھا کہ
عرب کے ریگستان سے نیرِ تابانِ رسالت کب بلند ہو اور کب دنیائے ظلمت
کو شکست دیکر عالم میں نور ہی نور پھیلا دے۔ ہاں اسی انتظار اور سخت انتظار میں
آسمان کو انقلابات کی کروٹیں بدلتے ہزاروں برس گذر گئے تھے آج ہاتفِ غیبی کی
صدا نے اُسے غمِ فراق سے چھٹکارا دلادیا اور یہ محبوبِ عالم محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ ولادت سنتے ہی برائے تعظیم جھک پڑا کہ کب آفتابِ
صداقت برجِ حمل سے طلوع ہو اور کب یہ اُس کی ضیائے حسن سے منور ہو جائے
فضا میں جب ہاتف کی آواز گونجی تو وہ دولتِ مسرت سے مالامال ہوگئی گل
و بلبل نے جب یہ مژدہ سنا خوشی سے پھول گئے۔ سارا غمِ خزاں فراموش
عشرت و مسرت کا جوش۔ ہر ایک زبان چہ خورد بہ خوشی میں سربسجود ہو کر معبود
کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ درخت جوشِ مسرت میں جھومنے لگے۔ تالیاں بجانے
اور عندلیبانِ خوشنوا حمدِ باغبانِ قضا و قدر کا ترانہ گانے لگے۔

باغ میں گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں — کلیاں سر اٹھاتی ہیں کہ وہ آتے ہیں

وہ گستاخ نسیم جو معشوقانِ جہاں کی زلفوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتی۔ اور ان کے رخِ روشن پر کاکل بکھیر دیا کرتی تب آج اس کی بھی عمر بھر کی تمنائیں پوری ہوئیں۔ حضور کی ولادتِ باسعادت کی خبر جب اس نے اپنی گود میں لی تو خوفِ ادب سے تھم گئی۔ نظارۂ جمالِ محبوب کے لئے سراپا چشمِ شوق بن گئی۔ لیکن اس کے ایک جگہ ساکت ہو جانے سے دنیا کی جان پر بننے لگی سب بے قرار ہوئے کہیں لیا نہ یہ جہان والے پھڑک کر مر جائیں اور ساری ذمہ داری مجھ پر ہو۔ اگر چلنا بھی خلافِ ادب تھا۔ اس لئے چلی تو سہی مگر بہزار ادب و احترام

ایسی بہار افزا نکہت کبھی نہ چلی۔ نہ چلے۔ انسانی روئیں روئیں میں جان آ گئی۔ حرارت، سکون، لطف ان سب چیزوں کی لہریں دوڑنے لگیں۔ زمین مارے خوشی کے سرسبز و شاداب ہو گئی جدھر نظر دوڑائیے نور ہی نور پھیلا ہوا نظر آتا ہے آج زمین نے اپنا سرِ نیاز اٹھایا۔ اور آسمان سے گویا ہوئی۔

الٰہی ہزار ہزار شکر آج میں تجھ سے افضل ہو گئی کہ مجھ میں نبیوں کے تاجدار، رحمت کے سرتاج فخرِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ کیا تو آپ جیسی ہستی اپنے میں پیش کر سکتا ہے۔

مغرور آسمان لاجواب ہو کر رہ گیا

ان سب چیزوں کی کایا پلٹ نے دنیا پر جس قدر نور برسا دیا اس کے بیان سے زبان و قلم قاصر۔ زمین آسمان فضا، ہوا، اشجار، طیور، نباتات وغیرہ وغیرہ سب ہی پر تو بہار، مسرت و انبساط چھائی ہوئی ہے اور سب ہی نے تو اپنی انتہا سے زیادہ خوبصورتی، لطافت، نکھار، بہار، عنبریت وغیرہ پیش کی ہیں ایسی صورت میں دنیا کا منظر جتنا بہترین بیان کیا جائے کم ہے پھر بھی نہیں جو نور بھی

ایک دوسرے کو تہنیتِ مسرت سنا رہے ہیں فرشتے بھی تو مسرت سے سجان اللہ وبحمدہٖ کی تسبیح زیرِ لب پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں. جہان میں ایک ایسی خوشبو یوں نہیں جاتی گویا کسی نے عطر کے لاکھوں قرابے زمین پر انڈیل دیے ہیں. بیشک زمین کے چپے چپے کو ایسا ہی معطر و معنبر ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ گلشن رسالت کا ایک ایسا پھول کھِلنے والا ہے جس کی عطریت کفر کی تمام عفونت دور کرتے ہوئے عالم کو مہکا دے گی ہاں آج وہی نبی کریم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہونے والے ہیں جن کے مبارک پسینے کی خوشبو کے سامنے مشک و عنبر بھی خوشبو گرد ہو جائے گی. کسی نے کیا خوب کہا ہے. ؎

مشک و گلاب و عطر میں خوشبو جو بس گئی ‌ ‌ ‌ ‌ کیا اُن میں مل گیا ہے پسینہ رسول کا

صلی اللہ علیہ و بارک وسلم

محبوب کی آمد آج کی صبح وہ صبح تھی جس کے انتظار میں دنیا کا ہر ذرہ کائنات کی ہر شے فضائے آسمانی کی ہر چیز بے قرار نظر آتی تھی. یوں کہیے تو بجا کہ ان سب چیزوں میں روحانیت اسی اور صرف اسی لیے آئی تھی کہ محبوب رب العالمین افضل الاولین والآخرین سرورِ عالم حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جائیں ورنہ شاید مادیت کے منتشر اجزا میں روحانیت کی لطافتیں کسی خاص صورت میں تبدیل ہو جانا اس قدر شوق و ذوق سے پسند نہ کرتیں. آپ ہی کی ذات گرامی کا مژدہ فرحت فزا سن کر بے اختیارانہ اور ناقابلِ بیان خوشی کے عالم میں مختلف شکلوں میں ہویدا ہو گئیں اور سب کی چشمِ انتظار کھل گئیں کہ دیکھیں وہ یثرب کا وہ مہ جہاں تاب آقائے سید المرسلین رحمۃ للعالمین نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کب ہمیں اپنے نور کی ضیا پاشیوں سے منور فرماتا ہے. آج جب خدا

خدا کرے کے صدیوں کا نہیں ہزاروں برس کا زمانہ شوق و انتظار میں کٹا گیا۔ اور اب خدا نے اِن سب کو یہ روزِ سعید دکھایا تو اُن کی خوشی کا کیا پوچھنا۔ بچھڑا ہوا عاشق اپنے محبوب سے جب ملتا ہے تو انتہائی اظہارِ مسرت کرتا ہے۔ اور کوئی تو اس خوشی میں شادی مرگ ہی ہو جاتا ہے۔

جب معمولی انسان کے عشق کی یہ کیفیت ہے تو جس کی شان ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہے۔ اُس کے دیدار کی مسرت کس درجہ بڑھی چڑھی ہوگی! جسکا بیان احاطۂ تحریر سے یقیناً باہر اور تقریر سے بلند تر ہے۔

ہوا کے جھونکے، پھولوں کی مہک۔ زمین کی سرسبزی آسمان کی چمک دمک درختوں کی شادابی۔ جانوروں کی حمدِ الٰہی میں نغمہ باری وغیرہ ان سب چیزوں کا حسن یکجا ہونے پر دنیا جنّت معلوم ہونے لگی ہوا یکجا پھر اس پر بھی لطف یہ ہوا کہ فرشتے جو صفیں باندھ باندھ کر غول کے غول آسمان سے اُترے تو مذکورہ چیزوں کا یکجائی حسن ہزار گونہ ہو گیا۔ ؎

جدھر دیکھئے اک سماں نور کا   زمیں نور کی آسماں نور کا

جب دُنیا کی یہ حالت تھی تو مقدّسہ آمنہ کے حجرۂ منوّرہ کی کیا کیفیت ہوگی۔ شہزادے کے پیدا ہونے کا جشن۔ گرچہ سارے ہی شہر میں ہوتا ہے تاہم اس کے محل میں اور خصوصاً اسکے خلوتِ راحت کے ارد گرد جس قدر بہار نظر آتی ہے کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح مقدّسہ آمنہ کے مبارک حجرہ کے خیر و برکات بیان کرنے سے زبان گونگی اور قلم بے دم ہے۔ ؎

زبانِ اہل کہاں اور مدحتِ تو خروش
گرے خدنگ پہ کیا تاج افسر کاؤس

اس صورت میں اگر بی بی آمنہ عجائبات الٰہیہ ملاحظہ فرماتی ہیں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ جس طرح شاہی محلسرے کی آراستگی شان و شوکت شہر بھر سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح محترمہ آمنہ کے حجرے کی عظمت شوکت نورانیت دنیا سے ہزاروں درجہ بڑھ چڑھ کر تھی۔ اگر بی بی آمنہ کے دیدۂ ظاہر بین پر چشم حقیقت وا ہو جاتی ہیں اور وہ شام کے محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ دودھ کا پیالہ اُن کے سامنے آئے فرشتے اور حوریں انہیں آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئیں آسمانوں کے دروازے کھلنے کی آوازیں سنیں وغیرہ وغیرہ تو کچھ بھی تعجب نہیں بلکہ اگر اُم محترمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدرت کے عجائبات نہ دیکھتیں تو تعجب کی بات تھی۔ اس لئے کہ جہاں پر تو یہ برکات نازل ہوں اور اُم رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود تھا

شوق دید

آج کا دن دیکھنے کے لئے آسمان کی آنکھ ذرا بھی نہ جھپکی۔ زمین منتظر دید رہی۔ کائنات بیتاب اور فضا بیقرار تھی۔

آدمؑ کا خلق شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کا شکر، ابراہیمؑ کی خلت، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحٰقؑ کی رضا۔ صالحؑ کی فصاحت۔ لوطؑ کی حکمت، یعقوبؑ کی بشارت موسیٰؑ کی قوت، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی اطاعت، داؤدؑ کا لحن۔ یحییٰؑ کی عصمت، عیسیٰؑ کی مسیحائی، وغیرہ یہ تمام متاع گراں بہا مضطرب اور بیتاب تھیں کہ کب وہ جامع صفات ذات تشریف لائے اور کیسہ بہ اسیر شدہ ہو جائیں۔

اللہ اکبر! جو گراں قدر معجزات ایک لکھ چوبیس ہزار نبیوں کو ایک ایک دو دو کر کے مرحمت فرمائے۔ وہ سب کے سب حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو گئے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متاعِ گراں بہا اصل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے تھی تاہم جس طرح نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام کی پیشانیوں سے سورج کی شعاعوں کی طرح چمکتا رہا اسی طرح کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے بھی انبیائے کرام میں نظر آتے رہے چونکہ نورِ محمدی کے امانت دار چند ہی نبی تھے۔ اس لئے کمالاتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک دو دو تمام انبیاء کو عطا ہوئے تاکہ یہ معجزات و کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امانت دار ہو جائیں۔

اللہ اللہ! حضور والا کا مرتبہ کیسا بلند اور کتنا عدیم المثال ہے کہ انبیاء کے آنے کی غرض حضور کی خوشخبری سنانا- اس مبارک نور کا امانت دار ہو کر آنا اور کمالاتِ مصطفوی کا امین ہو کر مبعوث ہونا ٹھہری۔

جب نورِ ولادت باسعادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت فرشتوں، حوروں، زمینوں، آسمانوں، سورج، چاند، تاروں، جنوں غرض دنیا کے چپے چپے اور کائنات کے گوشے گوشے میں مبارکباد کا شور بلند ہو گیا۔ جو سورج چاند تارے روزانہ اپنے محبوب کے فراق میں بیتاب گردش کیا کرتے تھے آج اپنی ذاتِ حمد کی تمنا میں آتے دیکھ کر سب کی روشنی میں چار چاند لگ گئے۔ ذرات ضیا بار ہیں۔ مسرت کے نغموں سے دنیائے ظلمت چمک رہی گونج اٹھی ہے

جہاں والوں کو مژدہ ہو وہ شاہِ مرسلین آیا — کہ ہمسر جس پیمبر کا نہیں آیا نہیں آیا
فلک تو کیا ترا ایسا پیمبر بھی نہیں آیا — پکارا نغمۂ جوشِ عشرت میں نہیں آیا نہیں آیا
بہارِ انبیاء [illegible] — مبارک ہو کہ بے شک رحمۃ للعالمین آیا
زمیں تسلیمِ شہ میں گر گئی فرطِ مسرت سے — برائے سجدۂ تعظیم عرشِ بریں آیا
مبارک آج وہ نورِ رسالت ہو گیا طالع — بشارت جس کی دینے کیلئے ہر خوشہ چیں آیا

تاب دوزخ کا کھٹکا ہو نہ شوقِ دیدِ جنت ہے
کہ گلزارِ رسالت فخرِ فردوسِ بریں آیا

لگی رہتی تھیں آنکھیں انتظارِ دید میں جسکی
وہ شاہِ مرسلیں آیا شفیعِ مذنبیں آیا

پیمبر کی اطاعت عین مولا کی اطاعت ہے
کلامِ حق میں یہ فرمانِ ربِّ جلیں آیا

ہے جس کی خاکِ پا کحلِ بصر چشمِ ملائک کو
مبارک باد وہ محبوبِ ربِّ عالمیں آیا

ستارے چاند سورج ہیں تصدق جسکے جلوؤں پر
جہانِ کفر کی ظلمت مٹانے وہ حسیں آیا

گری جسکے قدم پر شانِ قیصر عظمتِ کسریٰ
مبارکباد صاحب وہ مالکِ روئے زمیں آیا

ہیں جسکے نام پر آخر ہزاروں بستیاں قرباں
نبی ایسا بھی دنیا میں کوئی دیکھا کہیں آیا

صلی اللہ علیہ وبارک وسلم

اظہارِ تشکر مبارک ہو اے عالم کے شہریار! نبیوں کے تاجدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ شانہٗ نے جملہ انبیائے کرام سے کمالات عطا فرما اور سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا سہرا باندھ کر دنیا میں بھیجا۔ زہے نصیب اِس امت کے جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی بنا کر بھیجے جائیں جس دولت کی تمنا بعض نبیوں نے کی تھی وہ دولت عظمیٰ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا) ہمیں بے مانگے مل جائے۔

الٰہ العالمین! ساری عمر شکریہ ادا کرتے صرف ہو جائے۔ تب بھی تیرے اِس احسان سے کہ تو نے ہمیں انسان، اور امتِ محمدیہ کا فرد بنا کر بھیجا، سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اُس رؤف رحیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں زبانیں گھس جائیں تو بھی آپ کی مدح کا ایک شمہ اور آپکے احسانات کا ایک حصہ بھی نہیں بیان کر سکتے۔ صرف ایک ہی احسان دیکھئے کہ آپ کے قدموں کی بدولت ہم دولتِ اسلام سے نواز

علیہ وسلم کے ظہور سے دُنیائے امکان میں جلوہ فرما ہوئے جہانِ تیرہ و تار آفتابِ
رسالت کی درخشندگی سے منور ہو گیا۔ ذرّہ ذرّہ چمک اُٹھا۔ خانہ کعبہ کے تین سو ساٹھ
بت اوندھے گر پڑے۔ فارس کا آتش کدہ جو تقریباً ہزار برس سے روشن تھا ٹھنڈا ہو
پڑ گیا۔ بحر ساوہ خشک ہو گیا۔ ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔

پہلا نکتہ خانہ کعبہ کے بت منہ کے بل گرنے سے اشارہ تھا کہ آج دنیا میں
اُس ذاتِ گرامی کا ظہور ہوا ہے جو بت پرستی کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر
نہ رہنے دیگی۔ بتوں اور بت خانوں کی بنیادیں جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دی جائینگی۔

دوسرا نکتہ فارس کا آتشکدہ بجھ جانے سے یہ اشارہ تھا کہ شرک و کفر کی جو
آگ ہزارہا سال سے شعلہ زن تھی اس محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی تشریف آوری سے وہ تمام کفر و شرک بغض حسد کینہ و عداوت کی آتش سرد ہو جائیگی

تیسرا نکتہ ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر جانے سے یہ واضح ہو رہا تھا کہ
وقار و حشمِ شانِ روم اور عظمتِ فارس ان سب چیزوں کا خاتمہ ہو جائیگا
فارس میں صرف چودہ بادشاہ اور تخت نشین ہونگے جنکے بعد روئے زمین پر ان کی
سلطنت کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عہد
فاروقی میں فارس مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور آتش پرستوں کی سلطنت دنیا کے
کسی گوشہ میں بھی قائم نہ رہی۔

باغِ سعادت میں بہار آئی۔ ایسی روح پرور بہار جس نے خارستانِ کفر کے
کانٹے دور کر دیئے اور توحید کے پھولوں کی شادابی نے خوشبوئے نکہتِ اسلام کے معطر
طراوت اور تازگی نے کفر کے خارستان کو بھی گلستانِ ارم بنا دیا۔ ایک سفید نورانی ابر
خانہ کعبہ پر محیط ہو گیا۔ ارکانِ فلک میں مبارک سلامت کا شور مچ گیا۔ چاروں طرف
روز روشن ہو گیا تھا صبحِ صادق مقدسہ آمنہ کی آغوشِ محبت آفتابِ رسالت سے

چمک اُٹھی۔

نکتہ صبح صادق کے وقت میں کیا بات تھی۔

(۱) دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سب سے زیادہ نورانی اور پُربہار وقت صبح صادق ہی کا وقت ہوتا ہے

(۲) اگر نورِ سحر کا ظہور دن کو ہوتا تو رات شاکی ہوتی کہ ہائے یہ شرف مجھ کو کیوں نہ میسر ہوا۔ اور بھی زیادہ تاریک ہو جاتی کسی حرمان نصیب عاشق کو بخت سیاہ نہ ہوتا جیسی رات کی تاریکی۔ اور اگر شب میں ظہور قدسی ہوتا تو دن اس غم میں کہ یہ فخر اُسے کیوں نہ حاصل ہوا کالا پڑ جاتا۔

حق تبارک وتعالیٰ شانہ نے دونوں میں ایک کو بھی رنج کا موقع نہ دیا۔ اور اپنے حبیب کریم رؤف رحیم صلعم کو صبح صادق کے وقت جب دن رات دونوں گلے ملتے ہیں پیدا فرمایا تاکہ اس سبب سے زیادہ مسرت وانبساط کے وقت میں دونوں کو بھی رنج نہ ہو۔ دونوں خوشی میں چمک اُٹھے۔ آفتاب رسالت کی ضیا باریوں سے سورج چاند تاروں نے فیض حاصل کیا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئے۔

اخبار ولادت ہمارے مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ۹ ربیع الاول بیان کی جاتی ہے یہ ایک ریاضی داں کا قول ہے اُنہوں نے حساب کر کے یہی ثابت کیا ہے۔ اگر ہم سلسلہ نقل کریں تو بہت سے صفحات گھر جائیں اس سے ہم یہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ محمود پاشا فلکی مصر کے مشہور ریاضی داں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ ہے۔

لیکن صاحب سیر نے تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول بتائی ہے۔ اگر دوشنبہ کے دن ربیع الاول کے مہینے میں کسی کو اختلاف نہیں اور تب بھی

سال اصحابِ فیل کا واقعہ ہوا ہے۔

مواہب لدنیہ محمد بن سعد نے ایک جماعت سے روایت کیا کہ آمنہ بنت وہب ام محمد رسول اللہ صلعم فرماتی ہیں جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے جلوے سے زمین جگمگا اٹھی تو ساتھ ہی ایک نور پیدا ہوا جس سے مشرق سے مغرب تک سب کچھ منور ہو گیا جب آپ زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے۔ آپ نے زمین سے خاک کی ایک مٹھی لی اور آسمان کی طرف دیکھا۔

نکتہ اس سے یہ اشارہ تھا کہ ساری زمین آپ کی مٹھی میں آجائے گی اور آپ اللہ تعالے کی جناب میں سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہونگے۔

خصائص کبریٰ۔ دلائل ابو نعیم عن عثمان بن ابی العاص قال حدثتنی امی انہا شہدت ولادۃ آمنۃ رسول اللہ صلعم لیلۃ ولدت فما شئ انظر الیہ فی البیت الا نور وانی لانظر الی النجوم تدنو حتی انی لاقول لیقعن۔ عثمان بن ابی العاص کی ماں کہتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے میں مقدسہ آمنہ کے پاس موجود تھی مجھے آپکے مکان میں نور کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے ستارے شوق زیارت میں حضرت آمنہ کے حجرے سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ میں ڈرتی تھی کہیں ایسا نہ ہو یہ ستارے مجھ پر ٹوٹ پڑیں

اشارہ یہ نور جو ام عثمان نے دیکھا ملائکہ کا نور تھا جو شہنشاہ ام محمد رسول اللہ صلعم کے استقبال کیلئے جوق در جوق چلے آتے تھے اور خورشید رسالت کے نزول اجلال فرمانے کا انتظار کر رہے تھے۔

مواہب لدنیہ مقدسہ آمنہ فرماتی ہیں کہ مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

قصعت من الطیر ما قبورہا من النسر و اجنحتہا من الیاقوت قد غسلت
حجرتی ورئیت ثلثة اعلام علم بالمشرق وعلما بالمغرب وعلما
علی ظہر الکعبۃ۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت کے وقت خدا نے
آسمان اور جنت کے دروازے کھول دئیے بی بی آمنہ نے وقت ولادت کے
عجائبات اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ جب مجھے درد زہ شروع ہوا تو مجھے ایک
خوفناک آواز سنائی دی اور میں ڈر گئی فوراً مجھے ایک سفید دودھ جیسا شربت
کا پیالہ نظر آیا میں نے اُسے لیکر پی لیا، اُسی وقت میری تمام وحشت دور ہو گئی
ساتھ ہی جو درد مجھے ہو رہا تھا بالکل کافور ہو گیا پھر خدا نے میری آنکھوں کے
آگے سے پردہ ہٹا لیا مجھے بہت سی انسانی صورتیں زمین و آسمان کے درمیان
معلّق کھڑی نظر آئیں جنکے ہاتھوں میں چاندی سونے کے آفتابے تھے۔ پھر
جانوروں کی ایک جماعت دکھائی دی جنکی چونچیں زمرد کی تھیں اور پر یاقوت کے
ان جانوروں نے اپنے پروں سے میرا حجرہ چھپا لیا پھر مجھے تین جھنڈے دکھائی
دئیے جو مشرق مغرب میں کعبہ کی چھت پر نصب تھے۔

دلائل | زیادہ سے زیادہ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ تخیل مقدسہ آمنہ کی ان کیفیات
کو خواب سے تعبیر کریں لیکن یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ وہ ان کیفیات کا بالکل
ہی انکار کر دیں اسلئے کہ بعض آنکھوں کے سامنے روزانہ قدرت کے رنگ رنگ
عجائب و غرائب کے مناظر پیش ہو جاتے ہیں۔ زیادہ جھگڑے میں نہ پڑئیے صرف
مسمریزم ہی کو لیجئے جسکا عامل معمول کو دنیا بھر یہانتک کہ جنت و دوزخ کی
بھی سیر کرا دیتا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں معمول بتا دیتا ہے جو لوگوں کی
جیبوں اور ہاتھوں میں مخفی یا میلوں کی مسافت میں ہوتی ہیں سب بتا دیتا ہے آپ
سے ہمیں کہ یا نہیں۔ اگر خیر سے کوئی صاحب نہیں جانتے تو دیکھئے تو

فلاں مقام پر جاؤ وہاں فلاں چیز دستیاب ہو جائیگی یا فلاں شخص سے ملاقات ہوگی
اور پھر اسیطرح اس خواب کی تصدیق ہو جائے وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو کہ ہم
پر بھی گزر جاتی ہیں میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ عجائبات نہیں ہیں جب نعمان تحدی اور
اکثر عام مسلمانوں پر بھی عجائبات کا ظہور ہوتا ہے تو افضل الاولین و الآخرین شفیع
المذنبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین فخر دو عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
والدہ مقدسہ نے اگر مذکورہ عجائب و غرائب دیکھے تو انکے صحیح ہونے میں کیا تعجب
ہو سکتا ہے۔ اور کیوں کج فہموں کی عقل میں نہیں آتا جو وہ ان عجائبات میں شک
ہی نہیں کرتے بلکہ سرے سے انکا انکار ہی کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں سے پوچھیے کہ
بعض یا اکثر اوقات عجیب حالتیں طاری ہو جاتی ہیں اور پھر بتائیں کہ مذکورہ بالا
میں شک وشبہ کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ پھر خورشید رسالت کی پیدائش کے
وقت اگر خدا کی قدرت کاملہ کے ناقص عقلوں میں نہ آنے والے عجائبات بیان کئے
جائیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا ان میں پھر انکار کی کیا مجال ہو سکتی ہے حضور جب
سارے جہان سے افضل ہیں اسیطرح مولود نبی صلعم کے وقت جو عجائبات دیکھے گئے
وہ نعمان تحدی کے عجائبات سے رتبہ و درجے میں جو فرق عام اور آقا میں ہے
وہی فرق مذکورہ عجائبات اور خاصان خدا کی خاص حالتوں میں بھی ہے پس میں سمجھتا
ہوں کہ اب شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضور
کے مولود مسعود کے عجائبات دنیا بھر کو تسلیم کرنے پڑینگے پس اب ہم گروہ عیسائیوں [illegible]

خصائص شواہد النبوۃ

فلما خرج من بطنی نظرت الیہ فاذا
هو ساجد قد رفع اصبعه وقال بسم

فصل پنجم [illegible] رسول اللہ جب حضور اکرم صلعم تولد ہوئے تو

(حضرت آمنہ نے دیکھا کہ آپ سجدہ میں تشریف رکھتے ہیں پھر سجدہ سے سر اٹھا کر انگلی اٹھائی اور نہایت فصیح زبان سے فرمایا لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ)

اشارہ تمام اذکار میں سب سے زیادہ افضل لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سب سے پہلے یہی مبارک کلمہ فرمایا۔

حضور اکرم فرماتے ہیں افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ لہٰذا افضل الانبیاء نے سب سے پہلے وہی ذکر کیا جو افضل الذکر ہے۔ امت محمدیہ کو بھی اس سے سبق لینا اور اس مقدس کلمہ کا ورد رکھنا چاہیے کیونکہ یہی وہ ذکر ہے جس سے بندہ کو مولا سے قرب ہوتا ہے۔

مواہب لدنیہ قالت آمنۃ فرأیت سحابۃ بیضاء قد اقبلت من السماء حتی غشیتہ فغیبتہ عنی ثم سمعت منادیا ینادی طوفوا بہ مشارق الارض ومغاربہا لیعرفوہ باسمہ ونعتہ وصورتہ واعطوہ خلق اٰدم ومعرفۃ شیث وشجاعۃ نوح وخلۃ ابراہیم ولسان اسمٰعیل ورضا اسحٰق وفصاحۃ صالح وحکمۃ لوط وبشری یعقوب وشدۃ موسیٰ وصبر ایوب وطاعۃ یونس وعصمۃ یحییٰ واغمرہ فی اخلاق النبیین ثم تجلی عنی فنظرت الیہ فاذا ھو کالقمر لیلۃ البدر ریحہ تفوح کالمسک الاذفر

حضرت آمنہ فرماتی ہیں جب حضور پیدا ہوئے میں نے ایک سفید نورانی ابر دیکھا جس نے آپ کو اپنے اندر چھپا لیا پھر ایک آواز آئی آپ کو لیجاؤ تاکہ مشرق و مغرب آپ کی زیارت سے مشرف ہوجائیں اور آپ کا نام جمال اور عظمت سب پر روشن ہوجائے آپ کو آدم کا خلق شیث کی معرفت نوح کی شجاعت ابراہیم کی خلت اسمٰعیل کی زبان اسحٰق کی رضا صالح کی فصاحت لوط کی حکمت یعقوب کی بشارت موسیٰ کی قوت ایوب کا صبر یونس کی طاعت یحییٰ کی عصمت وغیرہ تمام نبیوں کے مقدس اخلاق میں رنگ دو۔ کچھ عرصہ کے بعد ابر کھل گیا اور آپ مجھے نظر آنے لگے آپ

اسلام لانے والوں میں سے ہوئیں۔

اشارات

آپ کی ولادت با سعادت کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں جن میں سے چند زیب قرطاس کی گئیں۔

جس نور کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اسکی حفاظت فرمائی اُس کے ظہور کے وقت حسب ذیل عجائبات ظاہر ہوئیں آپکی خوشی۔ فرحت اور مسرت سے جیسے گوہر آبدار شکم صدف سے نکلکر اپنی ضو سے اردگرد کی جگہ روشن کر دیتا ہے تو عبد اللہ کا دُر یتیم آمنہ کے بطن مبارک سے برآمد ہوکر چشمۂ نور کی شعاعوں سے عالم کو جہت منور فرماتے اور جو عجائبات ظہور میں آئیں درست ہیں۔

ان خوارق اور حضرت عجائبات دکھائے جانے کی غایت بنا یہ منشاء تھی کہ قریش ان انوار و برکات کو دیکھکر متحیر ہوں اور آپکی عظمت و جلال سے مرعوب ہو جائیں تا کہ نبوت ملنے کے بعد آپ پر ایمان لانے میں پس و پیش نہ کریں چنانچہ جن کے دل پاک و صاف تھے اُن میں ابتدا ہی سے محمدی کے آئینے کی چمک پہنچی ان آئینوں کی چمک جو پرتو قدرت سے چمک کر نور جھلکا رہا تھا اُسی سے آئینہ کی چمک جب ایسے قلوب پر پڑی تو وہ فوراً مشرف باسلام ہوگئے مثال کے طور پر ثانی اثنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے لیجئے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا ہو اور اس نے کچھ نہ کچھ پس و پیش کی ہو سوا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب میں نے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بلا کسی حجت و تکرار کے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پھر کیونکہ یہ معرفت جن کے دلوں میں مستور تھی [illegible]

نہیں بنا لئے گئے اُنکے دل اخلاق محمدی کے آئینہ کی ضیا سے چمک اُٹھے۔ اور لبوں پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ وہ عمر فاروق جو حضور اقدس کو شہید کرنے کے ارادہ سے چلے تھے بہن بہنوئی سے قرآن پاک کی آیتیں سنکر دنگ ہو گئے اور کہنے لگے کلام عجیب (عجیب کلام ہے) واقعی تھا عجیب کہ فاروق اعظم کے غصّے کی آگ سرد پڑ گئی اور ان کے دل میں ارادۂ قتل کے بجائے ندامت اور انفعال کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے ہوئے کشاں کشاں دربار رسالت میں آئے۔ شمع جمال محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد پھر کے تصدق ہوئے۔ اور کلمۂ توحید پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسی طرح بہت سے پاک نفوس اپنے مبارک رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آفتاب رسالت کی ضیاء باریوں سے منوّر ہو کر صحابہ کے شاندار خطاب سے ممتاز ہو گئے۔ لیکن جن کے دل لوہے اور پتھر سے زیادہ سخت تھے وہ اسیطرح کفر پر اڑے رہے۔ اور بدستور بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ حضور اکرم صلعم نے ہر چند کوشش کی کہ وہ راہ راست پر آجائیں لیکن اُن مردودوں نے مشرف باسلام ہونے کے بجائے تمت سے آقا تاجدار انبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہونچائیں۔ ان کی ایذا رسانیاں بیان کرنے سے دل خون ہوتا ہے۔ تاہم یہ آفتیں سہنے کے بعد بھی حضور اکرم صلعم نے یہی دعا فرمائی کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت فرما دے۔ تاکہ یہ لوگ مجھے پہچان لیں۔ حاصل کلام حضور صلعم نے کٹّے کافروں کو دائرۂ اسلام میں لانے کی سخت ترین کوششیں فرمائیں طرح طرح کے معجزات دکھائے بڑے بڑے عبرت اور نصیحت

کے سبق سنائے مگر اُن پتھروں پر خاک بھی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ حق جل
مجدہٗ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ
ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ
وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○

سورۂ بقرہ رکوع اول (بے شک جو لوگ کافر ہو گئے اُن کے حق میں برابر
ہے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ وہ ایمان نہ لائیں گے
مُہر لگا دی اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر
پردہ ہے۔ اور اُن کے لئے بڑی سزا ہے) اس ارشاد باری کا
مطلب یہ تھا کہ اے پیغمبر تم جو ان نالائقوں کے پیچھے اپنی جان کھپا
رہے ہو اور ان کے سمجھانے کی دھن میں رات کو رات اور دن کو دن
نہیں سمجھتے۔ ان بدبختوں کے لئے تمہارا سمجھانا اور نہ سمجھانا دونوں برابر
ہیں۔ کیونکہ ان کم بختوں کے دلوں اور کانوں پر ہم نے کفر کی مہر
لگا دی ہے۔ اور آنکھوں پر غفلت کے پردے ڈال دئے ہیں۔
اور بڑی بھاری سزا اُن کے لئے تجویز کی ہے۔ اس لئے کہ
یہ تم جیسے مقدس رسول کا کہنا ماننا تو کجا اپنے ہمدرد بے غرض ناصح
اپنے خیرخواہ اور اپنے محبت کرنے والے کو طرح طرح کی ایذائیں
دیتے ہیں۔ ان بدترین جرائم نے انہیں اس قابل نہیں رکھا
کہ یہ دولت اسلام سے مالا مال ہو سکیں۔ چونکہ یہ لوگ کفر
اور تمہاری ایذا رسانی پر اڑے رہے۔ اور ہم نے نصیحت
و ہدایت کی انتہا کر دی۔ اس لئے ہم نے اُن کے دلوں اور
کانوں پر کفر کی مہر لگا دی۔ اور آنکھوں پر غفلت کے پردے

ڈال دئے، اور اُن کے لئے بڑی بھاری سزا مقرر کر دی۔ لہٰذا
تم ان کو سمجھانے کے لئے یہی ڈھیٹ پھرتے۔ زیادہ تر جان کو ہلکان
نہ کرو۔ بہرکیف آپ کی ولادت باسعادت کے وقت عجائبات قدرت
اِس لئے بھی دکھائے گئے تھے۔ کہ لوگ آپ کی نبوت کے وقت
آپ کی صداقت میں ذرا بھی شبہ نہ کریں۔ کیونکہ یہ وہی مقدس
ہستی ہے جس کی ولادت کے وقت بت اوندھے منہ گر پڑے۔
فارس میں زلزلہ آیا۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔
بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا۔ آتشکدہ سرد پڑ گیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ
تمام عجائبات اس ہستی کے مقدس محترم اور برگزیدہ ہونے پر
گواہی دے رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ تم ایسے مقدس نبی پر
ایمان نہ لاؤ۔

کاش! قریش جناب باری کے یہ اشارے سمجھتے اور
آقائے نامدار پر ایمان لا کر ابدی جنتی ہونے کے حق دار فردوس
اعلیٰ کے وارث بنتے۔

جب اُن کے ایمان پر آنے کا یہ انعام ملنے کا موقع نہ
تھا تو یقیناً اُن کی نافرمانی نے انہیں سخت سے سخت سزا کا
مستوجب بنا دیا۔ جس طرح دنیا کے بادشاہ وفادار فرمانبردار غلام
انعام کا مستحق اور نافرمان سخت سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔
اسی طرح اللہ نے ایمان والوں کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا
اور کفار کو سخت سے سخت سزاؤں میں مبتلا فرمایا۔

عجائبات کی تصدیق امر واقعہ بیان سے یہ ثابت ہے کہ ولادت

باسعادت کے وقت جو عجائبات بیان کیے جاتے ہیں اُن کی صداقت پر مذکورہ
مشاہدات سے روشنی پڑتی ہے یقیناً یہ عجائبات ظہور میں آئے۔ اسلئے
کہ اللہ تعالیٰ کو قریش کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی عزت وعظمت جاگزیں کرنی تھی۔

مذکورہ عجائبات کی تصدیق میں ہم اگرچہ کئی مشاہدات پیش کر چکے
اور دلائل و براہین سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ان خوارق الفطرت امور
میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ تاہم یہ ہمیں بھی تسلیم ہے۔
کہ مذکورہ روایات کا اکثر حصہ کتب صحاح میں موجود نہیں۔ ہم
رؤف الرحیم کے ابتدائی صفحات پر بھی عرض کر چکے ہیں کہ کتب سیر
میں صحیح اور غیر صحیح دونوں قسم کی روایات پائی جاتی ہیں اور اپنے
دعوے کی تصدیق میں علامہ زین الدین عراقی کا قول بھی پیش کر چکے ہیں
اس لیے حسن اور ضعیف روایات زیب صفحات کر دی گئی ہیں
لیکن اتنی احتیاط ضرور کی گئی کہ موضوع اور منکر احادیث درج نہیں
کی گئیں جسن اور ضعیف روایت کو جھوٹی احادیث سے تعبیر
نہیں کیا جاتا بلکہ صحیح حدیثوں کے بعد دوسرا اور تیسرا درجہ
دیا جاتا ہے اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ ہم مذکورہ روایات سے
اجتناب کرتے اور ان عجائبات کی تصدیق میں جو دلائل و براہین پیش
کئے گئے ہیں اُن سے تو مذکورہ روایات کی صداقت پر کافی روشنی
پڑتی ہے۔ مشاہدات سے جس ذات بابرکات کو حق تبارک وتعالیٰ نے
شاہد بنا کے روز ازل ہی میں سب سے زیادہ محبوب بنا لیا تھا۔ اُسکے
مولود مسعود کے وقت اگر مذکورہ عجائبات دکھائے گئے ہوں تو تعجب کا

مقام نہیں ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود بھی اگر کوئی صاحب مذکورہ روایت کو
اس خیال سے کہ وہ صحاح ستہ میں شامل نہیں صحیح نہ بھی سمجھیں تو بھی
اول تو عقل ہی یہ کہتی ہے کہ افضل الاولین والآخرین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت ان ہونی باتیں ضرور
ظہور میں آنی چاہئیں۔ اور جب اسی خیال کی تصدیق مذکورہ روایت
سے بھی ہوتی ہے تو پھر صداقت میں کیوں شبہ کیا جا سکتا ہے۔
ان سب کے باوجود بھی اگر کچھ لوگ ایسے ہوں جنہیں مذکورہ روایات
کا یقین نہ ہوتا ہو تو وہ منتظر رہیں کہ انشاء اللہ صحاح ستہ ہی سے
سیرت النبی کے متعلق بہت سی احادیث و آیات قرآنی بھی زیب
صفحات کی جائیں گی جو مذکورہ روایات سے کہیں بڑھ چڑھ کر حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین فضائل وغیرہ سے مزین ہوں گی۔
جیسے معراج، شق صدر، شق قمر وغیرہ وغیرہ جو سب کی سب احادیث صحاح
ستہ میں موجود ہیں اور جنکے پڑھنے سے انسان کی زبان پہ بے اختیار
جاری ہو جائے گا ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جب صحاح میں مذکورہ عجائبات سے کہیں بڑھ چڑھ کر فوق الفطرت امور
ملاحظہ میں آئیں گے تو ہم سمجھتے ہیں جو صاحب مذکورہ روایت بالکل غلط سمجھتے
ہیں انہیں تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ بیشک وقت ولادت مذکورہ عجائبات ضرور دیکھے
گئے ہونگے کیونکہ جبکہ سینہ مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات میں

ساری دنیا تمام آسمانوں جنت دوزخ وغیرہ کی سیر کرا سکتا ہے، اور اپنے
حبیب پاک سے تقریباً بارہ ہزار کلام فرما سکتا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ
تعالےٰ آگے آئے گی۔ تو وہ خدا وقتِ ولادت شریف یہ تعجب خیز عجائبات
بھی ضرور دکھا سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ عجائبات معراج سے زیادہ تو کیا برابر بھی
نہیں۔

بہرکیف یہ تعجب انگیز عجائبات نقل کے ساتھ ساتھ عقل کی کسوٹی پر بھی
باون تولے پاؤ رتی اترے، الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آٹھواں باب

رضاعت شریف سے سنِ بلوغ تک

رضاعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام محمد رکھنے کی عزت
خواجہ عبدالمطلب کو نصیب ہوئی۔ آپ کا گہوارہ اکثر از خود
ہلا کرتا تھا یقیناً فرشتوں کے ہاتھ ہلاتے ہوں گے جب ولادتِ باسعادت
کی خوشخبری ثوبیہ لونڈی نے ابولہب کو پہونچائی تو اُس نے فرطِ مسرت سے
اُسے آزاد کردیا۔ افسوس ولادتِ نبوی کی تو ایسی خوشی ہوئی لیکن جب آپکو
حق تبارک و تعالیٰ نے پروان چڑھایا۔ اور خلعتِ نبوت سے مختص فرما کر سارے

نبیوں کا سردار بنایا، تو اُس وقت ہی ابولہب اور اُس کے مردود ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن بن گئے۔ وہ بے بصیرت انسان بن گئے پر جن کے اندھے دل خورشیدِ رسالت کے انعکاس سے روشن نہ ہو سکے جبکہ کوئی بدترین تکلیف باقی نہ رہی تھی جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی گئی ہو۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب کے مرجانے کے بعد اُسے حضورِ اکرم نے خواب میں دیکھا دریافت فرمایا ہو کیسی گذرتی ہے۔ عرض کیا ناقابلِ بیان عذاب میں گرفتار ہوں۔ تاہم پیر کی رات مجھ پر عذاب ہلکا کیا جاتا اس لئے کہ آپ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی میں میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

اللہ اللہ! اِس چھوٹی سی بات کے بدلے میں حق تعالیٰ نے ابولہب پر اتنا عظیم احسان فرمایا کہ اِس رات اُس بدبخت پر سے عذاب موقوف فرما دیا۔ اے کاش ابولہب، اگر تو مسلمان ہو جاتا تو خدا ہی جانے کیسے کیسے گراں بہا انعامات سے نوازا جاتا۔

ثویبہ کی خوش نصیبی جب ابولہب نے حضرت ثویبہ کو آزاد کر دیا تو وہ حضرت آمنہ کے پاس آئیں اور نورِ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے دیدۂ دل منور کرنے لگیں۔ آپ کو تین روز تک حضرت آمنہ نے اور بعد ازاں حضرت ثویبہ نے اُس وقت تک دودھ پلایا جب تک حضرت حلیمہ سعدیہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے نہ آئیں۔

دیہات میں پرورش کا مقصد

اُس زمانے میں عرب کا یہ دستور تھا کہ تمام شرفاء و امراء اپنے بچے

قبیلہ ہوازن کی چند عورتیں بچّوں کی جستجو میں آئیں جن میں ایک حلیمہ سعدیہ بھی
تھیں۔

رسولِ اکرم حلیمہ کے آغوش میں

اتفاق کی بات کہ سب عورتوں کو تو بچے مل گئے۔ مگر حلیمہ سعدیہ کو کوئی
بچہ ممکن نہ ہوا۔ مقدسہ آمنہ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ عبد اللہ کے دُرِ یتیم محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے لئے لیجائیں۔ لیکن اس خیال
سے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں اور مجھے خاطر خواہ انعام نہ دیا جا سکیگا
حضرت حلیمہ کو تامل ہوا۔ لیکن انہیں کوئی بچہ نہ ملا تو خالی ہاتھ جانا بھی مناسب
نہ سمجھکر مقدسہ آمنہ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے سردارِ انبیاء جناب محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آغوشِ محبت میں لیکر روانہ ہوگئیں۔ بیان کیا
جاتا ہے کہ حلیمہ سعدیہ کی سواری کا جانور دُبلا پتلا اور لنگڑا تھا تاہم جب
وہ آفتابِ رسالت کو آغوشِ محبت میں لیکر سواری پر سوار ہوئیں تو جانور ایسا
تیز قدم چلا کہ ساری عورتوں کی سواریوں سے جو ایک عرصہ پہلے چل چکی تھیں
بہت آگے نکل آیا۔ یہ دیکھکر حلیمہ سعدیہ محو حیرت ہوگئیں اور سمجھیں کہ ضرور یہ بچہ
خدا کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اُسی وقت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت
و محبت کا نقش اُن کے دل میں کندہ ہوگیا۔ اور شمعِ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم پر ہزار جان سے قربان ہوگئیں۔

عجائبات

معارج النبوت۔ دلائل النبوت۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں
کہ جس سال آفتابِ رسالت برجِ حمل سے فلکِ نبوت پر
چمکا اس سال بڑی قحط سالی تھی۔ ہم اس طرح گذر اوقات کرتے تھے۔ کہ
روز صبح جنگل میں چلے جاتے۔ اور گھاس پھوس توڑ کر پیٹ پالتے۔ چھ چھ سات

سات وقت کے فاقے گذر جاتے تھے۔ اور کہیں کا دانہ بھی ہمیں میسر نہ ہوتا تھا
ایک دن اسی بھوک کی شدت میں مجھے درد زہ لاحق ہوا تاہم بھوک کی شدت
اسقدر تھی کہ درد کی تکلیف بہت ہی کم محسوس ہوئی اسی
بھوک کی ناقابل بیان تکلیف میں بیہوش ہو جاتی۔ اور خدا جانے کب تک اسی
طرح بیہوش پڑی رہتی تھی۔ متواتر فاقوں نے جان پر بنا دی تھی۔ اور کمزوری
اس قدر بڑھ گئی تھی۔ کہ میں آسمان پر نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتی تھی۔ اسی حالت
میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت والے
میرے سامنے کھڑے ہیں جو مجھے اٹھا کر ایک نہر کے پاس لے گئے جس کا پانی
دودھ اور شہد کی مانند سفید اور شیریں تھا انہوں نے فرمایا حلیمہ! تم یہ
پانی پیو اور خوب سیر ہو جاؤ۔ جہاں حق جل مجدہ نے تمہارے لئے ایک بیش بہا
دولت رکھ چھوڑی ہے

یہ پانی پی کر میری ساری بھوک پیاس مٹ گئی۔ اور حیات تازہ میسر آگئی
جب میری آنکھ کھلی۔ تو دل خوشی کے مارے سینہ میں زور زور سے اچھل رہا
تھا پڑوسیوں نے پوچھا آج تم اسقدر کیوں خوش نظر آتی ہو۔ چونکہ مجھے خواب میں تاکی
تاکید کی گئی تھی۔ اس لئے میں بات ٹال گئی۔ اور پوچھنے والوں کو دوسری
باتوں میں لگا دیا۔

دوسرے دن میں بنی سعد کے قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ اس حال میں
روانہ ہوگئی کہ میری سواری کا گدھا نہایت دبلا اور سوکھا تھا۔ جو فاقوں کے مارے
اچھی طرح راستہ نہیں چل سکتا تھا۔ اور دودھ والی اونٹنی بھی نہایت سوکھی ہوئی تھی
جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا تھا۔ فاقوں کے مارے غریب کا بچہ مر چکا تھا
میرا بچہ بھوک سے بہت کمزور تھا۔ روتا رہتا تھا جس سے میری نیند بھی حرام ہو گئی تھی

جب میں قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ تو میری سواری اُن کی تیز رفتار سواریوں
کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور نہ کر سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں پیچھے رہ گئی۔ بنی سعد کی سب
عورتیں مکّے پہونچ گئیں۔ اور اُنہوں نے مالداروں کے بچے حاصل کرتے

خواجہ عبدالمطلب نے اکثر دائیوں کو بلا کر آپ کی زیارت سے مشرف
کرایا۔ مگر محرومیِ قسمت دیکھئے کہ کسی نے عبداللہ کے دُرِّ یتیم کو لینا پسند نہ کیا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میری سواری چلتے چلتے ایک جگہ گر پڑی ساتھ
ہی ایک آواز کانوں میں آئی۔ مرحبا۔ یا حلیمہ! اے حلیمہ تیرے بڑے بخت
نصیب ہیں۔ تیرا سینہ ایک مبارک فرزند کو دودھ پلائے گا۔ پھر مجھے معلوم ہوا
گویا کسی نے میرے ہاتھ پکڑ کر سواری پر سوار کر دیا۔ اور مجھے اشارہ کیا کہ میری
سواری جیسی رفتار سے چل رہی ہے یہ انوار و برکات دیکھتی ہوئی مکہ معظمہ کے
پاس پہونچی۔ چونکہ رات ہو گئی تھی وہیں ٹھہر گئی بستر لگایا۔ اور پڑ کر سو گئی
کیا دیکھتی ہوں کہ میرے سرہانے کھجوروں کا ایک بڑا درخت لگا ہے جس میں
کثرت سے رنگین پھل آویزاں ہیں اور بنی سعد کی سب عورتیں میرے پاس
کھڑی ہیں یکایک ایک کھجور میرے سینے پر گری۔ اور میں نے اسے اٹھا کر
کھا لیا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح اٹھکر مکہ معظمہ میں داخل ہوئی۔ اور جب
کوئی بچہ نہ ملا تو عبداللہ کے دُرِّ یتیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جانے کے
لئے رضامند ہو گئی۔

چونکہ آپ انوار و برکات دیکھتی ہوئی آئی تھیں اس لئے یہ یقین
ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں یہ ایک بڑی دولت تھی۔ جو
کسی دائی کو میسر نہ آ سکی۔ اور حلیمہ سعدیہ کو مرحمت ہو گئی۔ اچھے نصیب تھے
کہ جس کے گھر آفتاب رسالت [illegible]

علیہ وسلم کے سینے پر کسی قدر پس و پیش کیا۔ تو حضرت آمنہ نے فرمایا۔ چھوڑ دو
عن ابنی فانہ سیکون لہ شان (یعنی اتارو بچے سے مطمئن رہو یہ بڑی
بڑی شان ہونے والی ہے)

جب حلیمہ سعدیہ مقدسہ آمنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گود
میں لئے رخصت ہونے لگیں تو حضرۃ آمنہ نے یہ اشعار پڑھے

اعیذہ باللہ ذی الجلال — من شر ما مر علی الجبال

حتی اراہ حامل الجمال — ویفعل العرف الی الموالی

وغیرھم من حشوۃ الرجال

اُس شر سے جو پہاڑ میں ہوتا ہے رونما — دیتی ہوں آپ کو میں خدا کی پناہ میں
اُسوقت جبکہ آپ شتر پر سوار ہوں — دیکھوں وہ شان میں جو ہوتی ہے شاہ میں
اور دیکھ لوں کہ اپنے غلاموں کیساتھ آپ — احسان کرتے ہوں اخوت کی راہ میں

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر
قافلہ بنی سعد کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ تو میری سواری لاغر و کمزور ہونے کے
باوجود بھی سب سے آگے نکل گئی۔

تاریخ الخمیس

اور میں نے اپنی سواری کے جانور کو دیکھا کہ اس نے
تین مرتبہ خانۂ کعبہ کو سجدہ کیا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا
کر کے ایسا چلا کہ سارے ساتھیوں سے آگے نکل گیا۔ آج یہ حال تھا
جسے دیکھ کر سارے قافلے والے دنگ ہو رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ حلیمہ۔ یہ وہی
جانور ہے جس پر سوار ہو کر تم گذشتہ آئی تھیں۔ اور جو لاغری کی وجہ سے ہم سب سے
پیچھے رہ گیا تھا۔ میں نے جواب میں کہا ہاں یہ وہی جانور ہے جسے ضعف کی وجہ سے
ایک قدم اٹھانا بھی دشوار تھا۔

تاریخ الخمیس

حضرت حلیمہ راستہ طے کرتی چلی جاتی تھیں کہ ان کا گذر بازار عکاظ میں ہوا۔ جہاں قبیلۂ ہذیل کا ایک کاہن رہا کرتا تھا۔ جو لوگوں کے علاج بھی کرتا۔ وہ غیب کی باتیں بھی بتاتا تھا۔ حلیمہ فرماتی ہیں میری بیوقوفی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کاہن کے پاس لے گئی۔ اور اُس سے پوچھا بتاؤ تو سہی یہ بچہ کس رتبہ کا ہوگا۔ جب کم فکر کاہن نے آپ کو دیکھا تو گھبرا کر کھڑا ہوگیا اور چلا اٹھا۔ اے قریش کے لوگو! ادھر آؤ اور دیکھو یہ وہ بچہ ہے جو تمہارے بتوں کو غارت اور آبائی دین کو فنا کردیگا۔ کاہن کے چلانے پر قریش کی ایک پوری جماعت آموجود ہوئی میں اپنی بیوقوفی پر نادم ہوئی۔ فوراً بھاگ کھڑی ہوئی۔ لوگوں کی آنکھوں میں کچھ ایسی خاک پڑی کہ ان میں سے کسی نے بھی نہ دیکھا اور میں صحیح وسالم نکل گئی۔ میرے کانوں نے لوگوں کی چیخ پکار کی صدائیں سنیں مگر میں برابر بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ بخیر وعافیت اپنے گھر پہنچ گئی اور مجھے کوئی بھی نہ پاسکا۔

حضرت حلیمہ کا اپنے مکان پر پہنچنا تھا کہ خدا نے اُن پر اور اُن کے گاؤں پر انوار و برکات کا مینہ برسا دیا جس طرح وقت ولادت شریف بہت سے عجائبات ظہور میں آئے تھے۔ اسی طرح حلیمہ کے گھر میں بھی رحمت الٰہی کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں وہاں قریش کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت عظمت اور محبت جگہ پکڑ رہی تھی یہاں حلیمہ اور گاؤں والوں پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ کا وقار و جلال دکھا کر ان کے دلوں میں عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا فرماتا تھا۔ جس طرح آفتاب کے نکلتے ہی عالم جگمگا اٹھتا ہے اسی طرح آفتاب رسالت کے نور کی ضیا پاشیوں نے اُس گاؤں خصوصاً حضرت حلیمہ کے گھر کو روشن اور منور کر دیا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل یہاں سخت
خشک سالی تھی کہ مویشیوں کے لئے چارہ اور انسانوں کے لئے غلہ بہم پہنچنا مشکل
ہوگیا تھا۔ جنگلوں میں خاک اڑتی تھی اور گھاس کا ایک تنکا بھی کہیں نظر نہ آتا تھا۔
ایسی حالت میں ہمارے جانوروں کا سوکھ کر قریب المرگ ہوجانا اور ہماری
فاقہ زدگی ظاہر تھا۔ اسی ناامیدی کی حالت میں ابر رحمت اٹھا اور ہم سب پر
چھا گیا۔ خدا نے اپنے فضل سے حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
پرورش کے لئے اس گاؤں میں بھیجا اور ہماری ساری تنگدستی مفلسی فاقہ
کشی وغیرہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اب ہم اور ہمارے جانوروں کو کسی نعمت کی
نہ چارے کی کمی نہ تھی سب سے زیادہ رحمت کا سایہ ہمارے گھر پر تھا۔ ہماری
بکریاں اتنا دودھ دیتی تھیں کہ پانی کی بجائے بھی دودھ ہی استعمال کیا جاتا
تھا۔ اور دوسرے لوگوں کی بکریاں اس قدر دودھ نہ دیتی تھیں جس پر وہ لوگ
اپنے چرواہوں سے کہا کرتے تھے کہ تم بھی بکریاں وہاں چرایا کرو جہاں حلیمہ
کی بکریاں چرتی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ حلیمہ کی بکریاں بھی انہیں کے ساتھ رہتی
ہیں لیکن خدا ہی جانے وہ اس قدر کثرت سے کیوں دودھ دیتی ہیں۔ اور
یہ کیوں نہیں دیتیں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ ہلانے
ہلانے کا محتاج نہ تھا۔ میں نے جب دیکھا یہی دیکھا کہ گہوارہ خود بخود ہل رہا ہے۔
اتقیاء المہبس میں ہے کہ فرشتے آپ کا گہوارہ ہلایا کرتے تھے۔

سبحان اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کس قدر بلند ہے کہ جدھر
آپ جاتے ہیں وہاں خیر و برکات کا مینہ برس جاتا ہے۔ ان حالات حضرت حلیمہ وغیرہ
کی خوش نصیبی کو اس سے بہتر نہیں کہ جو استعمال کریں تو مسلم ہے یکا فرزند تو

اشارہ بروز قیامت کے دن حضورِ اقدس اپنے غلاموں کو برہنہ دیکھنا کس طرح پسند فرمائیں گے حق تعالیٰ سے کہکر ضرور آپ ہم گنہگاروں کو جنت کے حلّے پہنائیں گے۔ آپ کی حیا کے متعلق اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے میرا سارا جسم کبھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ ایک ہی برتن کے پانی سے میں اور میرے سرتاج نہاتے ہیں مگر حاشا وکلا کبھی نہ میں نے آپ کا جسم دیکھا نہ آپ نے میرا۔

اللہ اکبر! کیا حیا ہے جبھی تو آپ نے صغر سنی میں بھی برہنہ رہنا پسند نہ فرمایا کیوں نہ ہو۔ یہ وہی دُرِّ یتیم ہے جنہیں سمندرِ سعادت کے جہت سے گہرہائے رسالت ہی سے چنکر حق تعالیٰ نے خاص کر لیا تھا۔ آپ ہی جامع کمالات تھے جبھی تو رب العزت نے سید المرسلین وغیرہ کے شاندار القاب سے آنحضور کو ملقب فرما دیا۔ چونکہ حیا بھی ایمان کا ایک جوہر ہے اس لئے یہ جوہر آپ میں بدرجہ کمال موجود تھا۔ اور آپ بچپن میں بھی کبھی برہنہ ہونا پسند نہ فرماتے

تنبیہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ آٹھ آٹھ دس دس برس کے بچے بازاروں میں ننگے دھڑنگے دوڑتے پھرا کرتے ہیں۔ اگر غیرت کسی بچے کی ماں نے کرتہ پاجامہ پہنا بھی دیا تو اُس میں بھی غضب یہ کہ رومالی ندارد ہوتی ہے جسم کا جو حصہ سب سے زیادہ پردہ پوش رہنا چاہئے وہی کھلا رہتا ہے۔ اگر ماؤں سے کہئے تو جواب دیتی ہیں۔ ایک تو اسے پیشاب کر دینے کا مرض ہے اس سے ہم رومالی نہیں لگاتے تاکہ اگر پیشاب نکل بھی جائے تو پاجامہ خراب نہ ہو دوسرے یہ کہ تازی ہوا ہر وقت لگتی رہتی ہے جو صحت کے لئے مفید ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ پھر اور غضب یہ کہ خاصی [illegible] لڑکیاں لڑکوں کی طرح برہنہ پھرائی جاتی ہیں۔ افسوس صد ہزار افسوس ان [illegible]

کہا گیا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہ شان ہے حضور رسالت پناہ کی

جب حضرت پاخانہ کی گندگی کا پتھر اور تاج شاہی کا ہیرا دونوں کہنے میں پتھر ہیں تو ہم دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح اگرچہ ہم و حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے میں انسان ہیں لیکن ہم میں اور آپ میں زمین و آسمان کا نہیں بلکہ تحت الثریٰ و عرش کا فرق ہے۔ بھلا خدارا گنہگاروں کو معصوم سے اور رذیلوں کو سید المرسلین سے کیا نسبت

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتے کو انہیں کی مبارک ہستی کو نبی بنا کر بھیجا جس پر سارے فرشتے شامل حدیں قربان اور تمام مخلوق فدا ہے آپ نے اپنی عبادت و ریاضت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ بندے کو مولا کی کس طریقہ سے عبادت بجا لانی چاہیے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے پائے مبارک شق ہو یعنی پھٹ جایا کرتے تھے۔ آپ اتنی دیر تک قیام فرمایا کرتے تھے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ سرتاپا رکوع، قیام، سجدے اور بیٹھنے میں ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ شاید آپ کی روح پرفتوح عالم علوی کی طرف سدھار گئی۔

ایک دن چند صحابہ نے عرض کیا۔ فداک امہاتنا و آباؤنا یا رسول اللہ حضور اتنی تکلیف اٹھا کر عبادت کیوں فرمایا کرتے ہیں آپ کی شان میں تو خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما

تا خر۔ (سورہ فتح رکوع اول) اللہ نے آپ کی سب اگلی پچھلی بھول چوک معاف فرمادی۔

جواب میں آقائے نامدار نے فرمایا تم سچ کہتے ہو لیکن یہ تو بتاؤ کیا میں اپنے مولا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں جس نے مجھ پر اتنی رحمت فرمائی کہ میری اگلی پچھلی بھول چوک معاف فرمادی تو کیا میں اس کے بدلے میں اپنے مولا کی زیادہ سے زیادہ عبادت نہ بجالاؤں (تفصیلات اپنے مقام پر آئیں گی)

اللہ اکبر! حضور نے عبادت، ریاضت، شجاعت، سخاوت، ہمت، محبت، اخوت، ایثار، اخلاق وغیرہ کے گراں بہا عملی نمونے ہمارے سامنے پیش کئے ہیں جبھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبی کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو جس کے صلے میں اللہ تم سے راضی ہو جائیگا اور میرے اتباع کے طفیل تمہارے سارے گناہ بخشدیگا کیونکہ وہ اللہ بڑا بخشش فرمانے اور نہایت رحم والا ہے جیسا آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ سے ثابت ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے عین خدا کی اطاعت کی جیسا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ سے ثابت ہے یہ اس لئے فرمایا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارے نبی اپنی طرف سے ایک بات بھی نہیں کہتے بلکہ جو کچھ ہم انہیں حکم کرتے ہیں وہی کہتے ہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

سبحان اللہ اپنے حبیب کی مدح سرائی خود رب العزت فرماتا ہے

زہے رتبہ زہے شان محمدؐ　　خدا خود ہے ثنا خوان محمدؐ
صداقت پر وما ینطق ہے شاہد　　کلام حق ہے فرمان محمدؐ

بہرکیف اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بجائے انسان مقدس ہستی کو نبی

بنا کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو حق تعالیٰ کے محبوب ترین طریقوں پر چلائیں۔ ساتھ ہی
بندوں کو یہ عذر بھی نہ رہے کہ وہ فرشتے کا اتباع کس طرح کریں جبکہ وہ کھانے
پینے وغیرہ سے پاک ہے چونکہ اسلام کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ دنیا
میں شریف۔ مہذب۔ متمدن زندگی گذاریں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ مثال کے بغیر
کوئی بات ٹھیک طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے مصلح اعظم محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو عالم میں رونق افروز فرما کر بندوں کو یہ حکم دیا گیا کہ جس طرح
ہمارے حبیب ایثار۔ اخلاق۔ محبت۔ اخوت۔ غرض دنیا و دین کی ہر شئے
کی کسوٹی پر پورے اترے ہیں۔ اسی طرح تم بھی حضور کے قدم
بقدم چل کر ایک مومن۔ متمدن۔ متواضع۔ زندگی گذارو۔ ساتھ ہی دنیا میں پڑ کر
اپنے پروردگار کو نہ بھولو۔ جس وقت مولیٰ کی عبادت کا وقت آجائے دنیا کے
دھندے چھوڑ دو اور معبود کے حضور میں سربسجود ہو جاؤ۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ
چیزیں ایسی ہیں جنہیں سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرما کر دنیا بھر کو بتا گئے
ہیں کہ دیکھو دنیا کی صلاح کے ساتھ ساتھ مولیٰ کی رضامندی بھی یوں حاصل
ہو جاتی ہے۔ چونکہ یورپ کے اکثر مورخین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو مصلح اعظم مانا ہے لہذا چاہتا ہے کہ ہم ان کی اور ان کے متبعین کی خدمت میں
ایک چیز پیش کریں وہ یہ ہے۔

اہل یورپ کو ایک بہترین مشورہ

جب آپ ہمارے آقائے نامدار کو مصلح اعظم تسلیم کرتے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ آپ کم از کم دنیوی امور ہی میں ہمارے سرکار
مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں اور پھر دیکھیں کہ آپ حضرات
کی مشکلات کس قدر جلد حل ہو جاتی ہیں۔ ملک کی بد امنی۔ زنا کی بدولت وغیرہ

سب چیزیں فنا ہو کر ملکوں میں امن و امان رعیت کے دلوں میں سکون، اور سچی حکام کا وقار کس طرح پیدا ہو جاتا ہے۔ حقیقی طور پر تو حضور کے مقصد اعظم ہونے کا صحیح مشاہدہ آپ کو اسی وقت ہوگا جب آپ کم از کم دنیوی امور ہی میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کریں گے۔

الغرض اچھے طریقے سکھانے کے لئے رب العالمین نے انسانی ختم مرتبت کو نبی بنا کر بھیجا تاکہ بندوں کی دنیا اور عقبیٰ دونوں سنور جائیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں میں اتباع سنت ہی کی کمی ہو گئی یہی وجہ ہے کہ ان کے نظم و نسق غرض و مقاصد میں برہمی ہے۔

مسلمانو! للہ سیرت النبی معاذ اللہ قصے کہانی کے طور پر نہ پڑھو۔ بلکہ پڑھنے سننے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرو۔ اور دنیا کو دکھا دو کہ غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہوتے ہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ فرشتے اس لئے نبی نہ بنائے گئے کہ وہ تمدنی و معاشرتی زندگی کا عملی نمونہ پیش نہ کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ انسانوں کا مرتبہ رحمۃ للعالمین کے طفیل فرشتوں سے افضل ہے۔

واقعہ غزوۂ حدیبیہ میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کے پیغام آ رہے تھے۔ اور آپ نے کفار قریش کی سخت ترین شرائط منظور فرما لی تھیں جن کی بحث تفصیل اپنے مقام پر آئے گی، تو اس اثنا میں قربانی کا مبارک دن آگیا۔ حضور نے صحابہ کو قربانی کرنے کو فرمایا۔ ایک دفعہ نہیں تین مرتبہ۔ مگر قربانی کرنے کے لئے ایک صحابی بھی آگے نہ بڑھے۔ آنحضرت متردد ہوئے۔ اور ام المومنین کے پاس تشریف لا کر کیفیت بیان فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا۔ فداک امی وابی (میرے ماں باپ آپ پر قربان) یہ دلشکستہ ہیں

اس طرح یہ آسانی حل ہو سکتی ہے۔ کہ آپ تشریف لے جائیں۔ اور سب سے پہلے اپنی
قربانی کو ذبح کریں۔ پھر ملاحظہ فرمائیں کہ کیا ہوتا ہے۔ آپ کو ام المومنین کی یہ
رائے بہت پسند آئی۔ اور خود اپنی قربانی کے جانور کے پاس پہونچے۔ اسے قبلہ
رو لٹایا۔ اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور اس کے گلے پر چھری پھیر دی۔

جس طرح کوئی سوتے سوتے چونک پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح صحابہ کرام
جب اپنی جانب سے دوڑ پڑے۔ اور سب نے جلدی جلدی اپنے اپنے قربانی کے جانور
ذبح کر ڈالے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسوقت
ایسا جوش و خروش اور اتنا ہنگامہ تھا کہ پورا اندیشہ ہو گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو
اس عجلت میں صحابہ آپس میں ایک دوسرے کو ذبح کر ڈالیں

اللہ اکبر، برادران اسلام دوسروں سے عمل کرانے کے لئے پہلے
خود عمل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اب بتائیے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے فرشتہ نبی بنا کر بھیجا
جاتا تو وہ اس مقصد میں کس طرح کامیاب ہوتا۔ جبکہ خود حضور کو بھی کافی پریشانی ہوئی
اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس مشورے نے دشواری کو سہل کر دیا۔ اس واقعہ کی
پوری تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ جس سے معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ کا سکوت ان
کا یہ سکوت جو حضور کے ادنی اشارے پر مال جان وغیرہ سب کچھ قربان
کر دینا اپنے لئے عید سمجھتے تھے۔ کیوں تھا۔ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں یہ
تاخیر کیا معنی رکھتی تھی

مدعا اس گذارش سے یہ ہے کہ انبیائے کرام کے تشریف لانے کا ایک بڑا مقصد
یہ بھی تھا کہ لوگ ان کے اسوۂ حسنہ پر چلیں اور اتباع سنت کی بدولت جنت کے

بہت بجا ہیں۔ لیکن آج اتباعِ سنت کا نام لینے والا بعض لوگوں کی نظروں میں مردود، زندیق اور معاذ اللہ دشمنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا جاتا ہے کس قدر افسوس کا مقام اور کیسی رونے کی جگہ ہے کہ آج مسلمان اتباعِ سنت کی عملی مخالفت سے خدا کے مغضوب بن رہے ہیں۔ اور اسی پاداش میں ترقی کی راہیں اُن کے لئے مسدود ہو گئی ہیں۔ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

خلافِ پیمبر کرے جو کوئی — نہ پہنچیگا منزل کو ہرگز کبھی

لہٰذا ہمیں اتباعِ سنت پر عمل اور خلافِ سنّت سے احتراز لازم ہے۔

میں کہہ چکا ہوں کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنے سے میرا مقصد عامۃ المسلمین کی اصلاح بھی ہے اسی لئے جگہ جگہ اصلاحی مقالات پیش کئے جاتے ہیں۔

عجائبات

حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ میرے گرامی فرزند محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے گھر میں نور برستا تھا۔ آپ ہمیشہ داہنے پستان سے دودھ نوش فرماتے۔ اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔

نکتہ ممکن ہے چھوٹے سے قلبِ معصوم میں حق تبارک و تعالیٰ نے یہ بات پیدا کر دی ہو کہ دوسری طرف کا دودھ آپ کا نہیں کیونکہ وہ آپ کے رضاعی بھائی کا حصہ ہے۔

سبحان اللہ ایسے دُرِّ یتیم کو رحمۃ للعالمین کے خلعت سے نوازا گیا جس کی شیرخوارگی ہی میں عدالت کا یہ حال ہے کہ کبھی اپنے دودھ شریک بھائی کا حق لینا پسند نہ فرمایا۔ وہ پسند ہی کیوں فرماتے۔ آپ کسی کا حق چھینتے نہیں بلکہ دلا

افضل الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے جاری ہونے والا کلمہ یقیناً افضل اذکار ہے۔

پہلی کرامت حلیمہ کہتی ہیں کہ ایک دن فرزند کی میری گود میں بیٹھے تھے۔ بکریوں کا ریوڑ سامنے سے گذرا۔ ایک بکری الگ ہوکر میرے قریب آئی اور فرزند کی کے سامنے سجدے میں گر پڑی پیشانی مبارک چومی اور چلی گئی میں متحیر ہوگئی۔ اور سمجھی کہ یہ فرزند ضرور عجائب روزگار ہستی ہیں۔

دوسری کرامت میں خیال کرتی تھی کہ روزانہ جب آفتاب افق مشرق سے ضیا اور شعاع مع اپنے منصب کے برآمد ہوکر تخت نیلگوں فلک پر متمکن ہوتا تو ایک نور میرے مکان میں آتا اور حضور کو اپنے اندر چھپا لیتا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نور رخصت ہو جاتا جب حضور بشاش بشاش نظر آنے لگتے

اشارہ۔ غالباً یہ نور ملائکہ کا نور تھا جو سید المرسلین کی زیارت کے لئے فرشتے روزانہ آتے۔ اور زیارت کر جاتے تھے۔

لہو و لعب سے اجتناب حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ ایک دن آپ کے رضاعی بھائی محلہ کے لوگوں سے کھیل رہے تھے۔ جب حضور نے یہ دیکھا تو جا کر اپنے دودھ شریک بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا بھائی ہم کھیل کود اور بیکار باتوں کے لئے نہیں پیدا ہوئے

تنبیہ! سبحان اللہ و بحمدہ مسلمانو، آنکھیں کھولو اور دیکھو۔ حضرت خاتم الانبیاء صغر سنی ہی میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آج کل کے بچے تو بچے مسلمانوں کے بچے جن میں اگرچہ چند چند برس کے نوجوان بھی ہوتے ہیں۔ کس طرح اپنا عزیز وقت کھیل کود میں گنوا دیتے ہیں۔ کوئی گلی ڈنڈا اور کوئی فٹ بال

ایسی نہیں جو ان بچوں کے منہ سے نہ نکلتی ہو۔ دن کا اکثر و بیشتر حصہ انہیں کودنے میں صرف ہوتا ہے۔ اور ایسی ایسی ناپاک باتیں ان کی زبان سے نکلتی ہیں کہ پناہ بخدا!

مگر ان کے ماں باپ کے کانوں پر جوں تک نہیں چلتی۔ خدا کے لئے بچوں کو ان زہریلے کھیلوں سے بچاؤ۔ ورنہ علم و دولت کی قلت اور بھی زیادہ ہو جائے گی۔ دیکھو! ہمارے سردار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی کھیل کود میں شریک نہ ہوئے۔ بلکہ منع فرمایا۔ لیکن ہمارے بچوں کے ماں باپ انہیں خلاف شرع کھیل تماشوں سے بھی نہیں روکتے۔ افسوس صد ہزار افسوس مسلمانو! برائے خدا بچوں کی بنیادیں کھوکھلی نہ کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے شرماؤ۔ اس لئے کہ پیر و جمعرات کے دن امت کے نامۂ اعمال حضور کی خدمت میں پہنچائے جاتے ہیں جب آپ گنہگاران امت کی فہرست ملاحظہ فرماتے ہوں گے تو قلب پاک کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ اگر ہم بچوں کو شروع ہی سے کم از کم ناجائز باتوں اور کھیلوں ہی سے روک دیں۔ روزانہ کم از کم نصف گھنٹے انہیں کوئی ایسی کتاب سنائیں جس میں اسلام کے اندر نیک بختی کی خوبیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد درج ہوں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ کثافت دور ہو کر ان میں اسلام کی لطافت اور ایمان کی حلاوت پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ خود شریعت کے پابند ہو جائیں گے۔ اگر تم اپنے بچوں کو صحیح تعلیم و تربیت دے کر روح اقدس کو ملول کرنا نہیں چاہتے تو آج ہی سے ان کی اصلاح پر متوجہ ہو جاؤ۔ تاکہ تمہارے بچے ایک دن علم و عمل کے درخشندہ ستارے بن کر آسمان سعادت پر چمک اٹھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کے باعث دنیائے عالم کو منور کر دیں۔

تیسری کرامت

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ بکریاں چرانے کے لئے اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ جنگل چلے گئے اور مجھے خبر بھی نہ ہوئی جب میں نے آپ کو گھر میں نہ دیکھا تو بیتاب ہو کر نکل کھڑی ہوئی اور آپ کو ڈھونڈتی ہوئی چلی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ٹھیک دوپہر کے وقت بکریاں چرانے میں مصروف ہیں اور آپ پر ایک سفید رنگ کا ابر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جہاں آپ جاتے ہیں۔ ابر بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ یہ دیکھکر آپ کی عظمت و محبت میرے دل میں پہلے سے ہزاروں حصے بڑھ گئی۔ دوڑ کر فرزند کو گود میں لیا اور گھر واپس آگئی۔

نکتہ | جنکے جد امجد خلیل اللہ کو آتش نمرود نہ جلا سکی۔ انہیں سورج کی گرمی کس طرح جلا سکتی تھا۔

بعض بزرگوں کے حال میں آیا ہے کہ انہیں خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور آپ نے انہیں اپنا موئے مبارک مرحمت فرمایا۔ صبح اٹھے تو وہ موئے مبارک ان کی مٹھی میں موجود تھا جب وہ دھوپ میں سورج کے سامنے پہونچے تو ان کے سر پر ایک ابر سایہ ہو گیا۔ کئی بار کئی مرتبہ امتحان کیا گیا۔ گر موئے مبارک کی وجہ سے آفتاب انہیں اپنی حرارت کی تیزی نہ دکھا سکا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بعض دوسرے بزرگوں کے حال میں یہ واقعہ اسی طرح لکھا ہے۔

استشہاد | اس واقعہ سے حدیث مذکور کی صداقت پر پوری روشنی پڑتی ہے

چوتھی کرامت

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جس دن آپ کا دودھ چھڑایا گیا تو حضور نے دودھ چھٹنے کے بعد سب سے پہلے یہ کلام فرمایا

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا فسبحان اللہ بکرۃ و اصیلا۔ سبحان اللہ
کیا ننھی سی زبان اور کتنا پاک بیان ہے

پانچویں کرامت

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ دور تک چلے گئے۔ میں بیتاب ہو کر دوڑی کہیں ایسا نہ ہو کوئی درندہ میرے فرزند کو ستائے۔ جب جستجو کے بعد آپ مجھے ملے تو میں نے شیما سے کہا۔

میں۔ تم اپنے ننھے بھائی کو اس گرمی میں اتنی دور تک لائیں۔

شیما۔ اماں جان میرے بھائی کو دھوپ نے بالکل نہیں ستایا۔

حلیمہ۔ یہ کس طرح؟

شیما۔ کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ میرے بھائی کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہے۔ اور جہاں ہم جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑا ہمارے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

میں نے دیکھا تو شیما نے جو کچھ کہا سچ تھا۔ میں دونوں کو ساتھ لیکر گھر واپس آگئی۔

معلومات

شیما کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ وہ اکثر آپ کے ساتھ رہا کرتیں۔ اور کھلایا کرتیں تھیں۔

چھٹی کرامت

حلیمہ کہتی ہیں ایک دن صبح مجھ سے میرے مکی فرزند نے اصرار کے ساتھ کہا میں بھی اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جاؤں گا۔ میں نے جسقدر منع کیا آپ کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر کار میں نے آپ کو بنا سنوار کر حفاظت کے لئے آپ کے گلے میں عقیق یمنی ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا۔

اماں جان۔ یہ میرے گلے میں کیوں ڈالا ہے۔

میں - اسے حفاظت کے لئے بچوں کے گلے میں ڈالا کرتے ہیں

حضور - ماں جان میرے ساتھ میرا الله محافظ ہمیشہ رہتا ہے۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں۔

یہ فرما کر آپ نے وہ عقیق گلے سے اتار کر پھینکدیا۔

اللہ اکبر! بچپن ہی میں شرک کی بیخ بنیاد جڑ سے کھاڑ ڈالی۔

نکتہ | جس نبی نے صغرسنی کے عالم میں بھی شرک کو اپنے لئے بُرا سمجھا، وہ رسول امت کے مشرکین سے کس طرح خوش ہوں گے۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ وہ عقیق پھینک کر اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے گئے۔ ہماری بستی کے قریب جنگل میں ایک ایسا مقام تھا۔ جہاں موذی درندے کثرت سے رہا کرتے تھے میں نے بچوں سے تاکید کر دی تھی کہ خبردار اپنے مکی بھائی کو جنگل کی طرف نہ لیجانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ میرے فرزند کو کوئی جانور تکلیف پہونچائے لیکن خدا کی قدرت کہ آج بکریوں کا منہ اسی جنگل کی طرف اٹھ گیا۔ جہاں شیر وغیرہ کا مسکن تھا۔ تھوڑی دور چلے ہونگے۔ کہ سامنے سے ایک شیر آتا ہوا نظر آیا۔ جب موذی کی نگاہ حضور کے چہرۂ انور پر پڑی تو مثل سگ حضرت کے قدموں میں لوٹنے اور تلوے چاٹنے لگا۔ حضور نے اُسے ہاتھ سے ایک طرف دھکا دیا۔ شیر اٹھا۔ اور نہایت ادب کے ساتھ اُس طرف چلا گیا۔

فائدہ | ممکن ہے یہ روایت ہمارے نیچری بھائی نہیں اور ان کے ہم خیال نہ سمجھیں۔ لہذا اُن کے اطمینان کے لئے ہم نقلی اور عقلی شہادت پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں

صحیح حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تمہاری مثال بکریوں

اور میری مثال چرواہے کی سی ہے جس طرح بکریاں چرتی چرتی خارستان اور موذی جانوروں تک پہونچ جاتی ہیں۔ اور چرواہا انہیں ہنکا کر درندوں اور کانٹوں سے بچاتا ہوا ایک سرسبز جنگل میں لاکھڑا کرتا ہے۔ اسی طرح تم بھی دنیا کے میدان میں گناہوں کے خارستان اور شیطان جیسے موذی اور دوزخ کے قریب پہونچ جاتے ہو لیکن میں تمہیں وہاں سے ہنکا کر فردوسِ علیٰ کے دروازہ پر لاکھڑا کرتا ہوں

اشارہ غالباً ربِ لعٰلمین نے حضور کو بچپن ہی سے یہ تعلیم دی تھی جبھی تو آپ کی بکریاں شیر سے بچکر آپ کی وجہ سے پُرفضا میدان میں پہونچ گئیں۔ حق تعالےٰ کو اس سے حضور پر یہ ظاہر کرنا منظور تھا کہ آج جس طرح آپ بکریوں کی گلہ بانی میں مصروف ہیں اور ان کے سامنے شیر آجاتا ہے تو ہم اُسے اپنی قدرت سے آپ کا غلام بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد جب ہم آپکو خلعتِ نبوت سے ممتاز فرمائینگے۔ تو ساری دنیا کی عنانِ رہبری آپ ہی کے سپرد ہوگی۔ اور جیسے آج ہمنے شیر کو آپ کا مطیع بنا دیا یوں ہی شیطان جیسے موذی کو آپ سے مغلوب فرما کر آپ کی امت کو آپ کے طفیل نیکیوں کے ہرے بھرے باغوں میں پہونچا دیں گے۔ اب بتائیے اس واقعہ کی صداقت میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے۔

گر آپ سے عقلِ زر تاریخ کی کسوٹی پر بھی کسنا چاہیں تو تاریخ ہندوستان اٹھا کر بادشاہ جہانگیر کے حالات ملاحظہ فرمائیے۔

واقعہ اُن میں آپ دیکھیں گے کہ جب نورجہاں نے شاہ ایران کو خفیہ طور پر کہلا بھیجا کہ وہ چاہے تو آسانی سے ہندوستان فتح کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ جہانگیر دن کو مخمور رہتا ہے۔ تو شاہ ایران نے اپنے سفیر کو بھیجا۔ تاکہ وہ جہانگیر کی

غفلت و مخمور رہنے کی صداقت کرے۔ جب جہانگیر کو معلوم ہوا کہ سفیر دربار دولت
پر حاضر ہے تو اس نے بلا تامل بلا لیا۔ سفیر داب شاہی بجا لا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ تو جہانگیر
نے حکم دیا شیروں کے دو پنجرے عجائب خانے سے فوراً حاضر کئے جائیں۔ حکم
کی تعمیل ہوئی۔ مگر سب اہلِ دربار کانپ رہے تھے کہ دیکھئے آج یہ شرابی کیا
کرتا ہے۔ جہانگیر نے دو بکرے فربہ منگوا کر ذبح کرائے۔ اور حکم دیا پنجرے
کھول دو۔ اہلِ دربار ڈر رہے تھے بعض کو غش آگیا۔ مگر کس کی مجال تھی کہ جو بادشاہ
شاہی حکم میں ذرا بھی تاخیر کرے۔ فوراً کانپتے ہوئے نیم مردہ ہاتھوں سے پنجرے
کھول دئے۔ شیر غراتے ہوئے نکلے۔ جہانگیر نے دونوں بکرے دونوں کے
سامنے ڈال دئے۔ شیر ان کے کھانے میں مصروف ہو گئے۔ ایک شیر جو بہت بھوکا
تھا جلدی اپنی خوراک کھا گیا۔ اور دوسرے شیر کے کھانے پر چلا۔ جب جہانگیر
غصہ کے مارے کانپ گیا۔ تخت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس شیر کے قریب آیا۔
(جو دوسرے شیر کی غذا کھانا چاہتا تھا) جہانگیر نے ایک ہاتھ سے کان پکڑا۔ اور
دوسرے ہاتھ سے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ شیر بھی تیورا کر وہاں سے ہٹ گیا
جہانگیر پھر تخت پر متمکن ہوا۔ اور دونوں پاؤں پھیلا دیئے۔ شیر آگے بڑھے اور
فرطِ محبت سے تلوے چاٹنے لگے۔ سفیر صاحب کی تو وہ بری حالت ہوئی جو ناقابل
بیان ہے۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی ڈر گئے۔ رستم جناب کا پیشاب پاخانہ نکل گیا
جہانگیر نے سفیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا جاؤ اپنے بادشاہ کو ہماری غفلت و
حکومت لکھ بھیجو۔ سفیر تھرّاتا ہوا اٹھا۔ وہ جوں توں کر کے باہر گیا۔ وہاں شیر دربان کے
اشارہ پر دونوں اپنے اپنے پنجرے میں آگئے۔ محافظ دروازے سے بند کر کے اٹھا
لے گئے۔ اور یہ خوفناک منظر ختم ہو گیا۔ سفیر نے شاہ ایران کو لکھ بھیجا کہ جو ارادہ
دل میں آئے وہ قصد ہرگز نہ کرنا جہانگیر سلطنت نہیں خدائی کرتا ہے

جب خود یہ معاملہ دو اور دو چار کی طرح بالکل سمجھ میں آگیا ہوگا۔ جب دنیا کے بادشاہ کا یہ اقبال ہو سکتا ہے کہ شیر اس کے تلوے چاٹنے لگیں۔ تو شہنشاہِ کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور ... میں اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ تو کیا تعجب کیا جا سکتا ہے۔ سب دنیا مانتی ہے کہ صاحبِ اقبال کا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

چنانچہ نپولین اعظم کے کارنامے تو یقیناً ہماری نئی روشنی کے نوجوانوں کے سامنے ہوں گے۔ خوفناک گولیوں کی بارش نپولین پر ہوتی ہے۔ مگر اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہشاش بشاش جنگ فتح کر کے واپس ہو جاتا ہے۔ کہئے یہ گولیوں کی بارش تو شیروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے پھر نپولین کس طرح زندہ بچا آپ یہی کہیں گے کہ اس وقت اس کا اقبال سامنے تھا۔ اور موت پشیمان۔ ایسے ہی یوں ہی سمجھ لیجئے۔ کہ آفتابِ اقبالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بلند ہونا شروع ہو گیا تھا۔ بھلا شیر کی کیا حقیقت تھی کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہِ گرم بھی ڈال سکتا۔

یہ تو قارئین کرام نے متعدد مرتبہ دیکھا ہوگا کہ بعض چھوٹے چھوٹے بچوں کو ریچھ اٹھا کر لے جاتا ہے۔ پھر ان میں سے بہت سوں کو مار ڈالتا ہے۔ مگر شہادت نے بتایا ہے کہ ریچھ کے ہٹوں میں ایک دو بچے نظر آئے جنہیں وہ جنگل سے میوے لا لا کر کھلاتا۔ اور خود ان کی حفاظت کرتا۔ جب عام طور پر اس قسم کے مشاہدات موجود ہیں تو پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ شیر کس طرح سوءِ ادبی کر سکتا تھا۔ اس نے جمال جہاں آرا دیکھا۔ اور رعب جمال و جلال سے متاثر ہو کر شہر یارِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم قدم پر گر کر تلوے چاٹنے لگا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپکے آباواجداد کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا تو ذاتِ والاصفات کا موئے جسم کس طرح سیدھا ہو سکتا تھا۔

بہرکیف حضور اپنی بکریوں اور دودھ شریک بھائی کو ساتھ لیکر حضرت حلیمہ کے مکان پر بخیر وخوبی تشریف لائے۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ سُنا۔ تو حضور کی عظمت ومحبت پہلے سے بھی زیادہ میرے دل میں جاگزیں ہو گئی

غرض دو سال کا مبارک زمانہ بڑی خیر وبرکت کے ساتھ گذرا۔ جب حضور کا دودھ چھڑا دیا گیا۔ تو ایک دن حارث اور حلیمہ دونوں میاں بیوی میں یوں گفتگو ہوئی۔

حارث۔ واقعی یہ قریشی فرزند بڑے مرتبے کے ہونے والے ہیں۔ جبھی تو میں کہتا ہوں کہ ان کو اب ان کے بزرگوں کے پاس پہونچا دینا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو خدانخواستہ کچھہ افتاد پڑے۔ اور ہم خواجہ عبدالمطلب کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔

حلیمہ۔ یہ سچ ہے لیکن مجھے تو ان سے ایسی محبت ہو گئی ہے کہ انہیں جدا کرنے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔ اور ان کی وجہ سے اس زمانہ میں ہمنے ایسے ایسے انوار وبرکات دیکھے جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے تھے۔

حارث۔ بالکل درست لیکن مجبوری ہے۔ ایک تو زمانۂ رضاعت ختم ہو گیا دوسرے آپ کی حفاظت بھی بدرجۂ غائیت ہونی چاہئے۔ لہذا آپ کو مکہ معظمہ پہونچا دینا مناسب ہے۔

حلیمہ۔ جی تو نہیں چاہتا۔ مگر خیر

اس کے بعد دونوں میاں بیوی نے بادلِ نخواستہ سامانِ سفر تیار کیا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر مکہ معظمہ روانہ ہوگئے

حلیمہ فرماتی ہیں جب میں آپ کو لیکر مکہ معظمہ پہونچی تو معلوم ہوا یہاں وبائی بیماری پھیل رہی ہے۔ میں پہلے خواجہ عبدالمطلب سے ملی۔ پھر مقدسہ آمنہ کی زیارت سے مشرف ہوئی۔ دونوں مجھ سے بہت خوش ہوئے۔ اور دعائیں دیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواجہ عبدالمطلب گود میں لیکر سینہ سے لگایا پیشانی مبارک چومی۔ پھر حضرۃ آمنہ نے آپ کو اپنی آغوش محبت میں لیا۔ اور شمع جمال نبوت پر پروانہ وار نثار ہونے لگیں۔

حلیمہ فرماتی ہیں جب میں رخصت ہونے لگی تو خواجہ عبدالمطلب اور بی بی آمنہ سے عرض کیا۔ یہاں تو وبائی بیماری پھیل رہی ہے۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ فرزند قریشی کو یہاں چھوڑ دوں۔ دونوں بزرگوں نے فرمایا بیشک وبا کی حالت میں آپ کا یہاں رہنا خالی از خطرہ نہیں لہذا تم ان مبارک فرزند کو کچھ دنوں کے لئے اور لیجاؤ۔ میں یہ حسب منشا جواب سنکر بہت خوش ہوئی۔ اور دوبارہ حضور کو ساتھ لیکر منزلیں طے کرتی ہوئی گھر پہونچ گئی

ساتویں کرامت

حلیمہ فرماتی ہیں۔ آپ اسی طرح اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ دوڑتے ہوئے آئے۔ اور کہنے لگے کہ اماں جان جلد چلئے۔ ہمارے قریشی بھائی کو جنگل میں دو آدمیوں نے شہید کر ڈالا۔ یہ وحشت اثر خبر سنتے ہی میری جان پر بن گئی۔ بدحواس ہوکر دوڑی۔ میرے ساتھ بنی سعد کے لوگ بھی بیقرار ہوکر بھاگے جب ہم جنگل میں پہونچے تو دور سے دیکھا کہ آپ تندرست مگر رنگ رو متغیر بیٹھے ہیں جب ہم آپ کے قریب پہونچے۔ تو آپ کے جسم سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔

میں نے دوڑ کر آپ کو گلے سے لگا لیا۔ اور پوچھا کیا ہوا تھا۔

فرمایا دو شخص آسمان سے اُتر کر میرے پاس آئے جو سبز ریشمی لباس پہنے تھے۔ اُن دونوں نے مجھے لیکر آہستہ سے زمین پر لٹا دیا۔ میرا شکم چاک کیا۔ اور کچھ نکال کر دھو دیا۔ خبر نہیں کیا تھا اور اسی طرح سینہ پر ہاتھ پھیرا کہ ٹھیک ہو گیا پھر مجھے اٹھا بٹھایا۔ لیکن اماں جان مجھے کسی قسم کی بھی تکلیف نہیں ہوئی پھر ان میں سے ایک نے ترازو میں بٹھایا اور کہا دوسرے پلڑے میں ان کی امت سے دس آدمی رکھو جس کی فوراً تعمیل ہوئی۔ ترازو اٹھائی گئی۔ اور میرا پڑا بھاری رہا۔ پھر سو آدمی دوسرے پلڑے میں رکھکر ترازو اٹھائی گئی لیکن جب بھی میرا ہی پلڑا بھاری نکلا یہانتک کہ ہزار آدمی میرے مقابلہ میں تولے گئے۔ اور پھر بھی میرا پلڑا بھاری ہی رہا تو اُن میں سے ایک نے کہا خدا کی قسم ساری دنیا ان کے مقابلہ میں رکھی جائے تو بھی انہیں کا پلڑا بھاری رہیگا۔

نکتہ۔ یہ بوجھ آپ کی ذات گرامی کا نہ تھا۔ بلکہ نبوت کا تھا۔ اس میں آپ کے سید الاولین والآخرین ہونیکا اشارہ ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور کے سینہ سے ناف تک ٹانکے لگنے کا نشان معلوم ہوتا تھا۔ اگرچہ حضور نے سارا واقعہ بیان فرما دیا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ مجھے مشورہ دیا گیا یہ آسیب کا خلل معلوم ہوتا ہے۔ لہذا آپ کو کسی معالج کاہن کو دکھاؤ اور آپ کا علاج کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو مرض ترقی کر جائے اور پھر علاج میں مشکل پڑے۔ حضرت حلیمہ بھی عورت تھیں کب تک لوگوں کے کہنے میں نہ آتیں۔ فوراً آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئیں۔ مگر یہ نہ سمجھیں کہ طبیب کو مریض کے پاس شفائے عالم کو مرض جسم کے

سامنے اور نبی کا شیطان کے روبرو لیجا رہی ہیں۔ جب کاہن نے حضور کا روئے انور دیکھا تو گھبرا گیا۔ اور جس وقت آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے مذکورہ واقعہ سنا تو سٹ پٹا گیا۔ مردود نے فوراً آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلا اٹھا۔

کاہن۔ عرب کے لوگو! جلدی دوڑو۔ دیکھو وقت ہاتھ سے نہ دو۔ اس لڑکے کو قتل کر ڈالو۔ ورنہ یہ بڑا ہنگامہ برپا کرے گا۔ تمہارے بزرگوں کو بے عقل معبودوں کو پتھر اور دین کو برا بتائیگا۔ ایک نئے خدا کی پوجا کرنے کی ترغیب دے گا۔

حلیمہ۔ تو غارت ہو۔ خدا تجھے ہلاک کرے۔ تو نے ہم سے کب کی دشمنی نکالی۔ دور ہو موذی۔ یہ فرما کر آپ نے کاہن کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لیکر گھر تشریف لے آئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خدا نے اُس کاہن کو دیوانہ کر کے ہلاک کر ڈالا۔ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ حلیمہ اور حارث دونوں زن و شوہر گھبرا گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ اس بلند اقبال فرزند کو ایذا پہونچائیں۔

عزم اور خیال اب حضورِ اقدس کا مبارک سن پانچ سال کا ہو چکا تھا لہذا دونوں زن و شوہر کی باتفاق یہ رائے ہوئی کہ اب اس مبارک امانت کو حضرت عبدالمطلب اور بی بی آمنہ کے سپرد کر دینا چاہیے۔

حلیمہ فرماتی ہیں جب ہم نے آپ کو مکہ معظمہ لیجانے کا ارادہ کیا تو ہمیں یک گونہ ناگواری ہوئی۔ آج ہی سے ہماری خیر و برکت گئی۔ یہ بستیاں نور و خوشبو مسرت و سرور سے بالکل خالی ہو جائیں گی۔ مکہ والوں کو مژدہ ہو کہ آج خدا کا محبوب تمہارا مہمان ہوتا ہے۔

حلیمہ فرماتی ہیں اگرچہ یہ افسوس کرنیوالی آوازیں کانوں میں آتی تھیں تاہم دشمنوں کے اندیشے سے مجبور ہو کر مجھے آپ کو لیجاتے ہی بن آئی۔

تسلی ہو جائے گی۔ جب خدا خدا کرکے منزلیں ختم ہوئیں۔ اور آپ مدینہ طیبہ
پہونچیں۔ تو خاندانِ بنی نجار ہی میں جاکر قیام فرمایا۔ مرحوم شوہر کی زیارتِ قبر سے مشرف
ہوئیں۔ مگر بجائے تسلی ہونے کے قلب کی دھڑکن کلیجہ کی پھڑکن اور آنکھوں کی اشک
فشانی اور بھی بڑھ گئی۔ مقدسہ آمنہ نے یہاں ایک مہینہ قیام کیا اور پھر مکہ معظمہ
روانہ ہوئیں۔ لیکن داغہائے فراق اب بڑھتے بڑھتے ناسور ہو گئے تھے جن کا اندمال
ناممکن تھا۔ دل و دماغ پر کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ مقدسہ آمنہ روز بروز ناتواں تر
اور نڈھال ہوتی جاتی تھیں جب شوہر کی قبر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو مقدسہ
کی روح قفسِ جسم میں برنگِ ماہیِ بے آب تڑپنے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا اور یہی ہونا
بھی تھا کہ جب آپ موضع ابوا میں پہونچیں تو کشاکشِ فراق آپ نہ سہہ سکیں اور
آپ کی مبارک روح نے جسمِ پاک سے الوداعی مصافحہ کیا جوں جوں شوہر
کی قبر دور ہوتی جاتی تھی۔ مقدسہ کی روح پر ناقابلِ بیان صدمہ ہوتا جاتا
تھا۔ یہانتک کہ آپ کی روح نے شوہر سے ملنے کے اشتیاق میں قفسِ جسم سے پرواز
کی اور کشمکشِ فراق کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپ یہاں موضع ابوا میں دفن کر دی گئیں۔
اور آج خدا کے حبیب اُمت کے آقا نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وسلم ماں کی آغوشِ محبت سے بھی محروم ہو گئے

اللہ اللہ! آپ اپنی اُمِ محترمہ کے حمل میں دو ماہ کے تھے جب والد
ماجد کا ظلِ عاطفت آپ کے سر سے اٹھ گیا اور چھ یا پانچ سال کے تھے کہ والدہ
مقدسہ بھی آپ کو اکیلا چھوڑ گئیں۔ الٰہی! کس کی مجال کہ تیری مشیت میں دخل دے۔
اختیاراتِ خدائی نہ ہوئے کھیل ہوا — کس کی طاقت ہے جو پوچھے کہ یہ کیا ہوتا ہے

گرچہ تیری مشیتوں کا سمجھنا محال ہے ہم تیرے ہی دیئے ہوئے ناقص
فہم و ادراک کی وجہ سے ہم یہ سمجھ سکے ہیں کہ تو نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم

والدین کا احسان گوارا نہ فرمایا۔ اس لئے دونوں چاہنے والوں سے دنیا خالی ہوگئی۔ اور اس ماہ فرقت میں مقدسہ ماں کا انتقال تیرے حبیب کے تو صبر و رضا کا دیباچہ تھا۔

غنیمت یہ ہوئی کہ ام ایمن ساتھ تھیں۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل پیش آتی۔ اگرچہ تو مشکلوں کو حل کرنیوالا آپ کے ساتھ تھا تاہم دنیا والے تو ظاہری چیزوں ہی کو دیکھا کرتے ہیں۔ ام ایمن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لیکر بیگم کی قبر سے اٹھیں۔ اونٹ پر سوار ہوئیں۔ اور مکہ معظمہ پہونچیں۔

معلومات

ہم عرض کرچکے ہیں کہ بی بی حلیمہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے کی مدت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے بعض کے نزدیک چار سال بعض کے نزدیک چھ سال اور بعض کے خیال سے پانچ سال آپ دائی حلیمہ کے گھر کو اپنے نور سے منور فرماتے رہے۔ لیکن مجھے پانچ سال کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ چھ سال کی روایت صحیح مانی جائے تو مقدسہ آمنہ کے پاس رہنے کی مدت بالکل نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ چھ سال کی عمر شریف میں آپ نے یثرب کا سفر فرمایا تھا۔ اور ایک یا دو سال آپ کو قمر مکی آغوش محبت میں پرورش پانا بتایا جاتا ہے۔ اور چار سال کی روایت زیادہ صحیح نہیں مانی جاتی۔ لہذا آپ پانچ سال کی عمر شریف تک بی بی حلیمہ اور ایک سال مقدسہ آمنہ کے پروردۂ مہد ناز و نعم رہے۔

حضور کا حافظہ

جب حضور تریپن سال کے سن شریف میں مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے۔ تو آپ کو اسوقت کے قیام مدینہ کی بہت سی باتیں یاد رہ گئیں جب آپ صرف چھ ہی سال کے تھے والدہ کے ساتھ آئے تھے آپ بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرا کرتے تھے۔ یہ وہ تالاب ہے جس میں آپ نے تیرنا سیکھا تھا۔ ہر درخت

کے سایہ میں میں اکثر کھڑا ہوا کرتا تھا۔ اس میدان میں میں ایک لڑکی انیسہ سے
کھیلا کرتا تھا۔ اور اسے مجھ سے بڑی محبت تھی۔ جب آپ بنو عدی کے مکان پر
گذرتے۔ تو فرماتے ہیں اسی مکان میں میری اماں جان ٹھہری تھیں۔

اللہ اکبر! کیا حافظہ ہے کہ آج ۴۰ سال گذرنے کے بعد بھی آپ کو اپنے
بچپن کے واقعات اسی طرح یاد ہیں گویا کل کی بات ہے۔

نصیحت: مسلمانو! تم ہر سال عید الفطر عید الاضحٰی کی ترکیب نماز سیکھتے ہو۔ اور پھر
سے ہر دوسرے سال بھول جاتے ہو۔ کیا اسی حافظہ پر نازاں اور اسی ذہانت
پر پھولے ہوئے ہو۔ پھر غضب یہ کہ تم میں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو نماز عید
بھول جانے کے باوجود بھی کسی سے نہیں پوچھتے۔ ویسا ہی جو کچھ ہوتا پڑھ لیتے
ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کی نمازیں نہیں ہوتیں اور وہ ثواب کے بجائے گناہ کا
ڈھیر لیکر گھر آتے ہیں۔ برائے خدا سنبھلو! دنیا کی محبت چھوڑ کر عشق الٰہی و محبت
رسالت پناہی حاصل کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سنت کو
اپنا شعار بناؤ۔ کیونکہ آپ ہی کے تتبع میں دین کی خوبیاں ہیں۔

حضور اکرم صلعم عبد المطلب کی آغوش محبت میں

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ
تشریف لائے۔ اور جناب عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ آج بیٹے کے بعد بہو سے بھی میرا
گھر خالی ہو گیا۔ تو جناب عبد المطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبت کی گود
میں لیا۔ اور بڑے شوق و ذوق سے آپ کی پرورش و پرداخت میں مشغول
ہو گئے۔ عبد المطلب آپ سے جتنی محبت اور آپ کی جس قدر قدر کرتے تھے اس کی وجہ
کہ ایک تو آپ چہیتے لڑکے اور پیارے فرزند عبد اللہ کی ذریت تھے۔ دوسرے
مقدسہ آمنہ کی محبت سے بھی آپ محروم کر دئے گئے تھے۔ اور سب سے بڑی

بات یہ تھی کہ عبد المطلب پہلے دن سمجھتے تھے کہ آپ ضرور خدا کے بڑے برگزیدہ
اور پسندیدہ بندے ہونے والے ہیں۔ یہ دو چیزیں تھیں کہ عبد المطلب کے دل
میں آپ کی بڑی محبت کے ساتھ ساتھ عظمت بھی پیدا ہو گئی تھی عبد المطلب نے
اپنے فرض کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ اور کبھی حضور اقدس کا دل میلا نہ ہونے
دیا۔ عبد المطلب ہی وہ بزرگ ہیں جنہیں آپ کا نام محمد رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی
اس نام رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت عزت
اور رفعت کے متعلق کچھ معلوم ہو گیا تھا جیسا ان کے خواب اور اس کی تعبیر سے ظاہر
ہے۔ (جس کی تفسیر پیش کی جا چکی ہے۔)

زمزم کی بشارت ہونا خواب میں زنجیر شاخ کی دیکھنا۔ حضرت عبد اللہ کا
خواب۔ حسن کے سبب بہت سی عورتوں کی خواہش نکاح وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب چیزیں
تھیں جنہوں نے عبد المطلب کو سمجھا دیا کہ یہ فرزند خدا کے برگزیدہ اور پیارے
بندے ہوں گے یہی وجہ تھی کہ عبد المطلب نے آپ کا نام محمد (یعنی تعریف کیے گئے
رکھا) صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ساتویں دن قریش کی ایک بڑی بھاری دعوت کی
جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ تو یہی بزرگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو گود میں لے کر ان قریش کے سامنے آئے۔ اور فرمایا یہ فرزند فخر خاندان اور خدا
کا محبوب ہو گا۔ الغرض عبد المطلب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ وجوہ
کی بنا پر غیر معمولی محبت تھی۔ آج جب قدرت نے آپ کی تربیت ان کے ذمہ
کی تو یہ شوق کے قدموں سے بڑھے۔ ذوق کے ہاتھ پھیلائے۔ اور محبت کی گود
میں لے کر حضور کی دل و جان سے پرورش کرنے لگے۔

خدائی تربیت

سیرت ابن ہشام۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند
بچوں کے پاس کھڑے تھے سب بچے ننگے بدن [illegible]

ہوئے اُن پر پتھر رکھکر لیجا رہے تھے۔ آپ نے چاہا کہ اسی طرح آپ بھی پتھر لیجائیں
جب آپ پتھروں کے ڈھیر کے پاس پہونچے۔ اور لنگی اتارنا چاہی تو کسی غیر مرئی
ہاتھ نے آپ کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور غیب سے آواز آئی۔ فوراً لنگی باندھو۔

یہ سنکر آپ نے لنگی باندھ لی۔ اور دوش مبارک پر یوں ہی پتھر رکھکر
تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ فیض
ترجمان سے بیان فرمایا ہے

اسے پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ کو ہر قسم کے لہو ولعب سے محفوظ
رکھا اور اپنی ذریت کو صغر سنی ہی میں اعلیٰ ترین اوصاف سے نوازا۔

ایک روز عبد المطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لئے ہوئے خانۂ کعبہ
کے قریب بیٹھے تھے۔ کہ ایک مسافر گذرا۔ جس اور وہ اس نے سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم کے روئے اقدس پر نگاہ ڈالی تو حیران حیرت محو دیدار ہو کر رہ گیا۔ اور
کے قریب بیٹھ گیا۔ اور حضور کے پائے مبارک دیکھکر عبد المطلب سے کہنے لگا۔ دیکھو
ان کے پاؤں بالکل ابراہیم خلیل اللہ جیسے ہیں۔ دکیوں نہ ہوتے۔ الولد سر
لابیہ خلیل اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں۔ پھر بھلا حبیب اللہ اور
خلیل اللہ کے پائے مبارک میں کیوں مشابہت نہ ہوتی۔)

نبی اکرم کے طفیل بارانِ رحمت

بی بی رقیہ ہاشمیہ فرماتی ہیں کہ مکہ میں
عرصے سے سخت قحط تھا۔ ایک رات میں نے
خواب میں کسی پکارنے والے نے پکارا۔ اے قریش کے لوگو! خوش ہو جاؤ کہ نبی
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونے والے ہیں۔ اگر تم نے اُن کا اتباع
کیا۔ تو تمہاری ساری مصیبتیں راحتوں سے بدل جائیں گی۔ اور دنیا و آخرت
دونوں جگہ تمہیں سرخروئی حاصل ہو جائے گی۔ خاندانِ بنی ہاشم میں سے

ایک خوبصورت شخص کو ساتھ لیکر مینہ کی دعا مانگنے کے لئے جنگل میں جاؤ۔ اور
وہ اپنے فرزند کو ساتھ لیکر جاؤ جس کے طفیل اس قدر مینہ برسے گا کہ تمہاری
ساری خشک سالی دور ہو جائے گی

بی بی رقیہ فرماتی ہیں کہ مجھے خواب میں جس بزرگ کا پتہ اور حلیہ بتایا
گیا تھا۔ جو بعینہ خواجہ عبد المطلب ہی کا تھا۔ صبح اٹھکر میں نے اپنا خواب قوم والوں
سے بیان کیا۔ انہوں نے خواجہ عبد المطلب سے درخواست کی کہ اپنے فرزند کو
کو لیکر تشریف لے چلئے۔ عبد المطلب نے درخواست منظور کی۔ وہ کوہ ابو قبیس
پر تشریف لائے۔ عبد المطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے کھڑا کر لیا اور
تمام مکہ والے آپکے پیچھے صف بستہ استادہ ہو گئے۔ عبد المطلب نے مینہ کے لئے
دعا مانگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دعا کے الفاظ ابھی ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ ابر
رحمت جھومتا ہوا آیا۔ ابر اس قدر گھرا آیا کہ تھوڑی دیر کے لئے چاروں جانب
اندھیرا ہو گیا۔ اور جھم جھم مینہ برسنے لگا۔ اس قدر بارش ہوئی کہ نالے بند
ہوگئے اور وہ ریگستان تمام سبزہ سے بدل گیا۔

نکتہ۔ تمام اہل قریش صفیں باندہے ہوئے پیچھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سب کے آگے جیسے نماز میں مقتدی اور امام ہوتے ہیں کھڑے ہوئے تھے۔ فوراً
رحمت الٰہی کی گھٹائیں جھوم جھوم کر آئیں اور کانٹوں سے جنگل سرسبز ہو گئے۔ اس میں
اشارہ یہ تھا کہ جیسے آج مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور تم پر باران رحمت
برسا دیا گیا۔ اسی طرح اگر آپ کی بعثت کے بعد آپ کا اتباع کرو گے۔ تو دنیا
کی مصیبتوں سے چھٹکارا پا کر فردوس عالی کے مالک بنو گے۔

تنبیہ۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ نعمت حضور کے اتباع میں ملتی ہے خود حق تعالٰی
ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول

کی اطاعت کی۔ وہ اللہ کی اطاعت بجا لایا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی
محبت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائیگا
سبحان اللہ وبحمدہ۔ اللہ کی محبت بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل
ہی حاصل ہوتی ہے۔ پھر جس سے اللہ راضی ہو گیا۔ اُسے موت قبر حشر اور نشر
کا کیا کھٹکا ہو سکتا ہے۔ وائے حسرت افسوس اُن لوگوں پر جو آقائے نامدار
صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور اپنی دنیا آخرت دونوں برباد
کر رہے ہیں۔ آفرین مرحبا اور خدا کی رحمت اُن ہستیوں پر جو اپنے آقائے نامدار
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں تن من سب قربان کرنے کی پرواہ نہیں
کرتے۔ اور انشاء اللہ ایک دن شفیع المذنبین کے ساتھ فردوس عالی میں داخل
ہو جائیں گے۔ یہ بدلہ ہو گا اُس چیز کا کہ وہ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
نقش قدم پر چلتے تھے۔

شفائے عالم صلعم اور راہب

غالباً سات سال کی عمر تھی آپ کی
آنکھیں دُکھنے آگئیں۔ عبدالمطلب نے
بہت علاج کئے۔ مگر کسی دوا سے آپ کو صحت نہ ہوئی۔ ایک دن عبدالمطلب سے کسی
نے کہا عکاظ بازار کے قریب ایک راہب رہتا ہے۔ اگر آپ اپنے فرزند کو اُس کے
پاس لے جائیں۔ تو اُس کے علاج سے اِن کی آنکھیں ضرور اچھی ہو جائیں گی۔ عبدالمطلب
بہت خوش ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لیکر چل نکلے۔ جب راہب کے
مکان پر پہنچے تو اُس وقت دروازہ بند تھا۔ آس پاس کے رہنے والوں
سے جب حضرت عبدالمطلب نے پوچھا کہ دروازہ کب کھلے گا۔ تو جواب ملا یہ تو ابھی
ابھی بند ہوا ہے۔ اور اب ایک سال سے پہلے نہیں کھل سکتا۔ آپ بہت رنجیدہ ہوئے

ابھی یہی گفتگو تھی کہ راہب جو اندر بیٹھا ہوا عبادت کر رہا تھا۔ اس کے مکان میں زلزلہ آگیا۔ دیواریں تھرائیں چھت لرزی۔ اور راہب بیتاب ہو کر گھبراتا ہوا دروازہ کھول کر باہر آیا حیران ہو کر اودھر اودھر دیکھنے لگا۔ جب اس کی نگاہ عبدالمطلب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی، تو شوق کے قدموں سے آگے بڑھا۔ اور حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا۔

راہب۔ آپ ان صاحبزادے کو یہاں کیوں لائے ہیں۔؟

عبدالمطلب۔ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ اور سنا ہے کہ تم آنکھوں کا بہت اچھا علاج کرتے ہو۔

راہب۔ واہ رے آپ کی عقل پر! آپ طبیب کو مریض کے پاس، مقدس کو گنہگار کے قریب۔ اور شفا کے عالم کو مرض مجسم کے سامنے لائے ہیں۔ اے عبدالمطلب! میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا کہ یکایک سارا مکان لرز اٹھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مکان کی ہر چیز سجدے میں گر گئی ہے۔ اگر میں دوڑ کر یہاں نہ آجاتا۔ تو بیشک ہلاک ہو جاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے جاہ و جلال والے اور بلند مرتبہ ہوں گے۔ یہ نبی آخر الزماں ہیں۔ انہیں یہودیوں سے بچاؤ۔ وہ کم بخت ان کی جان کے دشمن ہیں۔ ان کا منہ خزانۂ شفا کا سرچشمہ ہے۔ انہیں کا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دو۔ اور پھر دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ جاؤ ان کی بڑی حفاظت کرو۔

عبدالمطلب واپس مکہ معظمہ تشریف لائے۔ آپ کا لعاب دہن لیکر حضور کی آنکھوں میں لگایا۔ صبح جو آپ اُٹھے تو آپ کی آنکھیں بالکل اچھی تھیں۔

سبحان اللہ! حق تبارک و تعالیٰ شانہٗ نے اپنے حبیب پاک سید المرسلین خاتم النبیین حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے میں کیسے چار چاند لگائے ہیں۔ کہ آفتاب بھی اُن کے سامنے ایک ذرہ ناچیز معلوم ہوتا ہے۔ اے خواب غفلت

کے دریا میں ڈوب جائے انسان! ایسے آقا جیسے سردار کے حضور میں سچے دل سے ہزار دل مرتبہ درود بھیج۔ تاکہ تو اپنا فرض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حضور کی شفاعت کا بھی مستحق بن جائے ؎

بہتر ہے سب وظیفوں سے پڑھنا درود کا پیشِ حضور جاتا ہے تحفہ درود کا

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم

عبدالمطلب کی وفات

حضرت عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات سے مستفیض ہو رہے تھے اور تھے کہ انہیں حضور کی کفالت کا شرف حاصل ہوا لیکن حضور کی کفالت کرتے ہوئے ابھی دو ہی سال گذرے تھے۔ کہ آپ کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا۔ اور یہ فرزند کو پروان چڑھنے کی حسرت لیکر بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ لیکن قریب انتقال آپ نے ابوطالب اپنے فرزند اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا کو پاس بلا کر شوق و محبت سے لبریز الفاظ میں فرمایا۔ اے نورِ نظر میں آج دنیا سے جا رہا ہوں۔ کوئی حسرت لیکر نہیں جاتا۔ مگر یہ کہ فرزند سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مجھ کو نہ پہنچ سکی۔ اگر تم اپنے مقدس بھتیجے کی خدمت ادا کرنا اپنے ذمہ لو تو میں ہنسی خوشی دنیا سے سدھار جاؤں۔

ابوطالب ابا جان! میں ان کی خدمت و نگہبانی جس طرح کروں گا وہ دنیا کو معلوم ہو جائے گا۔ میں ان محترم فرزند کے خوش رکھنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔

یہ سنکر عبدالمطلب خوش ہو گئے۔ اور حضور اقدس کا ہاتھ ابوطالب کے ہاتھ میں دیکر فرمایا۔ خدا انہیں ان کی خدمت بجا لانے میں ثابت قدم رکھے۔ یہ جو بوجھ عبدالمطلب کو سینہ پر رکھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ہلکا ہو گیا اور انہوں نے ہمیشہ کے

کسی وجہ سے تشریف نہ رکھتے ہوتے تھے۔ سارا کھانا ختم ہو جاتا اور سب لوگ بھوکے رہ جاتے تھے۔ یہ دیکھکر ابوطالب نے حضور کریم صلعم کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا لازمی سمجھ لیا تھا۔

کچھ شک نہیں کہ ابوطالب نے آپ کی پرورش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور ۴۲ بیالیس سال تک آپ کی بڑی خدمت کی یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد سب سے زیادہ اس مربی کے شاکر رہتے تھے کس طرح آپ کی خدمت کرنے والے ابوطالب مشرف باسلام ہو جاتے مگر یہ نہ ہوا اسکی دلچسپ اور سبق آموز تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

باران رحمت کی دوسری جھڑی

سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں [illegible] کہتے ہیں ایک مرتبہ مکہ معظمہ پہنچے تو دیکھا وہاں کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہیں۔ ایک دن اہل قریش اس قحط سے متاثر ہو کر ابوطالب کے پاس جمع ہوئے اور اُن سے مینہ کی دعا کے لئے درخواست کی۔ جسے ابوطالب نے منظور کیا۔ اور قریش کے ساتھ دعا مانگنے کے لئے چلے اُن کے ساتھ ایک مقدس فرزند بھی تھے۔ جن کے جمال پر نگاہ نہ ٹھہر سکتی تھی وہ فرزند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

ابوطالب سب کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آئے۔ آتے ہی انہوں نے آپ کی پشت کعبہ شریف سے لگا کر کھڑے ہو گئے اور کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر کچھ اشارہ کیا۔

ابن عساکر کہتے ہیں اس سے پہلے ابر کا نام ونشان بھی نہ تھا جب حضور نے انگلی سے اشارہ کیا تو فوراً ہی ایک گھنگھور گھٹا اٹھی اور موسلا دھار پانی برسنے لگا۔ یہاں تک کہ خشک سالی کی بجائے جنگلوں میں پانی بھر گیا۔

یہ ساری کرامتیں اسی لئے دکھائی جا رہی تھیں کہ قریش کے دلوں میں
حضور کی عظمت و عزت بعثت سے پہلے ہی اپنا گھر بنا لے اور جب آپ خلعت
نبوت سے مشرف ہو جائیں تو ان لوگوں کو آپ پر ایمان لانے میں کچھ بھی تامل نہ کرنا
پڑے۔ مگر افسوس شقی القلب اسی کفر پر اڑے رہے۔ اور آپ کو طرح طرح کی
ذلتیں پہنچاتے رہے۔ لیکن نیک دل حضرات نے ارشادِ حضور پر لبیک کہی۔
اور وہ عالم فروز کی طرح چمک اٹھے (تفصیلات اپنے اپنے مقام پر آئیں گی)

معلومات

یہ واضح کر دینا نہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے قبل از نبوت
حالات کتب سیرت و تاریخ میں بہت کم پائے جاتے ہیں بعثت
سے قبل بھی آپ کی حیات طیبہ کے ایسے ایسے کارنامے ہیں جنہیں پڑھ کر دنیا
متحیر، ساکت اور تمام محو حیرت ہو جائے۔

آپ کی سیرت میں ایک نکتہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے معاذ اللہ آپ
کے دل نشین وغیرہ پر کسی قسم کا بھی برا اثر پڑ سکے۔ آپ کے متعلق قرآن کریم
تمام دنیا کو متحدیانہ کہہ رہا ہے کہ اگر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت میں ایک حرف بھی نکتہ چینی کے قابل دکھا سکتے ہو تو دکھاؤ۔ جیسا اس
آیت سے ظاہر ہے۔ قُلْ لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ
فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (سورہ یونس رکوع ۱)

اے نبی! آپ یہ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تمہیں یہ قرآن کریم
پڑھ کر ہی نہ سناتا یعنی آپ ہی نہ بنائے جاتے اور ظاہر ہے کہ جب میں نبی ہی
نہ بنایا جاتا تو قرآن کس طرح تمہیں سناتا، اور نہ تمہیں خدا اس قرآن کا علم دیتا۔
یقیناً میں اس سے پہلے میں ایک مدت تم میں رہ چکا ہوں۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے

کبھی وحی کا نام بھی لیا ہے۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جس سے بڑھ کر
ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا ثابت کرے۔
بلا شبہ ایسے سخت گنہگار فلاح نہ پائیں گے۔ ان آیات بینات میں کھلا چیلنج ہے کہ
میں نبوت سے پہلے بھی تو تمہارے ہی پاس رہ چکا ہوں پھر کیا میں نے اس سے
پہلے کبھی وحی آنے اور قرآن نازل ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے
تھا۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ میں نے اپنی اس زندگی میں
کس طرح دیانت داری، راست بازی، بردباری، اخلاق اور ایثار وغیرہ سے تمہارے
دلوں میں اپنی جگہ بنائی تھی جب قبل از نبوت میں نے کبھی کسی بندے پر جھوٹ نہیں
باندھا تو اب خدا پر کس طرح جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ تمہیں نے تو مجھے صادق،
امین وغیرہ کے خطاب دیئے تھے۔ پھر اب تمہیں کیا ہو گیا کہ میری حق بات سنتے
ہی نہیں۔ یہ کھلا ہوا چیلنج نہیں تو کیا ہے۔

کیا میں تم میں بعثت سے قبل نہیں رہا۔ اس سے اشارہ ہے کہ اگر میری
قبل بعثت سیرت میں بھی کوئی بات خلاف ہو تو بتاؤ کیونکہ یہ مخفی نہیں ہو سکتا۔ جس
کی سیرت بچپن ہی سے دنیا کے سامنے نمایاں ہو وہ اب اپنی فطری عادت کے خلاف
کس طرح چل سکتا ہے۔ کیا لطف یہ کہ خدا خود فرما رہا ہے کہ اے نبی تم ان لوگوں
سے یہ کہہ دو۔ یعنی خدا خود فخر کر رہا ہے کہ اس کے نبی معصوم کی سیرت میں ایک نقطہ بھی
شانِ نبوت کے منافی نہیں۔

سبحان اللہ۔ قرآن کریم سب سے بڑا شاہد حضور کی سیرت کی صفائی پر
گواہی دیتے ہوئے ساتھ ہی زوردار الفاظ میں قطعی طور پر یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ
دشمن حضور کی بعثت سے پہلے بھی آپ کی سیرت میں کوئی بدنما چیز دنیا میں موجود نہیں
دکھا سکتے۔

پناگھر بنا دیا اور اپنے تمام ہتھیار حضور کے قدموں میں ڈال کر شرف بہ اسلام ہوئے
آنحضرت صلعم سے انہیں زیادہ محبت ہونے کی وجہ ایک یہ بھی ہوئی کہ جب فتح مکہ
ہوا اور ابوسفیان مع اپنے ساتھیوں کے حضور پرنور کی سپردگی میں آئے تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ابوسفیان اب بتاؤ تم مجھ سے کیسے سلوک کے متوقع ہو۔ تو انہوں نے جواب
میں عرض کیا۔ جو یقیناً بڑی عقلمندی کے ماتحت تھا کہ مجھے آپ سے بجز حسن سلوک
کی امید نہیں۔ اس لئے کہ آپ نبی الرحمۃ ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا تم نے کبھی میرے
ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کبھی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی کہ ہم آپ کو
طرح طرح کی ایذا میں پہنچاتے اور تکلیفیں دیتے رہے مجھے آپ سے اچھے ہی
سلوک کی امید ہے۔ آپ متبسم ہوئے اور فرمانے لگے ہاں جو کچھ تم نے میرے ساتھ
برتاؤ کیا تھا۔ میں نے وہ سب معاف کر دیا اور اب کہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ بھی
کوئی بدسلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ شفقت، رحمت، محبت اور عنایت دیکھ کر
ابوسفیان کے آئینہ دل سے زنگ کفر دور ہو گیا۔ اور وہ ساری زندگی ہدایت
پر لعنت بھیج کر مشرف با اسلام ہو گئے۔ اور دین کے ایسے جاں نثار ہوئے کہ طائف
کی لڑائی میں کفار کے سامنے مردانہ وار جرأت دکھائی یہاں تک کہ آپ کی آنکھ
تیر لگنے سے پھوٹ گئی لیکن پھر بھی آپ نے جنگ سے منہ نہ موڑا۔ یہ سب اثر
تھا حضور کی پاک اور مقدس تعلیم کا جس نے سارے کے سارے دشمنوں کو بھی پکا
دوست بنا دیا۔ ہم چونکہ یہی کہتے ہیں کہ حضور کی ذات سے کل عالم نے بہت کچھ
کرم حاصل ہوا تھا۔ اس سے ان کے دلوں میں اسلام کی نہایت محبت [illegible]
یہی وجہ تھی کہ ان کے زمانہ خلافت میں ہر نئی [illegible] وقت پھر جو دگر [illegible]
پر ہاتھ گاڑے گئے۔ حضرت حضور کی قبل بعثت سیرت پر ہم وہ ڈالا [illegible]

یہاں تک بڑھ گئی کہ اسی نامراد عداوت کی وجہ سے کرب کا سنسنی خیز اور دل و
دماغ پر بھی گرد ڈالنے والا واقعہ رونما ہوگیا۔ مراد اس بیان سے یہ ہے کہ حضور
کی قبلِ بعثت سیرت پر اس وقت سے اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور کسی بڑی
سے بڑی کتاب میں بھی حضور کی چالیس سالہ حیاتِ طیبہ کے پورے پورے واقعات
نہیں مل سکتے۔ تاہم مثل مشہور ہے چاند پر خاک ڈالنے سے چاند میلا نہیں ہوتا بلکہ
وہ اُڑائی ہوئی خاک اُن کے اپنے ہی منہ پر پڑتی ہے۔ اسی طرح اگرچہ
لوگوں نے ایسی کی بہت تواتر سے حضور صلعم کی مبارک سیرت میں کچھ بھی کمی
واقع نہیں ہوسکتی اور جو واقعات نظروں کے سامنے ہیں۔ اگر انہیں کو سمجھ
لیا جائے تو کوئی کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔ اور حضور کی چالیس سالہ حیاتِ طیبہ
اُسی طرح مہر نیمروز بن کر عالم کو پرنور ہی نور بنا رہی ہے۔ اور آج بھی اس کی
چمک دمک لوگوں کی نظریں خیرہ، دماغ متحیر اور دل بیتاب کر رہی ہے۔

بہرکیف جو چیزیں مل سکی ہیں پیش کی جاتی ہیں جن کے ملاحظہ سے
آپ کو معلوم ہوگا کہ واقعی اس دُرِ یتیم کو خدا نے ساری دنیا کا سرتاج بنا دیا
تھا۔ جب ہی تو آپ کی سیرت ایسی عظیم الشان سیرت ہے کہ اُس کے متعلق
قرآن کریم نے خود فرمایا ہے کہ آپ کی سیرت میں معاذ اللہ کوئی نقص دکھا سکتے
ہو تو دکھاؤ۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قبلِ بعثت خانہ کعبہ کی حالت

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں بعثت سے قبل مکہ کی جو حرمت تھی اُس کے
متعلق چند سطریں کچھ عرض کر دی جائیں۔ یہ تو میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ
ذریت خلیل اللہ کے مبارک ہاتھوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔
اُس وقت سے لیکر بعثت سے قبل تک بھی حج برابر ہوا کرتا تھا۔ ہاں اس

زمانہ جاہلیت میں یہ بات ضرور تھی کہ رفتہ رفتہ خانہ کعبہ بتوں سے بھر دیا گیا تھا ہر روز ایک نئے بت کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ تین سو ساٹھ بت خانہ حرم محترم میں جمع ہو گئے تھے۔ چونکہ سال کے بھی تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اس لئے ہر دن کا ایک بت معبود تھا۔ سب سے بڑے بت کا نام ہبل تھا جو بڑا لمبا تڑنگا اور بدصورت بنایا گیا تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر خانہ کعبہ کی حرمت پوری نہیں تو کسی حد تک ضرور باقی تھی۔ ہر سال لوگ دور دور سے حج کرنے یہاں آیا کرتے تھے۔ حجر اسود کو بوسہ دینا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنا زمزم کا پانی پینا ارکان حج میں سمجھتے تھے۔

حجر اسود کیا ہے؟

اس کے متعلق دو قول زیادہ مستند طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ جنت کے قیمتی پتھروں میں سے ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ جب آدمؑ نے خطا کی تو جو فرشتہ ان کا محافظ تھا۔ اس پر بھی آدم علیہ السلام کے ساتھ عتاب نازل ہوا اور وہ پتھر بنا دیا گیا۔ وہی جبرئیل امین نے لاکر انہیں آدم کو دیا تھا۔ جسے آپ نے نصب فرمایا اور اس کا نام حجر اسود ہو گیا۔ لیکن ہمارے خیال میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پتھر دھوپ کی مانند سفید تھا۔ لیکن گنہگاروں کے ہاتھوں سے مس ہو ہو کر بالکل کالا پڑ گیا ہے۔ اور صرف نقطے کے برابر سفیدی باقی رہ گئی ہے۔ اس کو بوسہ دینے والے، ہاتھ لگانے والے جب قیامت میں پیش ہوں گے تو یہ ان کی گواہی دیگا۔ اور وہ اس کی سفارش پر بخش دیئے جائیں گے۔ لیکن جن لوگوں کا مقصد حج سے نام و نمود تھی، ان کے خلاف یہ پتھر گواہی دیگا۔ اس کی گواہی پر ان کا حج مردود ہو جائیگا۔ اور وہ

محبت۔ امانت، راستبازی وغیرہ ظاہر کرتی جا رہی تھیں۔ آپ کا ایک بچپن بھی ایسا نہ
تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کی شکایت ہوئی ہو تو بچہ جوانوں اور
بوڑھوں کا ذکر ہی کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور سب کی آنکھ کی پتلی اور سب
کے دلوں کا سرور بن گئے تھے تو بجا ہے۔ ابو طالب کی اولاد جب صبح سو کر اٹھتی
تھی تو عام بچوں کی طرح آنکھوں میں چیپڑ اور چہروں پر میل ہوتے تھے لیکن
حضور جب سو کر اٹھتے تھے تو آپ کے بال جمے رہتے۔ ایک نئی چمک دمک پیدا
ہو جاتی تھی۔ نہ آنکھوں میں چیپڑ نہ رخ انور پر میل معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی
آپ کا منہ دھلایا گیا ہے۔ گیسوئے مبارک بھی سونے کی وجہ سے بے ترتیب
ہی نہ ہوتے تھے۔ ہوتے تھے تو فرشتے شانہ کر کے انہیں سنوار دیا کرتے تھے
سبحان اللہ کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ منظور تھا کہ بچپن ہی سے میرے
حبیب کی شان دنیا بھر سے ممتاز رہے۔ اور لوگ آپ کو اپنا محبوب و مطلوب
بنا لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہی۔ جب ہی تو اللہ نے اپنے نبی سے فرما دیا کہ آپ
ان سے یہ کہیئے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ میں قرآن کی دولت سے مشرف ہوتا اور نہ
کیونکہ اگر میں نبی ہی نہ بنایا جاتا تو قرآن کیوں نازل ہوتا۔ تمہارا یہ خیال کہ میں اللہ
پر جھوٹ باندھتا ہوں غلط ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے بچپن سے اب تک (قبل
بعثت تم میں کس طرح اور کیسی زندگی گزاری۔ کیا تم ایسی بڑی بات بھی نہیں
سمجھ سکتے کہ جس کی سیرت اس درجہ کی سیرت رہی ہو۔ اس میں یکایک ایسا
تغیر کس طرح ہو سکتا ہے کہ امین خائن ہو جائے۔ راست باز جھوٹ بولنے
لگے۔ اور پیار و خلق کا مجسمہ ظلم و ستم کرنے لگے۔ (اس کی پوری تفصیل
پیش کی جا چکی ہے) تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا ہی کا یہ منشا تھا کہ میرے
حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر سارے زمانے کے لوگ عاشق ہو جائیں

بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا بھر سے بہتر اور
زمانہ بھر سے افضل سیرت مرحمت ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کی سیرت نے
بارگاہ لم یزلی میں عرض کیا۔ بہترین ادب واحترام عرض کیا۔ ایک مرتبہ نہیں
بارہا عرض کیا کہ اے خداوند جلیل تو نے جس مبارک ہستی کو ایسی بہترین اور
بے مثال سیرت عطا فرمائی ہے۔ اُس کی سیرت تیرے دامن رحمت میں مچل
مچل کر تجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ مولا! اس سیرت پر خلعت نبوت
لازمی ہے۔ اور چونکہ آپ کی سیرت سارے جہان سے افضل ہے۔ اس لئے
آپ کی نبوت بھی سب نبیوں سے اعلیٰ ہونی چاہئے۔ ہاں مولا! اس سیرت
پر تو منصب ہی نہیں لازمی ہے کہ تو اس مقدس ہستی کو سید المرسلین خاتم النبیین
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے لازوال اور بے مثال خلعت سے ممتاز
فرمادے۔ جب حضورؐ کی حق ترین سیرت نے بارگاہ لم یزلی میں اس طرح عرض
کیا تو ابر گہر بار اٹھے۔ رحمت ور حمت برسے کہ آپ کے تئیں آپ کی امت
بھی كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے گراں بہا خطاب سے نوازی گئی۔

واقعی آپ کی سیرت ہی کا یہ حق تھا کہ آپ کو نبوت اور سب سے
اعلیٰ درجہ کی نبوت ملے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی۔ اور آپ تمام مذکورہ خطابات
سے ممتاز فرمادیئے گئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب آپ کا سن شریف بارہ سال کا ہوا تو حضرت ابو طالب کو اپنے
تجارتی سلسلہ میں شام کا سفر درپیش ہوا۔ تیاری ہوئی اور ابو طالب شام کے
سفر کے لئے آمادہ ہوگئے۔ لیکن وہ نور عین اور راحت جان اور دل کے چین۔
وہ سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ان چچا کی آنکھوں سے
کبھی اوجھل نہیں ہوتے تھے۔ آج ان مقدس فرزند کا فراق ابو طالب کی نظروں

کا کام کیا اور آخر کار ساری قوم ہلاک ہو گئی۔ اور بعض جگہ بت پرستی کی وجہ سے لوگ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشد و ہدایت کے سلسلہ میں یہ عبرت ناک واقعہ بار بار بیان فرمایا ہے۔ تاکہ مشرکین کو عبرت نصیحت اور شرک سے نفرت ہو۔

کرامتوں کا ظہور

اثنائے راہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامتیں دیکھ کر لوگ متحیر ہو گئے۔ جب آفتاب خطِ استوا کے قریب پہنچتا تھا اور اس کی گرمی ناقابلِ برداشت ہوتی تھی۔ تو سرِ اقدس پر بہت سے سفید جانور اپنے پروں کا سایہ کر لیتے تھے۔ یہ جانور غالباً فرشتے تھے جو جانوروں کی صورت میں سرِ مبارک پر پروں کا سایہ کرتے تھے۔ اور ایک ابر کا ٹکڑا ہر وقت سرِ اقدس پر سایہ فگن رہتا تھا۔ آپ کا یہ وجود دیکھ کر لوگ متاثر ہوتے تھے۔ ایک دن ایک خشک درخت کے نیچے آپ کھڑے ہو گئے تو فوراً وہ درخت ہرا بھرا پتوں اور پھولوں سے لد پھند ہو کر سرِ اقدس پر سایہ فگن ہو گیا۔

غرض یہ کرامتیں تھیں جن سے متاثر ہوتے ہوئے لوگ آپ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ قافلہ قصبہ بصریٰ کے قریب پہنچا۔ جو ملک شام کی سرحد پر واقع ہے۔

تاریخ بصریٰ پر ایک نظر

یہاں قوم منات آباد تھی جو مذہب نصرانی رکھتی۔ یہ تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں ایک بڑا عبادت خانہ تھا۔ جسے بیان کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق بنایا گیا تھا۔ اس پیشین گوئی کے تحت کہ اس راہ سے ایک

سید المرسلین خاتم النبیین کا گزر ہوگا۔ یہاں کے رہنے والوں کو چاہئے کہ وہ آپ کو میرا سلام پہنچا دیں۔

بحیرہ پر آپ کی کرامتوں کا اظہار

اس وقت اس عبادت خانہ کا متولی بحیرہ نامی راہب تھا۔ جو پچھلی کتابوں کا عالم تھا۔ اور جسے یہ معلوم تھا کہ ایک دن اس راہ سے حضور سید المرسلین کا گزر ہوگا۔

آج بحیرہ حسب عادت عبادت خانہ بند کئے عبادت میں مصروف تھا دفعتاً عبادت خانہ لرز اٹھا اور دیوار میں جنبش ہوتی معلوم ہوئی۔ بحیرہ گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اور بڑا بڑا چہار جانب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا۔ اپنے رفقاء سے کہتا تھا کہ آج کیا بات ہے کہ چہار جانب کی پہاڑیاں اور درخت سجدے میں جھکے پڑتے ہیں۔ میرا عبادت خانہ متزلزل ہو رہا ہے۔ آسمان سے انوار کی بارش ہوتی معلوم ہوتی ہے۔

نکتہ: چونکہ راہب کا دل عبادت الٰہی سے آئینہ کی طرح صاف و شفاف تھا۔ اس لئے اُسے آسمانی نور و برکات کی بارش ہوتی معلوم ہوئی۔ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو بھی آسمان کے دیکھنے سے انوار الٰہی کا مشاہدہ ہوجاتا ہے یہ کچھ اچنبھے کی بات نہیں۔ آپ بھی دل سے نفسانی خیال نکال ڈالئے اور مولا کی یاد میں مستغرق ہوجائیے۔ پھر دیکھئے کہ آپ کو بھی خدا کے نور و برکات نظر آنے لگتے ہیں کہ نہیں۔

خاتم النبیین کا دیدار اور اہل قافلہ کی دعوت

بحیرہ تجسس کناں چہار جانب نگراں تھا کہ جانب مکہ شریف سے ایک قافلہ آتا ہوا معلوم ہوا۔ اس قافلہ کے ساتھ ان لوگوں کی

بحیرہ راہب۔ کیا تمہارے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔

ابو طالب۔ صرف ایک صاحبزادے ہیں جنہیں میں اپنی جگہ چھوڑ آیا ہوں۔

راہب۔ لو خدا کے لئے انہیں جلدی بلائیے۔ میں صاف ہی کیوں نہ کہدوں کہ محض انہیں کے شوق زیارت میں آپ لوگ بھی مدعو کئے گئے ہیں۔

اہل قافلہ سے ایک شخص گیا۔ اور حضور صلعم کو بلا لایا۔ آپ تشریف لائے تو سب جگہ آدمیوں سے گھر چکی تھی۔ آپ بڑوں کا ادب کرتے ہوئے سب سے پرے ہی بیٹھ گئے۔ جہاں سایہ نہ تھا۔ مگر حضور کے رونق افروز ہوتے ہی وہ درخت جو لوگوں پر سایہ فگن تھا۔ وہاں سے خود بخود ہٹ کر لوگوں کو دھوپ میں چھوڑ کر حضور اقدس پر سایہ فگن ہوگیا۔ یہ دیکھ کر بحیرہ بول اٹھا۔

بحیرہ۔ لوگو دیکھتے ہو یہ سب لوگ مرسلین ہیں۔ دیکھو تم دھوپ میں رہ گئے اور اس پر درخت نے اپنا سایہ کرلیا۔ یہی وہ نبی ہونگے جن کے متعلق موسیٰ اور مسیح کی پیشین گوئیاں توریت اور انجیل میں بھری پڑی ہیں۔ ابو طالب خدا کے لئے ان کی بڑی حفاظت کرنا۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ ان کے سخت ترین دشمن ہیں۔

اس کے بعد راہب شوق کے قدموں سے دوڑتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا۔ اس سراپا نور ہستی کے گرد پھیرا۔ تصدق ہوا اور عرض کرنے لگا۔

بحیرہ۔ آپ کو لات و عزیٰ کی قسم ہے جو کچھ پوچھوں سچ سچ بتا دیجئے گا۔

بتوں کی قسم سنکر حضور صلعم کی ہنستی ہوئی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ یہ دیکھکر بحیرہ نے کہا۔

بحیرہ۔ آپ کو ابراہیم اور اسمٰعیل کے خدا کی قسم میرے سوالات کے جواب صحیح صحیح مرحمت فرمائیے۔

یہ قسم سنکر آپ مسکرا دیئے۔ راہب نے دیکھا کہ پیشانی کے شکن جاتے رہے اور آپ اُسی طرح منبسط ہو گئے۔

یہ دیکھکر بحیرا راہب نے کہا۔

بحیرہ۔ واللہ مسیح نے یہی کہا تھا۔ کہ وہ غیر خدا کی قسموں سے رنجیدہ اور اللہ وحدہ کی قسم سے خوش ہونگے۔

حضورِ اکرم نے فرمایا۔ اے راہب اب تجھے جو کچھ پوچھنا ہو بڑے شوق سے پوچھ لے اِس کا اندیشہ بھی نہ کر کہ میں کوئی بات بھی غلط کہہ سکونگا۔

اس موقعہ پر بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خرقِ عادات، اور راہب نے دیکھے تو وہ سجدے میں گر پڑا اور پھر اُٹھ کر جمالِ جہاں آراء کی زیارت میں مستغرق ہو گیا۔ اور اُس وقت تک راہب نے آپ سے کوئی خاص گفتگو نہیں کی جب تک سب قافلے والے کھانے سے فارغ ہو کر رخصت نہ ہو گئے لیکن بحیرہ نے ابو طالب کو اشارے سے روک لیا۔ مطلب یہ تھا کہ اُن کے رہنے کی وجہ سے مقصود بھی موجود رہے گا۔ علاوہ بریں بحیرہ کو ابو طالب سے بھی کچھ باتیں کرنی تھیں۔ جب قافلہ سے میدان صاف ہوا اور بحیرہ کو وہ خلوت میسر آئی جس کا وہ مدت سے متمنی تھا تو وہ نہایت ادب کے ساتھ حضور سرورِ عالم کے قریب بیٹھ گیا اور آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دی جس کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں جب حضور نے اُسے سوالات کرنے کی اجازت دی تو وہ عرض کرنے لگا۔

بحیرہ۔ آپ کے سونے کی کیا کیفیت ہے۔

اے راہب! آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر دل کبھی نہیں سوتا۔

ہمیشہ بیدار رہتا ہے

آپ نے سچ فرمایا۔ انبیائے کرام کے خواب کی یہی صورت ہوتی ہے اس لئے کہ اگر اُن کا دل بھی سو جائے اور جبریل امین فرمانِ ربِ عالمین لیکر آئیں اور نبی کو سوتا پائیں اور ادب سے نہ جگا سکیں تو حکم الٰہی میں تاخیر ہو جائے اس لئے انبیاء کا دل ہمیشہ جاگتا رہتا ہے۔

اچھا یہ ارشاد فرمائیے کہ کبھی آپ کو کچھ غیر معمولی چیزیں نظر آتی ہیں؟

ہاں مجھے اکثر آسمان سے اُترتے چڑھتے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ جو نہایت نورانی صورت والے ہوتے ہیں۔

بہت بجا ارشاد ہوا۔ یہ فرشتے ہیں، جو آسمان سے اُترتے چڑھتے حضور کو نظر آیا کرتے ہیں۔

اچھا، آپ کی آنکھوں کی سرخی کیا ہر وقت ایسی ہی رہتی ہے یا کبھی کم بھی ہو جاتی ہے؟

جیسی تم اس وقت دیکھ رہے ہو، بالکل ایسی ہی رہتی ہے کبھی کم نہیں ہوتی

راز۔ سورج سے آنکھیں لڑانے والے کی آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی ہیں۔ تو تجلیاتِ الٰہی کو مشاہدہ کرنے والی آنکھیں کس طرح سرخ نہ رہتیں۔ دوسرے بیداری تعب کا اثر بھی آنکھوں پر ضرور پڑنا چاہئے تھا۔ اگر کوئی دو دن نہ سوئے تو اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ حضورِ قدس کا قلب اطہر تو کبھی بھی نہ سوتا تھا۔ پھر بھلا آنکھیں کس طرح متاثر نہ ہوتیں جب کہ دل اور آنکھوں میں ایک گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔

بحیرہ نے آپ کی جبین نورانی پر ٹکٹکی باندھ کر نظر جمانی چاہی مگر فوراً پیشانی نور سے ایک نور چمکا اور اس طرح چمکا کہ بحیرہ کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ اس نور کی تاب دید نہ لا سکا۔

شرح انبیاء و اولیاء کی مبارک پیشانیوں میں ایک خاص نور جلوہ افروز ہوتا
ہے۔ اگر کوئی خاص شخص دیکھے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اسی علامت سے
انبیاء اولیاء پہچانے جاتے ہیں لیکن خود نہیں وہی لوگ پہچان سکتے ہیں جن کو
اس تجلی کے منبع سے کچھ نہ کچھ تعلق رہتا ہو بحیرہ ایک پرانا عبادت گزار راہب
تھا اس کی آنکھیں اور دل محبتِ الٰہی سے منجلی ہو چکے تھے۔ اس لئے حضور کے
نور کا چمکارا اس کی آنکھوں پر پڑا۔ اور وہ آئینہ دل صیقل ہونے پر بھی اس
جمال کی تاب نہ لا سکا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اگر خلافِ مزاج نہ ہو تو مشتاقِ دید کو اپنے شانے کھول کر دکھا دیجئے

حضور نے شرم و حیا کی وجہ سے تامل فرمایا

راہب نے ابو طالب کی طرف التجا بھری نگاہوں سے دیکھا ابو طالب
نے بھی سفارش کی۔ جب حضور نے راہب کو تڑپتے ہوئے شوق میں بیتاب پایا
تو قلبِ اقدس کو گوارا نہ ہوا کہ راہب کی تمناؤں کا خون کر دیا جائے آپ نے
پشتِ اطہر سے کرتۂ مبارک سرکا دیا۔ راہب بے اختیارانہ طور پر مہرِ نبوت
کی طرف جھکا اور دیکھا۔ دونوں شانوں کے درمیان ایک بیضوی شکل کی ابھری
ہوئی چیز نظر آئی۔ جو بیضۂ کبوتر کے برابر تھی جس کے ایک طرف مرقوم تھا۔
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور دوسری جانب تحریر تھا توجہ
حیث شئت فانک منصور۔ راہب نے جھک کر مہرِ نبوت کو بوسہ دیا۔
اور کہا اٹھ۔ ھٰذا سید العالمین وھٰذا الذی بعثہ اللہ رحمۃ للعالمین یعنی
یہی عالم کے سردار ہیں اور یہی وہ ہیں جنہیں اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا

جب راہب کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ واقعی آپ سید المرسلین ہیں تو وہ
ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے یوں گفتگو ہوئی۔

بحیرہ۔ یہ صاحبزادے آپ کے کون ہیں؟

ابوطالب۔ میرے فرزند ہیں۔

بحیرہ (ذرا تامل کے بعد) کیا آپ یہ سچ کہتے ہیں۔ میں نے تو کتب سماوی میں دیکھا ہے کہ یہ یتیم ہوں گے۔

ابوطالب۔ تم سچ کہتے ہو۔ یہ میرے بھتیجے ہیں ان کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے

بحیرہ (ابوطالب کے کان میں) یہ آپ کے بھتیجے سید المرسلین خاتم النبیین ہونے والے ہیں۔ تمام دنیا میں انہیں کی شریعت کا سکہ رائج ہوگا۔ ان کا دین تمام ادیان کو منسوخ کر دیگا۔ ان کی حکومت مشرق سے مغرب تک ہوگی ان پر اللہ اپنی آخری کتاب نازل فرمائے گا لیکن اے ابوطالب تم انہیں شام نہ لیجاؤ۔ یہودان کے بڑے پکے دشمن ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو دیکھ پائیں۔ اور خدانخواستہ کچھ ضرر پہنچائیں۔

ابوطالب۔ مگر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ سید المرسلین ہیں

بحیرہ۔ سنیئے جب آپ کا قافلہ میرے عبادت خانہ کے پاس پہنچا تو مجھے خبر نہ تھی میں اپنے عبادت خانہ میں بیٹھا یاد معبود کر رہا تھا۔ یکایک صومعہ میں زلزلہ پڑ گیا۔ اور در و دیوار ہلنے لگے میں گھبرا کر باہر نکل آیا۔ تو عجیب بات دیکھنے اور سننے میں آئی۔ میرے کانوں میں چاروں جانب سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو قدرت کا یہ کرشمہ نظر آیا کہ شجر و حجر سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

اے ابوطالب یہ چیزیں نبی کے سوا کسی انسان یا فرشتے وغیرہ کو سجدہ نہیں کرتیں۔ یہ تو تم نے بھی دیکھ لیا کہ آپ کے سر پر ابر کا سفید نورانی

ٹکڑا سایہ فگن تھا۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا کہ درخت نے تم لوگوں پر سے سایہ ہٹا کر
آپ پر سایہ کر لیا۔ پھر یہ مہر نبوت جو اس شخص کے عین شانوں کے بیچ ہے گواہی دیتی
ہے کہ گویا یہ سید المرسلین ہونیوالے ہیں جو ان کا اتباع کریگا فلاح پائے گا۔
اور جو مخالفت کریگا۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر مریگا۔ اور آخرت میں بھی ابدی
جہنمی ہوگا۔ ہذا الحاصل میں پھر کہتا ہوں کہ اس مقدس ہستی کو شام نہ لیجاؤ۔
ابو طالب نے بطیب خاطر منظور کیا۔

یہاں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بحیرہ نے حضور سے یہ بھی درخواست
کی تھی کہ آپ اپنے مبارک قدموں سے میرے عبادت خانے کو روشن فرمائیں
آپ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور بحیرہ کے ساتھ عبادت خانہ میں
تشریف لے گئے جس وقت حضور نے اس کی چہار دیواری میں قدم رکھا سارا
عبادت خانہ آپ کے نور سے جگمگا اٹھا جس طرح کسی مکان کی دیواریں
شیشے کی ہوں اور اس مکان میں چراغ روشن کیا جائے تو وہ مکان جگمگا
اٹھتا ہے۔ اسی طرح بحیرہ کا عبادت خانہ اپنی عبادت و ریاضت
کی وجہ سے شیشے کی طرح صاف و شفاف تھا۔ جب اس میں آفتاب رسالت
کی جھلک پڑی تو وہ چہار جانب سے روشن و منور ہوگیا۔ اگر بحیرہ کا عبادتخانہ
عمر بھر فخر کرے تو بجا کہ آج سید المرسلین صلعم نے اپنے مبارک قدموں سے
اس عبادت خانہ کو چار چاند لگا دیئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج بحیرہ کا عبادتخانہ
اس قابل ہوا کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے۔ اس لئے کہ آج یہ پر تو جمال
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوگیا۔

غالباً بحیرہ کا مقصد آپ کو یہاں لانے سے یہی تھا کہ اس کا عبادتخانہ
روحانی طور پر بھی عبادت خانہ ہو جائے۔ اب یہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے قدم رکھے گئے وہاں مجھ کو عبادت کرنے میں کچھ اور ہی لطف حاصل ہوگا۔
اُس وقت بحیرہ کی زبان سے یہ مضمون ادا ہو رہا ہو تو بجا ہے

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بچھاؤں آنکھیں سر راہ تعظیم کو اُٹھوں — وہ آئیں میرے گھر یہ قسمت کہاں میری

جب حضور اکرم کے نور سے بحیرہ کے عبادت خانہ کا ہر ہر ذرہ روشن
ہوگیا تو اُس نے ابو طالب سے پھر کہا۔

بحیرہ: خدا کی قسم یہ ایسی ذات تمام جہان کے لئے نبی بنا کر بھیجی گئی ہے۔ اس
مقدس ہستی کی بعثت کا زمانہ بہت قریب ہے۔ اے ابو طالب تم ہرگز ہرگز
حضور کو لے کر ملک شام نہ جاؤ۔

جواب میں ابو طالب نے شام نہ جانے کا وعدہ کیا۔ اور حضور کو اپنے
ساتھ لیکر قافلے میں آئے تو اہل قافلہ نے کہا۔ واللہ راہب نے تو محمد کا بڑا
اعزاز و اکرام کیا۔ نہ معلوم وہ انہیں کیا سمجھے ہوئے تھے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم معہ اہل قافلہ
بحیرہ کے مہمان ہوئے تھے۔ اُسی دن کچھ دیر کے بعد یہودیوں کا ایک گروہ آیا
اور بحیرہ کے عبادت خانہ کے قریب مقیم ہوا۔ رات کو اس جماعت کے سردار
نے بحیرہ سے کہا۔

سردار: ہمیں کتب آسمانی سے معلوم ہوا ہے کہ آج محمد صلعم کا تمہارے
عبادت خانہ کی طرف سے گذر ہوگا۔ چنانچہ ہم یہاں اسی خیال سے آئے
ہیں کہ اس لڑکے کو قتل کر ڈالیں۔ لہذا تم بتاؤ کہ وہ بچہ کہاں ہے تاکہ ہم
اُسے پا جائیں۔ تمہاری مقدس انجیل میں بھی اس صاحبزادے کی آمد کا

حال مذکور ہے۔ بس جلدی کرو اور ہمیں محمدؐ کا پتہ بتا دو کہ ہم اُس کے قتل
سے نجات حاصل کر لیں۔

بحیرہ۔ تمہاری کوشش فضول، ارادہ رائیگاں اور مقصد بے سود ہے۔ اگر وہ
صاحبزادے واقعی نبی آخر الزماں ہیں تو تم اُن کی گرد بھی نہیں پا سکتے کیونکہ
خدائے واحد اُن کا بڑا محافظ ہے۔ علاوہ بریں اگر وہ واقعی ایسے ہی مرسل ہیں
تو ہمیں اُن کی بعثت کے بعد اُن کی اطاعت میں کیا عذر ہو سکتا ہے جبکہ توریت
اور مسیح ہمیں اُن کی اطاعت ہی کا حکم دے گئے ہیں۔ اور اگر وہ صاحبزادے
نبی آخر الزماں نہیں ہیں تو تمہیں اُن کے قتل سے کیا مل جائے گا۔ لہٰذا
میری رائے میں تمہیں اپنے ارادے بدل ڈالنے چاہئیں۔

راہب کی یہ مدلل اور حقانیت سے لبریز تقریر سنکر سب لاجواب
ہو گئے۔ اور اُنہیں اپنے بُرے ارادے سے باز ہی رہنا پڑا۔

واپسی۔ دوسرے ہی دن ابو طالب نے اپنا مال تجارت یہیں بصرے ہی میں
فروخت کر ڈالا۔ جو پورے نفع سے بک گیا۔ اور وہ اپنے مقدس فرزند برادر
ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ لیکن بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ ابو طالب نے
حضور کو تو مکہ روانہ کر دیا اور خود مال لیکر شام چلے گئے۔ مگر میرے نزدیک یہ
صحیح نہیں۔ دل پہلے ہی قول کی تصدیق کرتا ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اکثر
مورخین کا قول یہی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ جب بصرہ تجارت کا
ایک بڑا مرکز تھا۔ تو یقیناً ابو طالب نے یہی کوشش کی ہوگی کہ اُن کا مال یہیں
فروخت ہو جائے اور غالباً انہیں کامیابی بھی ہوئی ہوگی۔ تیسرے اس خیال
سے کہ جب ابو طالب کو حضور کا مکہ میں چھوڑ دینا گوارا نہ ہوا تو بصرے سے تنہا
بھیجدینا کس طرح گوارا ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

معلومات

واقعۂ مذکور کے پیش آنے میں کسی ایک اسلامی مورخ نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ کم و بیش واقعہ قریباً سب ہی نے لکھا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ یہ واقعہ جس طرح مسلمانوں اور اسلامی تاریخوں میں شہرتِ عام حاصل کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح مسیحیوں اور مسیحی تاریخوں میں بھی یہ واقعہ مشہور ہے۔ لیکن متعصب عیسائی اس واقعہ پر یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ کہ بحیرہ ہی وہ شخص تھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و حکمت کی باتیں سکھائی تھیں۔ لیکن تعجب ہوتا ہے اُن متعصب عیسائی مورخین پر جو بیشتر فہم و ادراک کے دعوے میں آج دنیا بھر سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ تعصب کی ظلمت نے اُن کی آنکھوں پر کچھ ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ یہ حاشیہ آرائی کرتے وقت اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ کہ اُن کا یہ قول دودھ پیتے بچے کی بات سے زیادہ اہلِ نظر کی عقل میں وقعت نہیں رکھتا۔ ہاں جو تعصب کا ابھرا ہو تو بڑے سے بڑے مدعیِ عقل کی زبان و قلم سے وہ وہ [illegible] ہو جاتا ہے۔ جسے سن کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ بھلا ان دانائے روزگار سے کوئی یہ تو پوچھے کہ ایک طرف تو آپ حضور کے خرقِ عادات عجائبات معجزات سے اس لئے انکار کر دیتے ہیں کہ یہ چیزیں آپ کی عقل میں نہیں آتیں۔ اور دوسری طرف یہ غضب کرتے ہیں کہ ایک بالکل سادہ بچے کو اتنا خرقِ عادت تسلیم کر لیتے ہیں کہ بحیرہ نے جو علم و حکمت کی باتیں آپ کو سکھائیں اُن پر آپ نے اٹھائیس سال گزرنے کے بعد عمل کیا اور کیا یہ ساری باتیں جوں کی توں آپ کو یاد بھی رہ گئیں۔ اگر یہ لوگ معجزات خرقِ عادت کے قائل ہیں تو حضور کرامت ظہور کے دوسرے معجزات سے کیوں انکار کئے دیتے ہیں۔ پہلے تو وہ یہ مان لیں کہ حضور سے خرقِ عادت امور ظہور پذیر ہوتے تھے۔ اور بحیرہ کی تحقیق دیکھئے جیسے کچھ بھی معلوم ہو۔ لیکن

وہ ہمارے دکھانے کو یہ تسلیم بھی کر لیں تو بھی قدرت نے ہمیں یہ جواب نہیں دیا کہ
ان کا حاشیہ اب بھی جولاہوں کا تیل، توجہل اور طفل شیرخوار یا بولنے کے قول سے زیادہ
وقیع نہیں۔ اس لئے کہ اگر ہمارے فاضل مورخین یہ مان بھی لیں کہ حضور سے
اکثر خرقِ عادت امور ظہور پذیر ہوتے تھے تو ہم یہ کہیں گے کہ جناب اس خرقِ
عادت کے لئے اللہ کو کون سی مجبوری پیش آئی تھی کہ آسمان سے علم و حکمت کی باتیں
آپ کو تعلیم کرائیں۔ اور آپ نے تئیس سال کے بعد اس پر عمل کیا۔ کیا خدا خود
عاجز تھا۔ جو اُسے بحیرہ کی رہبری درپیش آئی پھر اگر بحیرہ ہی نے حضور کو علم و
حکمت کی باتیں سکھائی تھیں اور اُسے ان سب کا بخوبی علم تھا۔ تو وہ خود سید المرسلین
کیوں نہ بن بیٹھا۔ آپ ایک پردیسی۔ اجنبی مسافر تھے۔ ایسی کیا ان کی ہمدردی
تھی کہ اس نے اپنی دولت انہیں دے ڈالی۔ اور خود کورے کا کورا رہ گیا۔

ہمارے فاضل دوستو! آپ کی اس حاشیہ آرائی نے تو حضور کے تبلیغ
اور بھی وضاحت کر دی۔ اس لئے کہ نہ بحیرہ آپ کو علم و حکمت کی باتیں اُن کے
قول کے موافق سکھاتا اور کہنا صرف اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حضور کی
کرامات دیکھ کر آپ سے مرعوب اور مغلوب ہو گیا۔ اور اس نے اپنے سارے
ہتھیار حضور کے قدموں پر ڈال دیئے۔ ورنہ بتایئے کہ بحیرہ کو آپ سے ایسا کیا
واسطہ تھا۔ کہ وہ آپ کے دین کا ایک بہت بڑا مقتدا ہونے کے باوجود بھی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے خرقِ عادات سے اس قدر مسخر ہو جائے کہ اپنے علم کے
سارے تجربات اور علم سرورِ انبیاء کے قدموں پر ڈال دے۔ اگر یہ کہا جائے کہ
اُس کا سینہ تو علم و حکمت سے معمور تھا لیکن اس بات کی طاقت و قوت موجود
نہیں تھی۔ اُس نے حضور کی پیشانی سے نور کا چمکارا دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ آپ میں
ان چیزوں کے قبول و عمل کا نور موجود ہے۔ اس لئے اُس نے وہ باتیں جو حُرت

کارآمد ہونے کے باوجود اس کے کام نہ آسکتی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم
کردیں۔ تو اس سوال کے جواب میں میں اپنے فاضل عیسائی دوستوں سے یہ پوچھوں گا
کہ کیا اُس راہب کا دل آپ کے جیسے تعصب سے بالکل پاک تھا جو اس نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام علم و حکمت کی باتیں بتا دیں۔ کیا اس کی فطرت کا
تقاضا یہ نہ ہونا چاہئے تھا کہ جب میں بڈھا کھوسٹ یہ علم و حکمت کی باتیں حاصل
کرنے کے باوجود عمل میں ناکام رہا ہوں یہ بچہ سیکھ کر کامیاب ہو جائیگا۔ تو دنیا مجھ پر
کس قدر ہنسے گی۔ اور مجھے کیسا ڈوب مرنے کا موقعہ ہوگا کہ میں بوڑھا تجربہ کار
ان چیزوں پر عمل کرنے کے قابل نہ ہو سکوں اور یہ بارہ سالہ بچہ ان چیزوں
کے عمل سے دنیا بھر کو مسخر کرلے۔ بہرحال یہ اس دانشمند راہب کو یہ چیزیں
سدِ سکندری حائل ہو کر حضور کو علم و حکمت تعلیم کرنے سے نہ روک دیتیں۔ میں
سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست۔ شاید اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔
پھر اس نے یہ باتیں اپنی ہی قوم کے کسی بچہ کو کیوں نہ تعلیم کردیں تاکہ نصرانیوں
ہی میں سے کوئی شخص سید المرسلین بن جاتا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ بحیرہ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی میں قبول و عمل کا یہ جوہر نہیں دیکھا تو میں کہونگا
کہ اسی سے آنحضرت صلعم کا سید المرسلین ہونا ثابت ہوگیا۔ کیونکہ نصرانیوں میں
کوئی بھی اس کا اہل نہ تھا۔ اور لفظ راہب ہی پر کیا موقوف ہے۔ یہود و مجوس
وغیرہ پر بھی اس دوربین نظروں والے راہب نے نگاہیں دوڑائی ہوں گی
جب سب کو نالائق پایا ہوگا۔ تب حضور کو پڑھانا چاہا آپ کے قول کے موافق
اس نے علم و حکمت کی باتیں تعلیم کی ہوں گی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں تک بحیرہ کی نظر
پہنچی یہ قومیں ناکارہ ہو کر رہ گئیں۔ اور سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
کوئی بھی اس کے علم و حکمت سیکھنے کا اہل نہ تھا۔ لہذا آپ کے قول کا نتیجہ

کے ماتحت بھی سید المرسلین کا سہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سر پر باندھا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ حاشیہ آرائی کیوں کی۔ اس لئے کہ بحیرہ نصاریٰ کا مقتدیٰ اور عبادت خانہ کا محافظ تھا۔ آپ جیسے تعقل کے پتلے فاضل دوستوں کو یہ چیز کھٹکی کہ نصرانی مذہب کا ایک پیشوا چکران کمترین کے نزدیک بدوسلم نبی پر پروانہ وار نثار ہو۔ اس لئے آپ نے واقعہ مذکورہ پر یہ حاشیے لکھ مارے لیکن ان کا حال ایسا ہی ہے۔ جیسے کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ بھی صاف صاف تسلیم کر لیتے۔ کہ واقعتاً بحیرہ نے آپ کی تقلید و تکریم کی اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے کہ نصرانی قوم نیک نفس پاک طینت اور غیر متعصب ہے۔ جب ہی تو اُس کے ایک ممتاز فرد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مقدس ہستی اور خدا کا برگزیدہ بندہ سمجھ کر آپ کی خاطرداری کی۔ آپ ہی بتائیے اس بات کا کتنا اچھا اثر ہوتا۔ اور آپ کی قوم سب نہیں تو کچھ تو ضرور صفحۂ تاریخ پر درخشندہ ستارہ بن کر چمک اٹھتی۔

بہر کیف ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حاشیہ آرائی آپ کی نہیں آپ کے تعصب کی ہے۔ اس لئے ہمیں آپ کی ذات سے ملال کا کیا حق ہو سکتا ہے۔ واقعہ تو صحیح ہے۔ جسے اسلامی مورخین اور آپ جیسے فاضلین نے زیب قرطاس کیا ہے لیکن حاشیہ آرائی چونکہ تعصب کے ماتحت تھی۔ اس لئے غلط ٹھہری۔ اور جس طرح آفتاب پرتو برمبٹ کر دنیا میں اُجالا ہی اُجالا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ حاشیہ تعصب پر محمول کر کے قلم زنی کرنے کے بعد ہی آفتاب صداقت تعصب کی ظلمت نکل کر چمک اٹھا۔ اور اس نے تاریخ کے صفحات کو منور کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ راہب نے ابتداً آپ سے کچھ باتیں پوچھیں۔ اور مستفسر ہو کر آپ پر نثار ہو گیا تو آپ کو افسانہ نگاری کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ اور آپ نے اس واقعہ کو

یوں پتہ دیا کہ بحیرا نے حضور صلعم کو علم و حکمت کی بہت سی باتیں سکھائی ہیں۔ مگر
کیوں سکھائی ہیں۔ کیا کیا سکھائی ہیں۔ کس وجہ سے سکھائی ہیں۔ اور اُسے
وہ باتیں کس طرح معلوم ہوئی تھیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے جواب سے آپ ساکت
و صامت ہیں اور رہیں گے۔

میرے دوستو! میں اس موضوع پر آپ سے ابھی کچھ اور عرض کرتا۔
ابھی اور بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالنی باقی رہ گئی ہے، تاہم بخوفِ طوالت
میں اتنی ہی گزارش پر اکتفا کرتا ہوں۔

فجار کی جنگ

جب آپ مع بخیر مکہ معظمہ تشریف لے آئے تو ابو طالب نے
غور کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ راہب جھوٹ کہتا ہو یا سچ لیکن اس
میں ذرا شک نہیں کہ یہ فرزند بچپن ہی سے ایک مقدس ہستی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے
ان کی نگرانی اور محبت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا چاہیئے۔ اس فیصلہ کے بعد ابو طالب
کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے سے بھی زیادہ محبت ہوگئی اور انہوں نے آپ کی خدمت
کا فرض بڑی خوبی سے انجام دیا۔

جب حضور کا سن شریف چودہ یا پندرہ سال کا ہوا تو عرب میں ایک
عظیم الشان جنگ وقوع میں آئی۔ جس طرح اسلام کے آنے تک عرب میں
ہمیشہ بڑی بڑی سفاکی جہالت مگر ساتھ ہی ساتھ شجاعت سے لبریز لڑائیاں ہوا
کرتی تھیں۔ اسی طرح یہ جنگ بھی ہوئی لیکن اسے مقابلہ اور بہت سی لڑائیوں
کے بعض وجوہ کی بنا پر بڑی اہمیت حاصل تھی۔
اور یہ جنگ اور بہت سی لڑائیوں سے زیادہ خطرناک۔ نہایت دور تک
اثر ڈالنے والی تھی۔

یہ لڑائی ان مہینوں میں واقعہ ہوئی تھی جن میں جنگ یا خونریزی قتل و

خونریزی حتیٰ کہ جانوروں کا شکار بھی حرام تھا۔ اسی لئے یہ جنگ حرب فجار
کے نام سے مشہور ہے

(۳) اس معرکہ کارزار میں پہلے پہل حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے
مقابلہ کے خیال سے نہیں بلکہ اپنے چچا حضرت زبیرؓ کی مدد کے لئے۔ آپ فرماتے
ہیں کہ میں اس جنگ میں اس لئے ہتھیار بند ہوا تھا کہ اپنے چچا زبیر کو دشمنوں سے
بچاؤں۔ چنانچہ میں چچا زبیر کو تیر سہم پہنچایا کرتا تھا۔ یہ وجوہ تھے جن کی بنا پر اس
جنگ کو اور لڑائیوں میں خاص اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ حرب فجار کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے چچا کے دشمنوں کا تیر و تلوار سے مقابلہ کیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اکثر و
بیشتر کا قول وہی ہے جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

چنانچہ امام سہیلی نے اس کی صاف و صریح تشریح ان الفاظ میں کی ہے
وانما لم یقاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اعمامہ فی الفجار
وقد بلغ سن القتال لانہا کانت حرب فجار وکانوا ایضاً کلہم کفاراً
ولم یأذن اللہ لمؤمن ان یقاتل الا لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچاؤں کے ہمراہ فجار کی لڑائی میں
جنگ نہیں فرمائی۔ گرچہ آپ جنگ و جدال کی عمر کو پہنچ گئے تھے کیونکہ یہ فجار کی
لڑائی تھی۔ اور اس میں سب کے سب کافر ہی تھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے
مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ خواہ مخواہ لڑیں۔ لیکن اگر لڑیں تو
اعلائے کلمۃ الحق کے لئے۔

شرکت حضور کے طفیل قریش کی فتح

یہ جنگ قریش اور قیس کے قبیلوں
میں ہوئی تھی۔ اس معرکہ میں

قریش کے ہر خاندان نے حصہ لیا۔ اور اپنے اپنے مختصر دستے کے ساتھ ہر خاندان
کا سردار جماعت کی کمان کرتا ہوا میدان کارزار میں شریک ہوا۔ چنانچہ حضرت
زبیر بن عبد المطلب خاندان ہاشم کے علم بردار تھے اور اسی جنگ میں حضور اکرم صلعم
بہ نفس نفیس تشریف رکھتے تھے۔ قریش کا سب سے بڑا سپہ سالار حضرت ابو سفیان
کا باپ حرب تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک منچلا اور جوشیلا سپہ سالار تھا
لیکن قبیلہ قیس میں بھی کئی بڑے سورما جری بہادر موجود تھے۔ معرکہ کارزار گرم ہوا۔
جس میں دونوں طرف سے بڑے زور و شور کا ہوا لیکن تاریخ کی ورق گردانی سے
معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ قیس کے سپہ سالار میں بہادری کے ساتھ ساتھ چالاکی
بھی تھی۔ چنانچہ اس نازک موقعہ پر وہی کام بھی آئی اور قریش کے سپہ سالار کو قبیلہ
قیس کے سپہ سالار نے روک ہی نہیں لیا۔ بلکہ اپنی عجیب و غریب ترکیبوں سے
اُس نے قریش کو پیچھے ہٹا دیا۔ قبیلۂ قیس کے نعروں سے میدان گونج اٹھا۔
لیکن اس پسپائی سے قریش کی غیرت اور حمیت کو حرکت ہوئی اس پر طرہ یہ ہوا کہ
حرب نے ایک موثر تقریر سے قریش میں آگ لگا دی یہ اپنے دشمن سے شکست
کھانے اور اپنی عزت پر جان کی قربانیاں چڑھانے کے تھوڑی ہی دیر بعد سنبھلے
آندھی کی طرح بڑھتے اور بارش کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اس میں شبہ نہیں
کہ قیس نے بڑے استقلال اور جوانمردی سے کام لیا لیکن قریش کا یہ ریلا
اور جوش رکنے والا نہ تھا۔ پہلے تو دشمن ہمت اور جرأت سے مقابلہ کرتے رہے اور
قریش کے بہت بہادر جنگ کی بھینٹ ہوتے رہے۔ لیکن قریش کا آخری
حملہ اس زور کا ہوا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے وہ بھاگ گئے اور بے تحاشہ
بھاگے پھر بھی قریش نے انہیں تلواروں پر رکھ لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں
بہت سوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ چونکہ قریش کے ننگ و ناموس کا

معاملہ تھا اور وہ حق پر تھے تو خدا نے بھی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں نہ
اور عظیم الشان فتح مرحمت فرمائی۔ اور قریش کے حق پر ہونے ہی کی وجہ سے تو رسے
سرگرم رہتے تھے۔ ہمارے سرور عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جنگ
میں اپنے چچا زبیر کو تیروں سے مدد دیتے رہے لیکن آپ نے کسی پر تلوار نہیں اٹھائی جیسا
ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ بہرکیف جنگ فتح ہوئی۔ اور قریش کے نعروں سے مسرت
سے میدان کارزار گونج اٹھا۔ وہ خوش خوش پلٹے اور اپنی اپنی جگہ چلے گئے

معاہدہ

متواتر خانہ جنگیوں کا سلسلہ ایک نہایت قیامت خیز سلسلہ تھا کہ اس
نے عرب کے ہزاروں سینے پر داغ اور ہزاروں گھر بے چراغ کردیئے
تھے۔ جنگ مذکورہ میں چونکہ قریش کے بھی بڑے بڑے بہادر کام آئے تھے۔ ان کی
موت اور پیہم لڑائیوں نے بعض لوگوں کے دلوں میں اصلاح کا مادہ پیدا کیا۔
زبیر بن عبد المطلب نے لیڈری کا علم بلند کیا۔
اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کردیا چند افراد جو پہلے ہی ان باتوں سے
اکتا چکے تھے۔ زبیر بن عبد المطلب کے ہمنوا ہو گئے۔ جب اس نیک خیال کی موید
ایک پوری جماعت ہو گئی۔ اور خاندان ہاشم کے ساتھ ساتھ بنی زہرہ اور بنی تیم نے
بھی حصہ لیا تو یہ تجویز ہوئی کہ یہ نیک خیال جماعت ایک جگہ بیٹھ کر آپس میں اس بات
کی تجویز پاس کرے۔ چنانچہ جنگ فجار سے واپس ہونے کے چند ہی روز بعد عبد اللہ بن
جدعان کے مکان پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں تینوں مذکورہ خاندانوں کے افراد
جمع تھے۔ زبیر بن عبد المطلب نے ایک مختصر مگر موثر تقریر کی جس میں بتایا کہ
قتل و غارت بے رحمی۔ بے انصافی خونریزی وغیرہ جو ہمارے بڑے خاندانی شغل بنے
ہوئے ہیں۔ جن کی بدولت آج عرب کے ہزاروں گھروں میں ماتم بپا ہے۔ آخر
میں زبیر بن عبد المطلب نے اس پر زور دیا کہ ہم میں ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے

ورثہ والوں کو مکہ سے نکال باہر کر دے۔

یہ ایسی مبارک تجویز تھی جسے ان دنوں میں خصوصاً ایسی جماعت کو کبھی قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ جو سب نے بہ اتفاق رائے یہ نیک تجویز منظور کی۔ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس جلسہ میں سب کے پیش پیش حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے بہت زوردار طور پر اس سودمند تجویز کی تائید فرمائی تھی۔

جلسہ برخاست ہوا۔ اور لوگ اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ مبارک تجویز انتظار ہو کر ہی رہ گئی اور اس پر ایک نے بھی عمل نہ کیا۔ نہ معلوم اس کے کیا سبب تھے کہ اس تجویز کی تائید میں تو لوگوں نے پورے جوش سے کام لیا۔ لیکن اس پر عمل کرنے میں ایک فرد واحد نے بھی قدم آگے نہ بڑھایا۔ لیکن ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پیش نظر رہی یہاں تک کہ اس کی تکمیل میں شامل رہے چنانچہ جب کہ عہد نبوت میں خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے وہ معاہدہ اس قدر عزیز تھا کہ اگر لوگ اس کے بدلے میں مجھے سرخ رنگ کے اونٹ یعنی سونے کا انبار بھی دیتے تو میں کبھی قبول نہ کرتا۔ اور آج بھی اگر کوئی مجھ سے ایسا معاہدہ کرے تو میں بڑی خوشی سے تیار ہوں

معلومات

یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں جتنے لوگ شریک تھے اُن میں اکثر کے ناموں کے شروع میں فضیلت کا لفظ موجود تھا۔ جیسے فضیل بن حارث فضیل بن وداعہ مفضل۔ یہ لوگ قبیلہ جرہم کے قبائل سے بیان کئے جاتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

بیان کیا جاتا ہے کہ حرم کعبہ میں آگ لگ جانے سے حرم شریف کو بڑا بھاری نقصان پہنچا اور تمام دیواریں بالکل بیٹھ گئیں۔ پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ بارش کا پانی خانہ کعبہ پر اس زور سے پڑا کہ اس کی عمارت کا

اکثر حصہ شکستہ ہو گیا۔ چونکہ اُس وقت تک حرم پاک کی چھت نہیں تھی اس سے بارش کی روک نہ ہو سکی اور خانہ کعبہ کی عمارت کو کافی نقصان پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر قریش نے آپس میں صلاح کی کہ خانہ کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کر دینا چاہیے۔ اتفاق سے ٹوٹے ہوئے جہازوں کے تختے جدہ کے بندرگاہ پر موجود تھے وہ بہت سستے ہاتھ آگئے اور قریش نے بڑی دلچسپی سے حصہ لیا۔ تمام خاندانوں نے عمارت کے مختلف حصوں کی تعمیر اپنے اپنے ذمہ لی۔ خوش قسمتی سے ایک مسافر معمار بھی جو قوم رومی پھرتا پھرتا ادھر آ نکلا۔ قریش نے اُس کی بڑی خاطر کی کیونکہ انہیں معمار کا اس موقعہ پر آ جانا غیبی مدد معلوم ہوتی تھی۔ معمار کی ہدایت کے موافق سب نے اپنا فخر جان کر بیت اللہ کی تعمیر انجام کو پہنچائی۔

حضورِ اکرمؐ کے طفیل ایک عظیم جنگ کا سدباب

جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا موقعہ آیا تو وہ سب لوگ ایک دل ہو کر کام کر رہے تھے اب آپس میں سخت کشمکش پیدا ہو گئی۔ اس لئے کہ ہر شخص چاہتا تھا یہ شرف وہ حاصل کرے۔ سب نے اپنے حقوق جتانے شروع کئے۔ جب اس سے بھی کام نہ چلا تو ایک دم تلواریں کھنچ گئیں۔ اس پر بھی یہ آگ کم نہ ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے کی جان لینے کی قسمیں کھائیں۔ لیکن جب بعض جہاں دیدہ لوگوں نے انہیں منع کیا کہ ایسے مبارک کام میں تو قتل و جدل کا بازار گرم نہ ہونا چاہیے تو وہ ایک دوسرے کی جان لینے سے باز رہے اور دستور کے موافق پیالہ میں خون بھر کر انگلیاں ڈبوئیں۔ یہ خون میں انگلیاں ڈبونے والے بنی عبد الدار اور بنو عدی تھے۔ اس حرکت سے اُن کا لقب لعقۃ الدم (خون کے چاٹنے والے) پڑ گیا۔ لیکن تلواریں اسی طرح علم رہیں اور چار روز تک سخت خطرناک منظر پیش رہا۔ آخرکار ایک جہاں دیدہ معمر شخص ابو امیہ بن المغیرہ نامی نے آواز بلند کہا میں جو کچھ کہتا ہوں اُسے کان دھر کر سنو۔ شاید کسی اچھے نتیجہ پر پہنچ جاؤ۔ اس آواز سے شور و ہنگامہ کم ہوا، اُس نے کہا

نے کہا میرے خیال میں اس کا فیصلہ جس طرح تم کرنا چاہتے ہو کبھی نہ ہوگا۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرمِ محترم میں داخل ہو اُسے پنچ بنالو۔ اور جو کچھ وہ کہے اُسے مان لو۔

یہ رائے جوشیلے عربوں کے لئے اعجاز کا کام کر گئی۔ سب نے اپنی اپنی تلواریں میان میں کر لیں۔ اور اس رائے کو پسند کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ دوسرے دن جو ذاتِ والا صفات سب سے پہلے حرمِ محترم میں قدم زن ہوئی وہ ہمارے سرکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات تھی۔

تمام قریش آپ کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم ضرور ان کے فیصلے پر عمل کریں گے۔ کیونکہ یہ بڑے ہی امین اور راست باز ہیں۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا محض اتنی سی بات نے اس قدر طول کھینچا۔ ابھی ابھی سب کی حسب منشاء اس کا فیصلہ ہوا جاتا ہے پھر آپ نے ایک بڑی چادر منگوائی۔ اور اس میں حجرِ اسود کو رکھ کر فرمایا۔

ہر خاندان اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کرے۔ فوراً تعمیلِ ارشاد ہوئی اور ہر قبیلہ سے ایک ایک نمائندہ منتخب ہو گیا۔

حضور نے ان نمائندوں سے فرمایا تم سب چادر کو تھام لو اور اٹھا کر جہاں حجرِ اسود کے نصب ہونے کا مقام ہے وہاں لے چلو۔

چادر اٹھائی گئی اور جب حجرِ اسود کے نصب ہونے کی جگہ پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود اٹھا کر دیوار میں نصب کر دیا۔ یہ دیکھ کر سب مارے خوشی کے اچھل پڑے اور کہنے لگے۔ حقیقتاً آپ نے بڑا اچھا فیصلہ کیا۔ ورنہ خدا معلوم ہم میں سے کتنے آدمی تلوار کے گھاٹ اتر جاتے۔ ہر خاندان نے حضور کو

شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے ہم سب کی بات رکھ لی۔

اب سب لوگ خوش ہو گئے۔ سارا بغض و عناد رفع ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ایک بڑی خونریزی کا سدباب ہو گیا۔

معلومات

ہم بیان کر چکے ہیں کہ خانہ کعبہ کے انہدام اور تعمیر کی وجہ آتش زدگی اور بارش کا پانی بھر کر نقصان پہنچانا بتائی گئی ہے لیکن بعض مورخین نے لکھا ہے کہ چونکہ کعبۃ اللہ کی چھت نہیں تھی۔ اس لئے خانہ کعبہ کا مال کچھ لوگ چرا لے گئے تھے قریش کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اسے پھر سے گرا کر بنا دیا جائے اور ساتھ ساتھ چھت پاٹ کر اسے محفوظ بھی کر دیا جائے۔ اس لئے انہوں نے خانہ کعبہ گرا کر پھر سے بنا دیا۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ بارش کے پانی کی وجہ سے دیواریں بوسیدہ اور کسی قدر شکستہ ہو گئی ہوں گی۔ اس لئے قریش نے مناسب سمجھا کہ اسے ڈھا کر پھر سے بنا دیں ورنہ اگر چار دیواری پائدار ہوتی تو اسی پر چھت پاٹ دی جاتی۔ اور پھر سے بنانے کا ارادہ ان لوگوں کے دل میں کبھی نہ آتا۔ اس لئے کہ جب ان چار دیواری کو گرانا چاہا تو قریش پر سب کے دلوں پر ایک دہشت بیٹھ گئی تھی ڈرتے تھے کہ کہیں یہ ہمارا فعل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو لیکن وائے ان کی سمجھ پر کہ خانہ کعبہ گرانے سے تو وہ ڈر رہے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کو اذیت پہنچانے سے نہ ڈرے۔ اور اس وقت انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا خیال نہ آیا۔ یہ ان کی سمجھ کا قصور نہیں تو کیا ہے۔

بہرکیف اس سے یہ پتہ چلا کہ قریش نے عمارت کی بوسیدگی کی وجہ سے تعمیر نو ضروری سمجھی۔ ورنہ وہ اس کام سے ڈرتے تھے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کی مزید معلومات کے لئے کعبہ کی مختصر تاریخ حوالۂ قلم کر دیں تاکہ ہمیں ہر پہلو پر غور و خوض کرنے کا بخوبی موقع مل سکے۔

تاریخ کعبہ

جب اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کو کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم فرمایا
تو انہوں نے بشاشت و بردباری کی تعمیل میں بیت اللہ تعمیر فرمایا جس کی تفصیل

آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ پڑھیے کہ حضرت اسمٰعیل ہی اپنی مبارک حیات میں کعبہ کے
وارث رہے آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند نابت والی ہوئے۔ اس نے بھی اپنی
حیات میں خانہ کعبہ کی بخوبی حفاظت کی لیکن جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو کچھ ایسے
اسباب جمع ہو گئے کہ بنو جرہم نے خانہ کعبہ پر اپنا قبضہ جمایا اور اپنی تبعیت سے خانہ کعبہ
کی سرداری کے لئے منصب کو مرتب کیا۔ پھر ان کے بعد ان کی اولاد در اولاد پر
وراثت آتی رہی۔ یہاں تک کہ بنو جرہم کی شقاوتیں، خونریزی، زنا، بت پرستی وغیرہ یہ
چیزیں اتنی بڑھ گئیں جن سے خانہ کعبہ کے احترام کو سخت صدمہ پہنچا۔ حقیقت یہ ہے کہ
اس وقت بنو جرہم کے دلوں سے خانہ کعبہ کی عظمت بالکل اٹھ چکی تھی۔ شقاوت قلبی کا
ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ دور دراز کا سفر طے کر کے جو زائرین مکہ میں آتے تھے یہ بے رحم ان
کا مال و اسباب تک چھین لیتے تھے بلکہ نہایت بے دردی سے ان مظلوموں کو قتل
کر ڈالتے تھے۔ ان کی زناکاری کا ایک نمونہ اساف و نائلہ تھے جنہوں نے خاص
حرم شریف میں زنا کیا جس کی پاداش میں فوراً ہی ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ اور یہ
دونوں ہم آغوشی کی حالت میں پتھر کے بن گئے۔ تب لوگوں نے عبرت کے لئے
ان دونوں کو حرم کے دروازے کے پیچھے ایک مقام پر کھڑا کر دیا تھا اور ان پر نفرین کی
جایا کرتی تھی لیکن جب عرصہ گزر گیا تو لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے
نفرت و حقارت کی بجائے محبت و عظمت پیدا ہونے لگی۔ مثل مشہور ہے صحبت کا اثر
ہوتا ہے۔ آخر شیطان لعین کی حرکت انگیزی نے رفتہ رفتہ ان دونوں کو بنا کر
معبود بنا دیا۔ اب یہ دونوں پتھر کے بت جو کبھی انسان تھے خانہ حرم پاک میں معبود
مانے جاتے تھے۔ اور دور دور سے ان کی پوجا ہونے لگی اور دو مشہور بت مشرکین کے بن گئے

انی اور مانگی جانے لگیں۔ اللہ کے خاص گھر پر ان شیطانوں کی خدائی کا راج ہو گیا۔ معاذ اللہ۔

جب ان لوگوں کے ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو اللہ نے اس قوم پر نکسیر کا عذاب بھیجا اور رفتہ رفتہ یہ قوم ہلاک کر دی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس کی نکسیر جاری ہوتی تھی، اُس کے خون بند کرنے میں کوئی دوا کارگر اور تدبیر کارآمد نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ خون بہتے بہتے اس کی روح تحلیل ہونے لگتی تھی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ بے جان ہو کر رہ جاتا تھا۔

خزاعہ اُس وقت سے تہامہ میں جا بسے تھے جب سے عمرو بن عامر کی اولاد یمن سے جا کر عراق کے شہروں قصبوں میں پھیل گئی تھی۔

جب خزاعہ کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ نے بنو جرہم کو ہلاک کر ڈالا تو وہ خوش خوش اپنے مقام سے بڑھے اور مکہ معظمہ پہنچ کر جرہم کے اُن باقی ماندہ لوگوں کو جو پہلے ہی موت سے ہمکنار ہونے والے تھے قتل کر ڈالا۔ اگرچہ جرہم کے بہت سے لوگ نکسیر کا شکار ہو چکے تھے اور خدا نے اُن میں سے اکثر کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ لیکن پھر بھی جو لوگ باقی تھے اُن کے پاس بہت سامانِ حرب موجود تھا۔ عمرو بن حارث اس وقت اُن کا سردار تھا۔ جب اُس نے خزاعہ کو چڑھائی کرتے سنا تو اپنی قوم کے باقی ماندہ لوگوں کو جمع کر کے اُن کے سامنے ایک پرجوش موثر تقریر کی جس سے ان کی ہمتیں بندھ گئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت اللہ نے ان پر سے نکسیر کی بیماری بھی دفع کر دی تھی، تاکہ یہ لوگ دل کھول کر دشمن سے مقابلہ کر سکیں اور انہیں اپنی ناتوانی کا عذر نہ ہو۔ جب دونوں حریف صف آرا ہوئے تو خزاعہ کے سردار عمرو بن ربیعہ بن حارث نے اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر ایک مختصر مگر جوش انگیز تقریر کی جس کے ختم ہوتے ہی دونوں طرف سے حملہ ہو گیا۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں جرہم کے بہت سے سپاہی موت کے

گھاٹ اتر گئے۔ یہاں تک کہ عمرو بن حارث جرہمی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اُسے یقین ہو گیا کہ عنقریب دشمن کی مورہم افیصلہ کیا پہنچتی ہے تو وہ حرم کی طرف جھپٹا یہاں پہنچ کر اُس نے کعبہ کی دیوار سے غزالیں ورحجرِ اسود نکال کر ساتھ لے لیے، اپنے تمام گناہ یاد آنے لگے۔ اُس نے بصدق دل سے اِن الفاظ میں توبہ کی ؎

لاھُمَّ اِنَّ جُرہُم عِبَادُکَا ۔۔۔ وَالنَّاسُ طَرَافٌ وَھُم تِلَادُکَا

وَھُم قَدِیْمًا عَمَرُوا بِلَادَکَا

اے اللہ! جرہم تیرے بندے ہیں۔ جو تیری بہت پرانی ملک ہیں ورنہ یہ لوگ تو تیرے نئے نئے فرمانبردار ہوئے ہیں۔ ہم قدیم سے تیرے بلاد میں رہتے بستے چلے آئے ہیں۔

مگر چونکہ عمرو بن حارث کی توبہ قبول نہیں ہوئی، کیونکہ اُس نے کوئی بشارت نہیں سُنی۔ تو اُس نے مایوسی کے عالم میں اُن نے وہ سونے کی غزالیں چاہِ زمزم میں ڈال دیں اور اُن متبرک چیزوں کو بھی پاٹ دیا۔ اس کا یہ فعل دو پہلوؤں پر محمول کیا جا سکتا ہے ایک تو یہ کہ اُس نے سوچا کہیں زمزم کی بے حرمتی نہ ہو اور غزالیں دشمن کے تصرف میں نہ آئیں۔ اس لئے اُس نے غزالیں زمزم میں ڈال کر سرے ہی اس کنوئیں کو بھی بند کر دیا جس کے متعلق ہم پہلے ہی عبدالمطلب کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ عمرو بن حارث نے بخل کے مارے یہ حرکت کی تاکہ دشمن یہ چیزیں پاکر مسرور نہ ہوں اور مستفیض نہ ہو سکیں۔

بہرکیف اس کام سے فارغ ہو کر عمرو بن حارث معہ اپنے چند زخمی ہمراہیوں کے سرزمینِ جہینہ کی طرف بھاگ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں ایک روز سیلاب آیا اور اُن سب کو بہا لے گیا۔

اِس کے بعد بیت اللہ کا وارث عمرو بن ربیعہ ہوا۔ اُس کے بعد خزاعہ نے اس پر قبضہ کر لیا۔

گزرنا ناممکن تھا۔ یہ میلہ ایک مہینے تک پورے زور وشور کے ساتھ رہتا تھا۔ اس
مہینے میں کوئی ایک شخص بھی ہتھیار بند نظر نہ آتا تھا۔ اگرچہ اس میں بہت سی خرافات
ہوتی تھیں تاہم مظلوموں یتیموں اور معصوم لڑکیوں کے لئے یہ مہینہ بڑا غنیمت تھا
اس لئے کہ ان دنوں میں جنگ وجدال کا بازار بالکل سرد پڑجاتا تھا اور سارے بغض
وعناد وکینہ وفساد اس میلے میں آکر کافور ہو جاتے تھے وہ قبائل عرب جو آپس میں ایک
دوسرے کے بدترین دشمن ہوتے اس میلے میں آکر بہترین دوست بن جاتے تھے اس
کی دلچسپیاں بڑھانے کے لئے ہر سال کچھ نہ کچھ چیزوں کا اضافہ ہوجایا کرتا تھا۔

اس میلے کو مذہبی شان بھی حاصل تھی۔ چونکہ عرب اس مہینے کو بڑا حرمت والا
سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے اس میلے کی بنا ڈالی تھی۔ اور رفتہ رفتہ اس کی
ترقیاں اور دلچسپیاں پورے شباب پر پہنچ گئی تھیں۔ میلے کے مذہبی ہونے کی غالباً
یہی وجہ تھی۔ وہ بازار عکاظ میں واقع ہوتا تھا۔ جس طرح آج ہندوستان میں موسم سرما
کے موقع پر جگہ جگہ نمائشیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ذیقعدہ کے مہینے میں عرب نمائش
کا میلہ لگایا اور منایا کرتے تھے۔ اس میلے میں جیسا ہم عرض کرچکے ہیں کوئی ایسی چیز
نہ تھی جو نہ مل سکتی ہو۔ دور دور سے قسم قسم کے عطریات۔ جواہرات۔ زیورات۔ ملبوسات
وغیرہ آکر فروخت ہوا کرتے تھے۔ عود، عنبر، مشک وغیرہ کی بھی کمی نہ ہوتی تھی میوہ جات
کے تو جگہ جگہ ڈھیر کے ڈھیر، بازار کے انبار لگے نظر آتے تھے۔ غرض آج ہندوستان
کی بہتر سے بہتر نمائش بھی شاید باوجود نئی نئی ایجادات ہونے کے بھی عرب کی اس
نمائش کا مقابلہ نہیں کرسکتی کیونکہ اس زمانہ کو دیکھتے ہوئے اس کی آراستگی اور
دلچسپیاں قابل دید تھی۔ ہر شخص اپنی جودت کا زور لگا کر اپنے کمالات نمونے میں
پیش کرتا تھا۔ عرب کے سربرآوردہ شعراء کی وجہ سے یہ میلہ اور بھی زیادہ دلچسپ ہوگیا
تھا۔ میلے کے ایک سب سے بڑے خیمے میں جہاں قبائل عرب کے سردار جمع ہوتے تھے، نا

شعراکا اجتماع ہوتا تھا اور اُن کے اشعار پر تحسین و آفرین کا شور بلند ہوجاتا تھا۔ لوگ دور دور سے سمٹ سمٹ کر اس خیمے اور خیمے کے چاروں جانب جمع ہوجاتے تھے۔ قبائل کے شیوخ اچھے شعار پر انعام بھی تقسیم کیا کرتے تھے۔

سبعہ معلقات اسی میلے کی بہت بڑی یادگار ہے۔ شاعر کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنا کلام سب سے اچھا سمجھتا ہے اور غضب یہ ہے کہ دوسروں پر بھی سب سے بہتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا اس زہریلے مرض سے ہماری برادری کے لوگوں کو بچائے۔

اسی فطرت کے ماتحت سبعہ معلقات کے مصنف کو بڑا غرہ ہوا کہ اس سے بہتر کسی کی نظم نہ ہوسکے گی۔ اس لئے اُس نے بیت اللہ کے دروازے پر یہ قصائد آویزاں کردیئے۔ یہ دیکھکر اس کے ہم عصر شعرا نے بھی اپنے اپنے قصیدے اور نظمیں خوشخط لکھکر وہیں لگادیں۔ تاکہ پڑھنے والے مقابلے میں پڑھ کر اچھے بُرے کا فیصلہ کریں۔

میں عرض کرچکا ہوں کہ یہ مہینہ عرب میں بہت مبارک گنا جاتا تھا۔ لیکن اُس زمانہ میں عرب کے دو قبائل قریش اور بنی ہوازن میں سخت کشیدگی اور منافرت پھیلی ہوئی تھی۔ بنی ہوازن کا مسکن مکے اور طائف کے درمیان اور قریش کا قیام زیادہ تر مکہ معظمہ میں تھا۔

قانون شکنی یہ اچھا قانون جس کے تفصیل سے حرب و ضرب سے پاک رہتا ایسا قانون تھا جو سب کیلئے مفید و بہتر تھا۔ لیکن بنی ہوازن نے سب سے پہلے اس قانون کی مخالفت میں قدم آگے بڑھائے۔

واقعہ یوں ہوا کہ قریش کا ایک شاعر بر سر جلسہ نظم میں اپنے خاندان کی تعریف بیان کر رہا تھا۔ اس میں بنی سعد کے چند اشرار نے خواہ مخواہ اُسے چھیڑ دیا۔

اور اس بری طرح اُن کا مذاق اُڑایا کہ وہ کھسیانہ ہو کر بنی سعد کو سخت سست
کہنے لگا۔ اس سے بنی سعد جوش میں آ گئے۔ اور اس ایسے کو کسی نے مکا خوب مارا۔ جب
قریش نے یہ دیکھا کہ اُن کا ایک فرد خود مخواہ پٹ رہا ہے۔ تو انہیں بھی غصہ آ گیا۔
اور طرفین سے ہوا میں تلواریں کھنچ گئیں۔ اگر دونوں قبیلوں کے سردار بیچ میں پڑ کر معاملے کو
رفع دفع اور فساد کی آگ کو ٹھنڈا نہ کر دیتے۔ تو ایک سخت عام جنگ ہو جاتی۔ چونکہ
بنی سعد نے اس موقعہ کا احترام نہیں کیا۔ اس لئے وہ فجار کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں
اور حنین کی ایک لڑائی کا ذکر جنگ فجار کے زیر عنوان آ چکا ہے۔ چونکہ اس معرکہ
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو تیروں کی مدد دے کر شرکت فرمائی
تھی اور آپ کے طفیل قریش اس معرکہ میں فتحیاب ہوئے تھے۔ اس لئے اسی میدان
کارزار کا ذکر تفصیل سے کر دینا مناسب تھا۔ ورنہ قریش اور فجار میں چار سال
تک سخت مقابلہ ہوتا رہا۔ لیکن حضور نے کسی اور جنگ میں قریش کی شرکت نہیں
فرمائی۔ چنانچہ آپ بعثت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے انسانی خونریزی اور مقتولوں کی ہنگامہ
آرائی سے طبعاً نفرت ہے۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے ساری عمر کسی پر خود حملہ نہیں کیا۔ ہاں مدافعانہ طور پر
دشمن کے حملے کا جواب آپ نے ضرور دیا۔ لیکن اس پر بھی یورپ کے نام نہاد مورخین
خصوصاً سر ولیم میور نے حضرت محمد صلعم کی سوانح عمری میں اس بات پر
بڑی جولانی کا زور لگا دیا ہے کہ حضرت موسے، عیسیٰ اور باقی سارے [illegible] رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی خونریزی بہت زیادہ پسند تھی۔ لیکن اگر گستاخی معاف ہو
تو ہم کہیں گے کہ ہمارے دوست اور اُن کے ہم نوا مورخین نے جھک مارا ہے۔ اُن کے
تعصب نے انہیں بالکل دروغ گو اور نا منصف بنا دیا ہے۔ ہم اپنے دوست اور
اُن کے ہم خیال دوستوں سے بھی ایک بار کا مطالبہ کریں گے۔ اور بتائیں گے کہ

اُنھوں نے جو اپنے دلکے جلے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ وہ کس قدر فضول، نخوت آمیز اور بے معنی ہیں۔

صُلح

دونوں قبیلوں میں باہمی صلح اس طرح ہوئی کہ دونوں طرف کے سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں حریف اپنے اپنے ہتھیار قریش کے ایک سردار کے پاس امانت رکھدیں۔ یہ فیصلہ دونوں فریقوں کو پسند آیا اور فوراً اس پر عمل درآمد ہوگیا۔ یہ صلح دو تین برس تک تو قائم رہی مگر بہادر اور جوشیلے قریش کے دلوں میں ہوازن کی طرف سے دشمنی کا بیج بویا جاچکا تھا۔ ایک دن اتفاق سے بنی سعد کا ایک قافلہ تجارتی سامان لئے ہوئے مکہ کی سڑک سے گذرا۔ قریش کو خبر ہوگئی اور انہیں دشمن سے بدلہ لینے کا ایک اچھا موقعہ ہاتھ آگیا۔ چنانچہ اُنہوں نے قافلے پر حملہ کرکے سردار قافلہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن اس واقعہ سے ایک عام جنگ کی بنیاد پڑ گئی۔

یہ خبر جلد ہی عکاظ میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ بنی ہوازن غصے سے بے تاب ہوگئے اور اُنہوں نے اپنی پوری طاقت سے مکہ پر حملہ کردیا۔ قریش بھاگ کر مکہ میں جا چھپے لیکن بنی سعد نے کعبہ کی حرمت کا خیال نہ کیا۔ اور وہیں جنگ آغاز کردی۔

عرصہ دراز تک دونوں خاندانوں میں بڑے زور کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ چار برس کی متواتر جنگ کے بعد عتبہ بن ربیعہ کی کوشش سے ان دونوں میں صلح ہوگئی۔ شرائط صلح میں ایک بڑی شرط یہ تھی کہ بنی ہوازن کے جتنے آدمی مارے گئے۔ ان کا خون بہا دیا جائے۔

خدا خدا کرکے ایک طویل مدت کے بعد اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس کی ایک لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی تھی جس کی تفصیل ہم بیان کرچکے ہیں۔

افترا پردازی کا دندان شکن جواب

عکاظہ کے میلے کا حال قارئین کرام کے خیال میں غیر ضروری ہوگا۔ لیکن ایک تو اس سے عرب کی معاشرت کا بخوبی پتہ چل گیا۔ دوسرے یہ کہ ذرا ذرا سی بات میں عربوں کا "لڑنا" جھگڑنا اور ماہِ حرم کی توہین کرنا۔ اور اسی بنا پر ایک بڑی جنگ کا رونما ہونا جس کی ایک میدان داری میں حضور اکرم ؐ بھی شریک تھے۔ ان سب چیزوں کی وضاحت ہوگی۔

تیسرے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے فاضل مورخین یورپ کو جو عکاظہ کا میلہ ہاتھ لگا تو انہوں نے اس پر حیثیت سے ایک عمارت بنا ڈالی جس طرح ناول نویس یا افسانہ نگار ایک ذرا سی بات ہاتھ لگ جانے پر طول طویل کتاب لکھ مارتا ہے اسی طرح مورخین یورپ نے بھی بات کا بتنگڑ تل کا پہاڑ اور سوئی کا بھالا بنا ڈالا۔ قصہ صرف اس قدر تھا کہ ہر سال مکہ کے پاس ایک زور کا میلہ لگا کرتا تھا۔ بس یہ دیکھ کر ہمارے فاضل دوستوں نے اپنے جلے ہوئے دل کے پھپھولے پھوڑنے شروع کردیے۔ سچ یہ ہے کہ تعصب انسان کو ظالم نا منصف اور اندھا بنا دیتا ہے محض اس لئے کہ مکہ کے پاس ہر سال میلہ ہوتا تھا ان بڑے بڑے مورخوں نے یہ سوچ لیا کہ چونکہ اس میلے میں دور دور کے آدمی جمع ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے بڑے بڑے بشپ بھی تبلیغ مذہب کے لئے اس میلے میں پہنچ جایا کرتے تھے خصوصاً نجران کے عیسائیوں کا بشپ تو لازمی طور پر اس میلے میں جایا کرتا تھا۔ اور محمد صلعم بھی اس میلے میں شریک ہوا کرتے تھے۔ یہ میلہ اتفاق سے ایک عام میلہ بن گیا تھا۔ ہر مذہب اور ہر طبقے کے لوگ اس میں شریک ہوتے تھے اس لئے محمد صلعم کو تمام مذاہب کی باتیں جاننے کا موقعہ بھی میسر آ گیا تھا۔ وہ نجران کے بشپ کی تقریر بڑے شوق سے سنتے اور اپنے احباب کے سامنے دہرایا کرتے تھے۔

یہ تو یورپ کے مورخین کو کہنا ہی پڑا کہ حضور اکرم صلعم کے پاک دل میں
بچپن ہی سے یہ مبارک خیال جگہ پا چکا تھا کہ بت ڈھیل پوجنے کی چیز نہیں۔
بلکہ عرب کے بدترین دشمن ہیں۔ انہیں کسی نہ کسی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہئے
اب جو آپ نے بشپ کی تقاریر سنیں جو بت پرستی سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھیں تو
آپ کے دل میں یہ بات پوری طرح گھر کر گئی کہ کوئی جدید مذہب قائم کرنا چاہئے۔
جدید مذہب کا خیال آنحضرت صلعم کے دل میں اس لئے ہوا کہ اس زمانہ کے عیسائیوں
کی معاشرت بالکل خراب تھی۔ وہ ان کے خیالات اصل انجیل کے خیالات نہ رہے
تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم کو یہ مذہب بھی اچھا نہ معلوم ہوا۔

اس کے بعد یورپ کے نام نہاد مورخین خصوصاً سر ولیم میور فیصلہ دیتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس زمانہ میں عیسائیوں کی حالت درست ہوتی تو یقیناً محمد صلعم
عیسائیوں کے ایک زبردست مصلح ہوتے۔

واہ وا کیا کہنا کس قدر بے بنیاد عمارت اور کیسا اچھا فیصلہ ہے۔ قارئین کرام
نہ بھولے ہونگے کہ ہم نے بحیرہ راہب کے واقعہ کے سلسلہ میں عیسائی مورخوں کے
خیالات بھی ظاہر کئے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ سیکھا بحیرہ ہی سے سیکھا
لیکن آج انہیں مورخین کی خام خیالی ان کے اپنے الفاظ ہی ظاہر کئے دیتے ہیں۔
یا تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ بحیرہ ہی نے آپ کو سب کچھ تعلیم کیا۔ اب یہ کہہ رہے ہیں
کہ نجران کے بشپ کی تقریر نے آپ کے دل میں ایک نیا مذہب ایجاد کرنے کا
خیال پیدا کر دیا۔ ہمارے دونوں دوست اپنے دونوں قولوں کو آمنے سامنے رکھ کر
دیکھیں تو یہ دیکھیں کہ ایک قول دوسرے کی تکذیب تو نہیں کر رہا ہے۔
اگر بحیرہ نے آپ کو علم و حکمت کی باتیں بتائی تھیں تو حضور صلعم کو نجران کے بشپ
صاحب کی تقریر سننے سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔

کی مقدس تعلیم میں کوئی نقص نکال سکیں۔ اور یوں نہ کوئی سورج کو کرۂ تاریک
بتا دے تو اُس آنکھوں کے اندھے کا علاج ہی کیا ہے۔ ہاں دنیا اُس کے منہ پر
ضرور تھوکے گی۔ جو آفتاب کی چمک دمک دیکھنے کے باوجود بھی اُسے کرۂ تاریک ثابت
کیے جاتا ہے۔

اسی طرح جو آفتاب رسالت سرور انبیاء حضور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مقدس اور کامل تعلیم کو غلط اور ناقص بتائے اُس جیسے کے اندھے کا علاج
بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر زمانہ اُس پر بھی اسی طرح تھوکے گا۔ جیسے مرزا قادیانی
اپنے ناپاک منطقی دلائل سے ناقص ثابت کرتا ہو حضور کی تعلیم "وہ بڑی چیز ہے۔ ذرا آپ
فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے قوانین ہی کو صحیح طور پر غلط ثابت کر دکھائیں" تو ہم
سمجھیں کہ واقعی آپ کامل آپ کا دین کامل۔ ورنہ ان اٹکل پچو خیالات سے
درگزریئے۔ اور کسی کو موقعہ نہ دیجئے کہ وہ آپ کے بھونڈے حواس کا ڈھنڈورا پیٹ
دے کر آپ کو رنجیدہ کرے

اچھا جناب گھبراؤ کے چار پانچ برس بعد حضور کو جدید تعلیم کی ضرورت ہوگئی تھی
تو جب ہی تو کہتا کہ چار پانچ برس بعد پھر آپ کو کسی بشپ یا راہب کی ضرورت ہوگی
جو آپ کی تعلیم کے نقائص دور کر سکتا۔ مگر نہ معلوم آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ
آپ کے کسی اور ہم خیال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بعد کسی دوسرے راہب
یا بشپ سے تعلیم دلانے کے متعلق لکھا ہو۔ اگر آپ کو جھوٹ ہی بولنا تھا تو ٹھیک طور پر
بولا ہوتا۔ افسوس کہ آپ نے جھوٹ بھی بولا اور بولنا نہ آیا۔ اگر آپ یہ لکھتے کہ راہب
کے ساتھ ملنے کی غرض سے بلکہ قریب کسی راہب یا بشپ نے آپ کو تعلیم دی تھی
تو ممکن تھا کہ آپ کی قوم تو اس پر ایمان لے ہی آتی اور اس طرح آپ کا بیان کسی حد
منزل تک تو ٹھیک بیٹھ جاتا۔ اب تو آپ کی قوم کے سمجھدار اور ذی علم گروہ کو بھی آپ

چند روز قبل ہی آپ پر ملائکہ کثرت نازل ہونے لگے تھے۔

ایک روز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ یا عم! اے چچا میں دیکھتا ہوں کہ کئی راتوں سے مجھ پر عجیب وغریب کیفیات طاری ہو رہی ہیں کبھی دو اور کبھی چار آدمی میرے پاس مکان کی چھت پھاڑ کر آتے ہیں۔ اور ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیر تک دیکھے جاتے ہیں۔ ان سب کے چہرے بڑے نورانی ہوتے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے مجھے دیکھ کر کہتے ہیں۔ "خدا ہوا" یہ وہی ہیں جن کے ظہور کا وقت ابھی نہیں آیا۔ پھر اسی طرح چھت پھاڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔

چچا جان! میں ان واقعات سے بہت متاثر ہو رہا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور ہونے والا ہے۔

ابوطالب۔ اے جانِ عم! گھبرانے کی کوئی بات نہیں تمہارے دشمن پریشان ہوں جو کچھ ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔ تم کسی قسم کا فکر نہ کرو۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اب حضور کا سن شریف بیس سال کا ہو گیا تھا۔ آپ ہر معاملہ کی اونچ نیچ کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی دانشمندی دانائی و علم کو دیکھ کر بعض قریش اپنے اپنے قضیے جھگڑے آپ ہی کے سامنے فیصلے کے لئے پیش کرتے تھے اور آپ اتنا اچھا فیصلہ فرماتے تھے کہ دونوں فریق خوش ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا فیصلہ جس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔ وہ بھی خندہ پیشانی سے اس فیصلہ کو مان لیا کرتا تھا۔

ایک روز تھی، جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قدر سراسیمگی کی حالت میں پھر ابوطالب کے پاس آئے اور فرمانے لگے۔

چچا جان! آج تو بڑا حیرت افزا ماجرا گزرا، میں پڑا سو رہا تھا کہ یکایک میرے

دیکھا کہ مکان کی چھت پہلے کی طرح پھر شق ہوئی۔ دو آدمی نمودار ہوئے جو فوراً اتر کر میرے پاس آئے پہلے تو مجھے بغور دیکھتے رہے۔ پھر ایک نے میرے سینے کے اندر ہاتھ ڈال کر دل نکال لیا۔ اُسے دھویا اور دوسرے ساتھی کو دکھا کر کہنے لگا۔ قلبٌ حسیبٌ فی جسدٍ طیبٍ (جس مبارک سینے میں یہ دل ہے وہ سینہ بھی پاک اور دل بھی مطہر ہے)

اس کے بعد اسی طرح میرا دل سینہ میں رکھ دیا۔ وہ دونوں غائب ہو گئے جب ابو طالب نے اپنے محترم بھتیجے سے یہ سنا تو وہ گھبرا گئے۔ دل میں خیال کرنے لگے۔ شاید آپ پر کسی آسیب کا عمل ہو اب کہیں ایسا نہ ہو، دشمنوں کا مرض بڑھ جائے لہٰذا آپ کو کسی ماہر کاہن کے پاس لے چلنا چاہئے۔

یہ خیال کچھ ایسا مستحکم ہو گیا کہ ابو طالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اہلِ کتاب کے ایک بڑے عالم کے پاس پہنچے اور اُس سے یہ واقعات بیان کئے اُس دانشمند نے جب یہ سنا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ غور سے دیکھنے لگا یکا یک وہ عالم چلا اٹھا۔ ابو طالب تم کو کیا ہو گیا۔ جو تم اس مقدس فرزند مسیحائے زمان اور شفائے عالم کو بیمار سمجھنے لگے۔ واللہ جو کچھ تم سمجھے ہو وہ بالکل غلط ہے۔

سنو! نہ یہ بیمار ہیں اور نہ ان پر شیطان غلبہ پا سکتا ہے۔ "ھذا طیب الخیر" یہ تو بڑے پاک جہان بھر میں بھلائیاں پھیلانے والے ہیں۔ جو آدمی انہیں نظر آتے ہیں۔ وہ فرشتے ہیں اور خدا کے حکم سے ان میں نبوت کی قابلیت کا معائنہ کرتے ہیں۔ انہیں لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو یہود ان کے بڑے سخت دشمن ہیں کہیں ایسا نہ ہو انہیں آزار پہنچائیں۔ دیکھو ایسی باتیں اب ہر کسی سے نہ کہا کرو۔ اس مقدس فرزند کا ایک دوست ہے تو سو دشمن۔ لہٰذا تمہیں پوری احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

ابوطالب آپ کو لیکر مکان واپس آئے اور دل میں عہد کر لیا کہ اس واقعہ کا ذکر اب کسی سے نہ کریں گے۔

راز۔ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ حضور کی بعثت سے قبل سارا جہان کفار سے بھرا ہوا تھا۔ اکیلے اللہ کا پوجنے والا ڈھونڈھے بھی نہ ملتا تھا جیسا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت میں بیان کر چکے ہیں۔

بہرکیف فضائے عالم اس قدر مکدر ہو چکی تھی کہ فرشتے بھی بے چین تھے۔ اور خدا سے دعا مانگتے تھے کہ وہ جلد از جلد آفتابِ رسالت کی ضیا پاشیوں سے جہان کفر کی ظلمت دور کر دے۔ چنانچہ آپ کا سن شریف بیس سال کا ہو چکا تھا کسان کی آنکھیں خشک سالی میں آسمان کو لگی رہتی ہیں۔ اور وہ بارش کا بے چینی سے انتظار کرتا ہے۔ اسی طرح ملائکہ کی نظریں آمنہ کے چاند عبداللہ کے دُرِّ یتیم اور حق تبارک وتعالیٰ کے سب سے زیادہ برگزیدہ نبی رحمۃ للعالمین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں کب یہ مقدس ابرِ رحمت جہان پر فیض پاک تعلیم کا مینہ برساتے ہیں اور کب یہ کفر کی خشک سالی رفع ہو۔

یہی وجہ تھی کہ فرشتے جب تاب انتظار نہ رکھ سکتے تھے تو بیتابانہ حضرت کی زیارت کیلئے آپ کے پاس آتے اور آپ میں رسالت کی قابلیت دیکھ دیکھ کر تکتے کہ دیکھیں وہ دن کب آئے جب اس مبارک فرق پر عظمت پر تاج رسالت رکھا جائے اور خلعت نبوت پہنایا جائے۔ ورنہ یہ شبہ کہ نور کا مظہر بننے سے قبل فرشتہ کا دیکھنا کیا جائز ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلعم بار بار فرشتوں کو دیکھتے اور اُن کی زبان سے وحی ہونے کی خوشخبری کی آواز سنتے تھے۔

بتوں کی بے حرمتی سے نبی کی حفاظت

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ہمراہ بت خانہ میں گئے۔ آپ نے

دلوں میں اس قدر ترقی کر گیا کہ جب ایک صحابی کسی تابعی سے ملتے ہیں اور تابعی حضور صلعم کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو صحابی انہیں کچھ واقعات سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلعم کے خوش کرنے کو اپنا خون پسینہ ایک کر دیا کرتے تھے۔ ہماری بڑی سے بڑی کوشش یہ ہوتی تھی کہ حضور کسی طرح ہم سے خوش ہیں کیونکہ جب خدا کا رسول صلعم ہم سے راضی ہو گیا تو یقیناً خدا بھی خوش ہو جائیگا۔

یہ سنکر تابعی کہتے ہیں کہ اے کاش! مجھے میرے سرکار آقائے نامدار حضور اکرم صلعم کا مبارک زمانہ میسر ہوتا۔ تو میں آپ کے قدم زمین پر نہ پڑنے دیتا۔ جہاں آپ تشریف لے جانا چاہتے۔ اپنے کندھے پر سوار کر کے حضور کو وہاں لیجاتا۔ اور اس طرح اپنے سر کا چھتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجا لانے کا شرف حاصل کرتا۔

جب عقیدتمندین محمد صلعم کی یہ حالت تھی تو اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمان اپنے پیغمبر کی سیرت میں بہت سی ان ہونی اور غیر فطری باتیں شامل کر کے آپ کی سوانح حیات کو کچھ سے کچھ بنا دیں۔ اس لئے ہم مسلمانوں کے قول کی تصدیق کس طرح کر سکتے ہیں۔ جبکہ ان کے بیان میں غیر ممکن الوقوع اور خلاف فطرت کہانیاں ملی ہوئی ہیں۔

یہ ہے سر ولیم میور۔ پروفیسر مارگولیس وغیرہ کا لمبا چوڑا۔ اعتراضات کا سبب جس میں بخوف طوالت نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اب ذرا جوابات بھی ملاحظہ فرمائیے سب سے پہلے ہم ادب کے ساتھ ان ناانصاف دوستوں کی خدمت میں سلام شوق عرض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ کے اعتراضات ہمارے سر آنکھوں پر مگر افسوس آپ نے مسلمان مورخوں پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے گریبانوں میں منہ نہ ڈالا دانشمند کو تو یہ فرض ہے کہ کسی کو بدصورت کہنے سے پہلے آئینہ لے کر اپنی صورت دیکھ لے جب اس کی اپنی صورت ہی سب سے زیادہ مسخ۔ سیاہ۔ اور بھدی ہو تو دوسرے

کے بدشکل ہونے پر کس منہ سے اعتراض کر سکتا ہے۔ ہمارے دوست ہمیں معاف کریں۔ ہم نے تو یہ محض مثال کے طور پر عرض کیا ہے۔ کہیں آں انجہانی کے مقبول یہ نہ سمجھ لیں کہ کالے کلوٹے ہندوستانی ہم گورے چٹوں کی صورت شکل پر طعن کر رہے ہیں توبہ توبہ! معاذ اللہ ہم ایسی حرکت کیسے کر سکتے ہیں جبکہ خود ہی اپنی مثال میں ایسے لوگوں کے خلاف عرض کر چکے ہیں۔

ہمارے روشن خیال مورخو ۔ ہم آپ کی صورت ظاہری کے متعلق کچھ نہیں کہہ رہے۔ ہماری مراد آپ کی شکل مذہبی سے ہے۔ ذرا مروجہ انجیل ہی کا آئینہ لیکر پہلے اپنے مذہب کی صورت دیکھ لیجئے۔ پھر آپ کو اگر اس میں کوئی عیب نظر نہ آئے تو بڑے شوق سے اسلام اور مسلمانوں پر اعتراض کیجئے۔ اگر آپ کو اپنی انجیل کا آئینہ دیکھنے میں زحمت ہو تو ہمیں ہم خود دکھائے دیتے ہیں۔ مگر پہلے آپ کے اعتراضات کے ظاہری دھبوں سے بنیاد متن پاک کر لیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و نو عمری کے معجزات ناقابل تسلیم ہیں۔ بہت اچھا ذرا غصہ تھوک ڈالئے اور تعصب کی دبی ہوئی چنگاریاں دلوں سے نکال پھینکئے تاکہ آپ کی روح میں جو ہیجان پھیل رہا ہے رفع ہو جائے اور آپ کسی بات کے سننے سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔

سب سے پہلے ہم یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ حضور کے مذکورہ معجزات پر کچھ اسلام کی بنیاد نہیں رکھی گئی ہے۔ جو شخص ان معجزات کو تسلیم نہیں کرے گا اس کے ایمان میں بھی ذرہ بھر فرق نہیں آتا لیکن جب ان معجزات کو پڑھ سنکر تحقیر آمیز ہنسی ہنسے تو یقیناً بے ادب اور بد تمیز ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسے کامل ایمان حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ کامل ایمان کی بڑی شرط یہ ہے کہ مسلمان کو حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مال باپ بہن بھائی کنبہ رشتے سب سے زیادہ ہو۔ جیسا قرآن و حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ تشریح ہم کہیں بیان کر آئے ہیں

الحاصل جب نے ان عجائبات کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے کبھی تسلیم نہیں کیا اور
خاموش رہا تو اس کا زوالِ ایمان نہیں ہو سکتا لیکن اگر آپ مقدس انجیل کی ایک
بات سے بھی انکار کر دیں تو آپ کا زوالِ ایمان لازمی ہے۔ مزید اس بیان سے یہ ہے
کہ قرآنِ کریم اور خود حضورِ اکرم صلعم نے اپنے بچپن کے عجائبات کا ذکر نہیں فرمایا۔
ہمارے خیال میں غالباً وجہ یہ ہوئی کہ اگر قرآن و صحاح میں ان عجائبات کو
خاص طور سے بیان کیا جاتا تو ان پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہو جاتا۔
علام الغیوب جانتا تھا کہ آخر زمانے میں بڑے بڑے سائنس داں اور فلسفی پیدا ہونگے
جن کے تنگ دماغوں اور محدود خیالوں میں یہ چیزیں نہ سما سکیں گی۔ وہ ممکن ہے وہ
راہِ راست سے بھٹک جائیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان عجائبات کے متعلق
قرآنِ کریم میں کچھ نہ فرمایا اور نہ اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کچھ بیان کیا۔

حق تعالیٰ ہی نے حضور کریم کو کئی معجزے مرحمت فرمائے ہونگے لیکن یہاں ایک اور سوال
پیدا ہوتا ہے کہ بعثت کے بعد جو معجزات آپ سے ظہور میں آئے وہ کتب صحاح میں
جن کے قول موجود ہیں جن میں ایک بڑا معجزہ معراج ہی ہے تو یہ معجزات کتب
صحاح میں کیوں نہیں ہیں جن میں سے بعض کا اشارہ تو قرآنِ کریم میں بھی ہوا ہے
حقیقت میں یہ سوال تو بہت مشکل نہیں مگر ذرا سمجھ کا پھیر ہے۔ بعثت کے
بعد حضور نے جو جو معجزات دکھائے ان کے دیکھنے والے بیسیوں سینکڑوں اور
ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ جب آپ کے زمانہ میں ہزاروں آدمیوں کی گواہی معتبر
سمجھی جاتی تھی تو تین آدمیوں کی گواہی کس طرح غیر صحیح ہو سکتی ہے۔
یہ تو شاید آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ احادیث حضورِ اکرم صلعم کی وفات کے عرصہ
بعد مدون کی گئی ہیں جن میں صحاح ستہ کے درجہ کو جو کتابیں پہنچی ہیں۔ ان کی جانچ

ہم آپ کو اتنی معلومات بہم پہنچانے کے بعد آپ کے اعتراضات کی طرف توجہ دلاتے ہیں ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ حضور کی ولادت اور کم سنی کے متعلق جو روایات ہیں وہ ضعیف احادیث یا کتبِ تاریخ میں ملتی ہیں اس لئے اُن پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ لیکن آپ چونکہ نہ صرف ان روایات کا مضحکہ ہی کر رہے ہیں بلکہ ہمارے محدثین و مورخین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا ہر قول جھوٹا بتا رہے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ سے دُو دُو باتیں کریں۔ اور آفتابِ حقیقت پر آپ نے جو ظلمتِ کذب کی نقاب ڈ ال دی ہے۔ اُسے چاک چاک کر ڈالیں۔

جوابِ لاجواب

لیجئے ملاحظہ فرمائیے اور اپنی جہالت کے انکشاف پر آنسو بہایئے ایک زبردست رہبر۔ ایک کامل رہنما۔ اور ایک مصلحِ اعظم۔ ایسا مصلحِ اعظم جو خاکِ عرب سے تنِ تنہا اُٹھتا ہے۔ اور کفار کے بھرے مجمع میں بڑی دلیری کے ساتھ بہ بانگِ دھل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی آوازِ حق بلند کرتا ہے۔

لوگ چہار جانب سے اس مقدس ہستی پر پتھر مارتے، ڈھیلے پھینکتے طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ قسم قسم کی تکلیفیں دیتے ہیں اور سجدے کی حالت میں۔ اونٹ کا اُوجھ آپ کی مبارک کمر پر رکھ دیتے ہیں۔ غرض ہر ممکن ظلم و ستم کرتے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صرف تئیس ۲۳ سال ہی کے عرصہ میں وہی جنگلی وحشی اور سرکش عرب بے تمام ہتیار آپ کے قدمِ اقدس پر ڈال دیتے ہیں اور خود (سوائے چند شریر النفس لوگوں کے جو موت کے گھاٹ اُتارے جا چکے تھے) اس آفتابِ رسالت کے غلامانِ حلقہ بگوش بن جاتے ہیں۔

حبشہ کا بادشاہ نجاشی ابھی آپ کی یہ زبردست روحانیت دیکھکر مشرف باسلام ہو جاتا ہے۔ صرف اتنی ہی قلیل مدت میں تمام جزیرۂ عرب کلمۂ توحید کے نعروں سے گونج اٹھتا ہے۔ اور قیصر و کسریٰ بھی آپ کی اس زبردست روحانیت

کو دیکھ کر ششدر اٹھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ ایسے مصلح اعظم کی ولادت کے وقت اجس ذرِ یتیم کو جناب باری نے روز ازل ہی سے سب سے زیادہ ممتاز و محبوب بنا دیا تھا، گر عجائبات مذکورہ کا ظہور ہو تو کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔

اگر ولادت و رکسنی کے عجائبات پر آپ تعجب کرتے ہیں تو یہ بھی تسلیم نہ کیجئے کہ اس مقدس ذات نے تیئس سال میں دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا میں کہتا ہوں یہ بھی آپ کے قاعدۂ عقل سے باہر ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ نہ تو تاریخ عالم نے کوئی ایسی مثال پیش کی ہے جس سے یہ واقعات تسلیم کر لئے جائیں ورنہ یہ باتیں اب بھی عقل میں آسکتی ہیں کہ صرف ایک شخص بڑے بڑے طاقتور اور بت پرست عربوں پر غالب آجائے۔ جس کے پاس دولت ہے نہ حکومت، ہتھیار ہیں نہ فوج، خیمے ہیں نہ اور سامانِ جنگ۔ پھر وہ شخص ان بڑے بڑے من چلے اور جوشیلے عربوں پر کس طرح غالب آسکتا ہے۔

ہاں یہ ہو کہ آپ حضور صلعم کے تمام حیرت انگیز کارناموں سے انکار کر دیجئے مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ یہ نہ ہو کوئی کتنی ہی خاک ڈالے اس کو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ خاک پھینکنے والے ہی کے منہ پر پڑ کرتی ہے اسی طرح اگر آپ سراج منیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب۔ فضائل، عجائبات اور کارنامے مٹانے کی کوشش کریں تو آپ کی ساری تدبیریں خاک میں مل جائیں۔ کیونکہ جو چیز اظہر من الشمس ہے اسے آپ کس طرح مٹائیں گے جب آپ یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مختصر مبارک حیات میں دنیا کی کایا پلٹ دی تو آپ بھی مان لیجئے کہ ایسے زبردست مصلح اور عظیم الشان پیغمبر کی ولادت پر جس قدر عجائبات ظہور میں آئے ہوں بالکل بجا ہیں۔

٣٠١

میں نے ذکر ولادت میں جن موضوعات پر کافی بحث کر دی تھی لیکن
جس وقت میرا مخاطب مسلمان تھے ورنہ آپ جیسے فاضل اگر متعصب نہ ہوں تو کیا
آپ کو یاد نہیں کہ آپ ہی کے ہم مذہبوں نے یورپ کے نامور شخصوں کی پیدائش کے متعلق
بہت سے عقل میں نہ آنے والے قصے لکھے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ جس طرح
عوام و خواص میں فرق ہوتا ہے اسی طرح دونوں کی پیدائش میں بھی فرق ہی پایا جاتا
ہے۔ بہت بجا ارشاد ہوا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اور اسی لئے ہم حضور کی ولادت شریفہ
اور کم سنی کے عجائبات صحیح سمجھتے ہیں۔ جب عوام و خواص اور ان کی پیدائشوں کے
حال میں نمایاں فرق دیکھا جاتا ہے تو خاص الخاص پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلعم
کی مبارک ولادت اور کم سنی عام بچوں کی پیدائش وغیرہ سے کیونکر ممتاز نہ ہوتی۔
اور خدا کے ایسے برگزیدہ نبی کی ولادت میں مذکورہ عجائبات کیوں نہ ظاہر ہوں جن
کے فضائل قرآن کے علاوہ انجیل اور توریت میں بھی موجود ہیں۔

ہم انشاء اللہ کسی مناسب مقام پر انجیل کی واضح اور روشن بشارات
پیشین گوئیاں حوالہ قلم کرتے ہوئے آپ سے پوچھیں گے کہ اب بتائیے ہمارے سرکار
ابد قرار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر سے افضل ثابت ہوئے یا نہیں۔

اب ہم صرف موجودہ بحث کو ہی کچھ عرض کر کے ختم کئے دیتے ہیں۔ جب کسی
بشپ کی پیدائش پر غیر معمولی باتوں کا ظہور ہو سکتا ہے تو افضل الدین و آخر الانبیا
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت مذکورہ عجائبات کا ظہور
کیونکر منع ہوگا۔

آپ آنحضرت صلعم کی پیدائش کے عجائبات پڑھ کر تو ہنس دئے ہوتے
ہیں لیکن وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ذرا اپنی انجیل کا آئینہ سامنے رکھ کر مذہبی حالت دیکھئے اور بتائیے
کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

تعجب ہے جناب کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش پر تو اسقدر بہت زیادہ بڑھ چڑھ
کر باتیں آپ کی بابت بیان کی ہیں جن پر ایمان لانا آپ کے نزدیک ضروری ہے۔
لیکن ہمارے قرآن تو قرآن کتب صحاح میں بھی ان عجائبات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس سے
کہ اسلام کا دارومدار ان عجائبات کے ماننے نہ ماننے پر نہیں ہے۔ جیسا ہم عرض کر چکے
ہیں۔ کیا آپ جناب مسیح علیہ السلام کا باپ کے پیدا ہونا۔ مُردوں کو جلانا۔ بیماروں کو
اچھا کرنا وغیرہ عقل کی عینک پر سب درست ٹھہرتا ہے؟

ہم تو اگر اپنے رسول صلعم کی ولادت کے متعلق عجائبات آپ کی خاطر تسلیم بھی
نہ کریں تو ہمارے اسلام و ایمان میں کچھ بھی ضعف نہیں آ سکتا لیکن آپ بتائیے کیا کیجئے
گا۔ آپ کو تو بڑا فرض منصبی ہے کہ ایک ایک نکتہ پر ایمان لائیں پھر ان خرق
عادت امور پر آپ کس طرح ایمان لائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ادھر کے رہیں نہ
اُدھر کے جیسے کسی نے کہا ہے ؎

تری وہ مثل ہوئی اے شیخ نہ ادھر کی نہ اُدھر کی

ہم تو آپ کی خاطر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے حضور صلعم کی ولادت کے
عجائبات کو غیر صحیح تسلیم کریں اور آپ اپنے مسیح کے خوارق عادات غلط مان لیں۔
لیکن اس میں ہمارا تو کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔ البتہ آپ کے ایمان کو زوال آ جائیگا
پھر آپ ایسی بحث چھیڑتے ہی کیوں ہیں جس سے یہ باتیں آپ ہی کے گلے
پڑ جاتی ہیں۔ اور آپ چاہ کن را چاہ درپیش کے مصداق بن جاتے ہیں۔

بھئی ہم نے شروع میں کہا تھا کہ انسان پہلے آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر
عیوب سے پاک ہو تو پھر کسی دوسرے کی شکل پر اعتراض کرے۔ اگرچہ یہ بحث یہاں بالکل
ختم ہو گئی اور جناب باری نے بحمد للہ ہمیں پوری کامیابی مرحمت فرما دی لیکن چونکہ ہم
وعدہ کر چکے ہیں کہ آپ کو انجیل کے آئینہ میں آپ کی مذہبی صورت کا معائنہ کرائیں گے

اس لئے ایفائے وعدہ کے طور پر مقدس بائیبل کی چند سطور جو نقل کی جاتی ہیں۔ انہیں پڑھئے
اور اپنی تقدیر کے لکھے پر خوب روئیے۔ اپنی طرف سے بھی اور ہماری طرف سے بھی۔
کیونکہ ہمیں بھی آپ سے اس معاملہ میں پوری ہمدردی ہے کہ آپ کو خواہ مخواہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور بچپن کے عجائبات پر نکتہ چینی کر کے اپنی قسمت کے لکھے
پر رونا پڑا۔ اور تعجب نہیں ہماری پوری بحث اور اپنا کیا چٹھا دیکھکر آپ جیسے منصف
فاضلین کی زبان پر یہ مصرعہ جاری ہو جائے۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مسیحی فاضلوں کے روبرو انجیل کا آئینہ

انجیل متی باب اول از آیت ۱۸ تا باب ۲- آیت ۲۳۔

"اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف
کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔
پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا چپکے
سے اس کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے
فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا۔ اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو
اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس
سے ہے۔ وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھنا۔ کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے
گناہوں سے نجات دیگا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا
وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھینگے
جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔ پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا
ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا۔ اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں
لے آیا۔ اور اس کو نہ جانا جب تک وہ بیٹا نہ جنی۔ اور اس کا نام یسوع رکھا۔"

"جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہو تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے۔ کیونکہ پورب میں اُس کا ستارہ دیکھکر ہم اُسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ یہ سُنکر ہیرودیس بادشاہ اور اُس کے ساتھ یروشلم کے سب لوگ گھبرا گئے اور اُس نے قوم کے سب سردار کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے اُن سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہئیے۔ اُنہوں نے اُس سے کہا کہ یہودیہ کے بیت لحم میں کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے۔

اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے

تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری اُمت اسرائیل کی گلہ بانی کریگا۔ اس پر ہیرودیس نے مجوسیوں کو چُپکے بلا کر اُن سے تحقیق کیا کہ وہ ستارہ کس وقت دکھائی دیا تھا۔ اور یہ کہکر اُنہیں بیت لحم کو بھیجا کہ جا کر اُس بچّہ کی بابت ٹھیک ٹھیک دریافت کرو۔ اور جب وہ ملے تو مجھے خبر دو۔ کہ میں بھی آکر اُسے سجدہ کروں۔ وہ بادشاہ کی بات سُن کر روانہ ہوئے اور دیکھو جو ستارہ اُنہوں نے پورب میں دیکھا تھا وہ اُن کے آگے آگے چلا۔ یہاں تک کہ اُس جگہ کے اوپر جا کر ٹھہر گیا جہاں وہ بچّہ تھا۔ وہ ستارہ کو دیکھکر نہایت ہی خوش ہوئے اور اُس گھر میں پہنچکر بچّہ کو اُس کی ماں مریم کے پاس دیکھا اور اُس کے آگے گر کر سجدہ کیا اور اپنے ڈبے کھول کر سونا اور لوبان اور مُر اُس کو نذر کیا اور ہیرودیس کے پاس پھر نہ جانے کی ہدایت خواب میں پا کر دوسری راہ سے اپنے ملک کو روانہ ہوئے۔ جب وہ روانہ ہو گئے تو دیکھو خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دیکر کہا کہ اُٹھ بچّے اور اُس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا۔ اور جب تک میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا۔ کیونکہ ہیرودیس اس بچّہ کو تلاش کرنے

گو ہے تاکہ اُسے ہلاک کرے۔ پس وہ اُٹھا اور رات کے وقت بچے اور اُس کی ماں کو ساتھ
لیکر مصر کو روانہ ہوگیا۔ اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا۔ تاکہ جو خداوند نے نبی کی
معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔ جب ہیرودیس نے دیکھا
کہ مجوسیوں نے میرے ساتھ ہنسی کی۔ تو نہایت غصہ ہوا۔ اور آدمی بھیجکر بیت لحم اور اُس
کی ساری سرحدوں کے اندر کے اُن سب لڑکوں کو قتل کروا دیا۔ جو دو دو برس کے
یا اس سے چھوٹے تھے۔ اُس وقت کے حساب سے جو اُس نے مجوسیوں سے تحقیق کیا
تھا اُس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی۔ کہ رامہ میں آواز
سنائی دی۔

رونا اور بڑا ماتم
راخیل اپنے بچوں کو رو رہی ہے
اور تسلی قبول نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ ہیں نہیں۔

جب ہیرودیس مر گیا تو دیکھو خداوند کے فرشتے نے مصر میں یوسف کو خواب
میں دکھائی دے کر کہا۔ کہ اُٹھ اس بچے اور اس کی ماں کو لیکر اسرائیل کے ملک میں
چلا جا۔ کیونکہ جو بچے کی جان کے خواہاں تھے وہ مر گئے۔ پس وہ اُٹھا اور بچے اور اُس کی ماں
کو ساتھ لیکر اسرائیل کے ملک میں آگیا۔ مگر جب سنا کہ ارخلاؤس اپنے باپ ہیرودیس کی
جگہ یہودیہ میں بادشاہی کرتا ہے۔ تو وہاں جانے سے ڈرا اور خواب میں ہدایت پاکر گلیل
کے علاقہ کو روانہ ہوگیا۔ اور ناصرت نام ایک شہر میں جا بسا۔ تاکہ جو نبیوں کی معرفت
کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔

مزیدار دو دو باتیں

کیوں جناب مولانا صاحب اس آئینہ کے ملاحظہ سے ساری
قلعی کھل گئی۔ اور نقصان سے ذرا بچے کہ اس میاں جب
کوئی ایسی بات ہے جیسے سنکر بے چون و چرا آمنا و صدقنا کہنا ہماری تسلیم رہے۔ کہ

کیا اس کا کوئی جز بھی ایسا ثابت کیا جا سکتا ہے جو نقادان کی ترازو میں پورا تولے
یا درایت و عقل کی کسوٹی پر کھرا اُترے۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ
دقت شناس زمان ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور نبی اُمّی کو عقل کی عینک سے کامل شریعت
والے کامل نبی کے عجائبات کا انکار کئے دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنی انجیل کی بے سروپا
کہانیوں کو بلا چون و چرا اور بغیر جانچ پرکھ کے تسلیم کر لیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم منصف
عادل و عقل کے پتلے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ آپ کی خبر سے ایک دوشیزہ لڑکی سے کم نہیں کہ
جب اُس سے اس کا عاشق چھیڑتا ہے۔ جب چپ ہو جاتا ہے اور اس کے ظلم و ستم کی داستان یاد
دلا دلا کر اُسے منفعل کرتا ہے تو اُس محجوبہ غریب کی زبان سے منہ پھیرتے ہوئے
صرف ایک فقرہ نکل جاتا ہے جیسے ایک استاد شاعر نے اس طرح نظم کر دیا ہے

؎ منہ پھیر کر وہ کہتے ہیں بس مان جائیے
اس شرم اس لحاظ کے قربان جائیے

بعینہٖ یہی حال ہمارے اُن فاضل مؤرخین یورپ کا ہے جب وہ اپنی نا انصافی
اور بیوقوفی کی داستان ہماری زبان سے سنتے ہیں تو شرم کے مارے عرق عرق ہو جاتے
ہیں اور منہ پھیر کر چھپتے ہوئے انداز میں بس مان جائیے کے الفاظ کہہ اُٹھتے ہیں۔
چھپئے نہیں اِدھر آئیے اور ہماری باتوں کا جواب مرحمت فرمائیے۔
کیوں جناب آپ کو اس آئینہ میں یہ نقشہ نظر آیا کہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے آنے کے وقت آپ بخاری کے نام میں گئے۔ ذرا یہ تو بتائیے اس کہانی میں کونسا
مذہب پیدا ہو گیا ہوا ہے کہ آپ اس کے حرف حرف پر آمنّا و صدقنا پکار اُٹھتے ہیں۔
بھلا جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے کہ نجومی جو اب سے پیشتر تھا یہ کہتے ہوئے آتے ہیں
کہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے۔ کیونکہ ہم پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر
ہم اُسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ جب کہ مسلموں کی نجومی نے مسیح کی پیدائش بیت لحم میں

بتائی تو وہ فوراً روانہ ہوگئے اور دیکھو وہ ستارہ جو انہیں پورب میں دکھائی دیا تھا اُن
کے آگے چل رہا تھا جو بیت لحم کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔

جس زبرجدی سائبان میں اَن گنت ستارے بھرے پڑے ہیں انہیں سے ایک ستارے کو
کس طرح ٹھیک ٹھیک معلوم ہو گیا تھا کہ مسیح کی پیدائش کی خوشخبری لیکر چمکا ہے۔ ورنہ ستارہ کا ساتھ ساتھ
چلنا تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے ہمارے ننھے بچے کہا کرتے ہیں۔ دیکھئے ابا جان یہ عجیب
تماشہ ہے کہ جہاں ہم جاتے ہیں چاند بھی ہمارے ساتھ جاتا ہے۔

کیا اس سے زیادہ بھی آپ کے قول کی وقعت ہو سکتی ہے جس کی مذہبی کتاب
میں ایسی بچکانی اور دور از قیاس باتیں بھری پڑی ہیں وہ کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ
بانی اسلام کے خرقِ عادات ناقابلِ تسلیم ہیں۔ پھر یہی کہنا پڑیگا کہ اگر ہمارے دوست
بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے تو اُن کا دل (وہ دل جو آئینہ سے زیادہ چمکدار تھا
مگر جس پر تعصب کی گرد اور بے وقوفی کا غبار چڑھا ہوا تھا) آپ کی دھندلی تصویر
ضرور پیش کر دیتا۔

کیا آپ ہماری مذہبی کتاب میں ایک حرف بھی ایسا دکھا سکتے ہیں جسے پڑھکر
نا سمجھ بچہ بھی بے ساختہ ہنس پڑے۔ ظاہر ہے کہ جواب میں آپ ندامت بھرا سکوت
ہی اختیار کریں گے۔ لیکن ہم پھر آپ کو یہ مشورہ دیں گے کہ جس مذہبی کتاب میں ایسی
دُور از قیاس باتیں بھری پڑی ہیں۔ اس مذہب کی پیروی اس شد و مد سے کیا معنی
رکھتی ہے۔ یا تو اس مذہب کو سلام کیجئے یا کم از کم اپنی خوش بیانیوں سے تھوڑا بھی زہر تو
روک لیجئے۔ اس وقت دو نبیوں کی پیدائش کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ آئیے
ذرا موازنہ تو کریں۔ تاکہ معلوم ہو۔ ان دونوں مقدس ہستیوں میں سے کس کی پیدائش
اعلیٰ طریقہ پر ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

موازنہ مسیح علیہ السلام دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو اُن کے باپ کو اپنی بیوی کی

کی طرف سے پوری بدگمانی ہوتی ہے۔ کیونکہ منگنی ہی پر اُن کی زوجہ کو حمل رہ گیا۔ وہ
یہ خیال کرتے ہیں کہ خدمت سے پہلے حمل کس طرح قرار پایا۔

آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم برج حمل میں جلوہ افروز ہوتا ہے تو جنت
کے تمام دروازے کھول دیئے، اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اسے بھی
جانے دیجئے عرب کی قحط سالی (جس نے انہیں برسوں سے مضطرب کر رکھا تھا)
دور ہو جاتی ہے۔ وہ عورتیں جو بنو حضور صلعم کی دولت سے محروم رہ گئیں، افسوس
کرتی ہیں کہ ہائے یہ نعمت غیر مترقبہ ہمیں کیوں نہ مل گئی۔

حضرت آمنہ کو خواب میں متواتر بشارتیں دی جاتی ہیں کہ ان کے حمل میں
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔

مقدسہ آمنہ ایک نور دیکھتی ہیں جس سے انہیں شام کے محلات نظر آ جاتے
ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

انجیل کے مطابق مسیح کے باپ میاں یوسف صاحب کی بدگمانی اور
پریشانی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو بیچارے فرشتے کو اُن کے حال پر رحم آتا
ہے اور وہ جھٹ سے اُن کے خواب میں آکر یہ کہہ سناتا ہے کہ تو اپنی بیوی سے بدگمان
نہ ہو کیونکہ جو اُس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس سے ہے وہ بیٹا جنے گی اور تو
اُس کا نام یسوع رکھنا۔ اس لئے تو اُس کو اپنے ہاں لانے سے نہ ڈر۔

یہ خواب دیکھ کر یوسف کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی بیوی حضرت
مریم کو اپنے گھر لے آتے ہیں۔ لیکن اُن حضرت کی بدگمانی اُس وقت تک رفع نہیں
ہوتی جب تک حضرت مسیح پیدا نہیں ہو جاتے۔ کیونکہ انجیل کے بیان کے موافق
یوسف نے اس وقت تک اپنی بیوی کو نہ چھوا جب تک وہ لڑکا نہ جنی۔ واہ رے
بدگمانی کہ تو فرشتے کے قول پر بھی حاوی رہی۔

اب بتائیے انجیل کے قول کے مطابق ان میں سے زیادہ شرمناک پیدائش کس
کی ہوگی کہ باپ الگ بدگمان۔ ماں الگ حیران و پریشان۔

واہ رے مسیحیوں کے خداوند کی پیدائش کہ تو نے سب سے پہلی رحمت تو یہ
کی کہ دونوں زن و شوہر بدحواس ہوگئے۔ ایک بدگمانی میں اور ایک حیرانی میں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس سال جہانِ تیرہ و تار کا چراغ ہوئے اُس
برس میں سارے عرب کے گھر لڑکے ہی لڑکے پیدا ہوئے یہ [illegible] سے کہ بخیلی سے
لڑکیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔

رحمۃ العالمین کی پیدائش کے سال سب سے عجیب رحمت تو یہ ہوئی کہ معصوم
لڑکیوں کے خون سے زمین لالہ زار نہ بنی

لیکن جب یوسف کو فرشتے نے خواب میں یہ خبر دی کہ ہیرودیس بادشاہ
مسیح کے قتل کے ارادے سے ڈھونڈتا ہے۔ تو بچے اور بیوی کو لیکر مصر بھاگ جا۔ اور
یوسف بیدار ہو کر فوراً حکم کی تعمیل میں بیوی بچے کو ساتھ لے مصر روانہ ہو گئے
تو ہیرودیس بادشاہ بیت لحم میں آیا اور اس نے بڑی بے دردی سے تمام معصوم
بچوں کو قتل کر ڈالا۔ ظلم عظیم۔

اس سے زیادہ خونی سال اور اس سے بڑھکر خطرناک پیدائش کیا ہو سکتی
ہے کہ بہت سے بے زبان بچے بے گناہ قتل کر دیئے گئے۔ تب کہیں حضرت مسیح بچ سکے

مگر ہمارے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے کہیں ارفع و
اعلیٰ ہے کہ آپ کی ولادت کی وجہ سے اُس سال لڑکیوں کی پیدائش ہی موقوف
کر دی گئی۔

اب آپ ہی بتائیے کہ ان دونوں نبیوں کی پیدائش میں کس کی ولادت
پر حق جل علی شانہ نے رحمت کا مینہ برسایا اور آپ کی انجیل سے خونی کس کو بتایا

پر خون کی بارش ہوئی؟ اس کا فیصلہ ہم آپ پر ہی چھوڑے دیتے ہیں۔

ولادتِ مسیح کے عجائبات عقل کی کسوٹی پر

اب آیئے مسیح کے دو عجائبات عقل کی کسوٹی پر اور کستے ہیں۔

۱۔ تو ہیرودیس بادشاہ مجوسیوں سے اپنے خداوند کی پیدائش سنکر بہت خوش ہوا تھا اور کہا تھا کہ مجھے اس کی صداقت کی جلد خبر دو تاکہ میں جا کر اس بچے کو سجدہ کروں۔ یہ وجہ لیا آپ نے؟ یہ ہوا کہ اپنے خداوند کے قتل کے ارادے سے بہت تیز چڑھ دوڑا۔ وہ تو خدا غریب فرشتے کا بھلا کرے کہ اس نے یوسف کو خواب میں آکر سب کچھ بتا دیا۔ ورنہ مسیح کے قتل میں کیا باقی رہ گیا تھا۔

یہ ان کی بے جوڑ واقعات تو ہم بخوبی تسلیم کرسکیں اور رسول اللہ صلعم کے عجائبات جو عین عقل ہیں جھوٹ سمجھیں۔ واہ ری دنیا۔

اچھا میاں غافل دوستو! آخر ہیرودیس کو مسیح سے کیا کوئی باپ مارے کا بیر تھا کہ وہ خواہ مخواہ مسرت کے بجائے مسیح کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔

آپ ہنستے تو ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں فرشتے آئے اور آپ میں نبوت کی قابلیت کا دعویٰ کرتے رہے وغیرہ وغیرہ

لیکن آپ یہ ذرا بھی نہیں بتا سکتے کہ میاں یوسف کے خواب میں انجیل کے بیان کے مطابق تین مرتبہ فرشتہ آیا اور مصیبت زدہ یوسف کی مشکلات دور کیا

کیجئے بتائیے تو سہی فرشتے کی مدد کیا غرض پڑی تھی جو وہ آکے یوسف صاحب کے خواب میں آتا۔ جبکہ وہ نبی تو نبی ولی بھی نہ تھے۔

بہرحال سب کے قصے پر آپ حق جو ہو چکے ہیں۔ ذرا اس زمانے کی تاریخی شہادت دیکھئے تو آپ پر یقین ہو جائے گا کہ اس زمانہ میں بہت سے راہب

صحرا نشین رہا کرتے تھے۔ اگر بحیرہ نے توریت و انجیل کی علامات سے سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم کو پہچان لیا ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔

ہاں پورب میں ستارہ دیکھکر مجوسیوں کا چلنا یروشلم تک آنا۔ بیت لحم میں پہنچنا
اور ستارہ کا اُن کے ساتھ ساتھ رہنا (بیچارے ستارہ نے اُن کے باپ سے کچھ قرض
لے لیا ہوگا جبھی تو اُن کی رہنمائی میں اُس نے یہ خدمت انجام دی) یہ کہانی گر آپ
کے نزدیک بھی غلط ہو تو اس کے متعلق ہم کچھ نہیں عرض کر سکتے۔ جسکے سر پر عقیدے کا
جن سوار ہوگا وہ تو اس سے بھی زیادہ لغو باتیں تسلیم کرے گا۔ ورنہ خیر صلا ہی خیر صلا ہے
ہماری بلا کو کیا غرض پڑی جو ہم آپ کو آپ کے عقائد سے ہٹانے کی کوشش
کریں۔ یہ تو صرف آپ کے بے سروپا اعتراضات کے جواب تھے جو آپ بے سوچے
سمجھے تعصب کی عینک سے قلمبند کر گئے۔ اگر آپ حضور اکرم صلعم کے خوارق عادت پر
مضحکہ نہ کرتے تو ہم کیوں اپنے مقدس موضوع سے ذرا علیحدہ ہو کر آپ کو آپ کی
انجیل کا آئینہ دکھاتے۔ اگر آپ کو ہماری کوئی بات ناگوار معلوم ہوئی ہو تو اس کے
ذمہ دار خود آپ ہیں۔

کیونکہ یہ تو گنبد کی صدائے بازگشت تھی جو آپ کے کانوں تک پہنچی۔

ہاں یہ تو بتائیے اب تو آپ ہمارے مورخین کو ناقابلِ اعتبار نہ سمجھیں گے؟ جبکہ
خود آپ کی انجیلِ مقدس ہی میں بے سروپا باتوں کا طومار بندھا ہوا ہے۔

الحمد للہ کہ اب ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے کہ اپنا مذہبی ذمہ داری
بھی انجام دی اور دوستانہ فرض بھی آپ کو انجیل کا آئینہ دکھا کر ادا کر دیا۔ اس لئے
اگر آپ ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو زحمت نہ فرمائیے کیونکہ یہ تو ہمارا دوستانہ
فرض تھا۔ جو بحمد اللہ ہمارے بقول انجام کو پہنچا۔ اچھا رخصت۔

تجارت کی ضرورت | ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آرہا ہے کہ دولت دنیا کسی

ایک کی ہو کر رہی نہ رہ سکتی ہے۔

بنی ہاشم کا خاندان زمانہ دراز تک متمول تاجر اور سردار رہا۔ لیکن دنیا کسی کی جاگیر نہیں۔ عبدالمطلب کے بعد ہی امارت کے لحاظ سے یہ خاندان کمزور پڑ چکا تھا اور اب اس کی حالت یہاں تک کمزور پڑ گئی ہے کہ ابو طالب کو اپنے مقدس اور عزیز از جان بھتیجے سے چار و ناچار یہ کہنا پڑا کہ اے جانِ عم! اب آپ بھی تجارت کے لئے قدمِ ہمت آگے بڑھایئے۔ حضورِ اکرم صلعم تو خود پہلے سے اس موقعہ کے منتظر تھے کیونکہ آپ کی بے مثال خودداری کا تقاضہ یہی تھا کہ آپ اپنا بار اب چچا پر نہ ڈالیں اور خود بہ نفسِ نفیس کوئی شغل اختیار کریں۔ چنانچہ اسی خیال کے ماتحت حضورِ اکرم صلعم نے ۲۰ برس کی عمر شریف میں بکریاں چرائیں اور یہ نہ چاہا کہ آپ خالی بیٹھے ہوئے چچا کی روٹیاں کھائیں۔

تعصب کی ظلمت پر حقانیت کی تجلی

عرب میں بکریاں چرانا معیوب نہ تھا۔ بڑے سے بڑے سردار کی اولاد بھی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ جس طرح آج کل گیند بلا ٹینس میں داخل ہے اسی طرح اس زمانہ میں بکریاں چرنا ایک بہترین مشغلہ اور کھیل سمجھا جاتا تھا۔

لیکن ہمارے دوست مارگولس لکھتے ہیں کہ ابو طالب چونکہ حضور صلعم کو حقیر سمجھتے تھے اس لئے بکریاں چرانے کا کام آپ سے لیا کرتے تھے۔ مگر افسوس انہیں اور سر ولیم میور وغیرہ کو تمدنِ عرب کی ہوا بھی نہ لگ سکی۔ کیا ہمارے یہ دوست دل میں خود معترف نہیں ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں تعصب اور نرا تعصب ہے۔

تجارت کا سفر

ابو طالب کے کہنے پر حضور صلعم بخوشی رضامند ہو گئے آپ کا سب سے پہلا سفر جو تجارت کے لئے تھا اس وقت ہوا جب آپ زبیر بن عبدالمطلب کے ہمراہ یمن تشریف لے گئے۔ پہلے کی طرح اب

بھی آپ سے بہت سے عجائبات ظہور میں آئے۔ جب آپ اس سفر سے تشریف لائے تو بہت زیادہ نفع آپ ہی کے مال تجارت میں ہوا۔

دیانت کا پھل

صرف دو ہی سال کے عرصہ میں آپ کی راستبازی۔ دیانتداری اور ایفائے وعدہ کی شہرت دور دور ہو گئی۔ یہاں تک کہ تمام قریش نے آپ کو امین کا خطاب دیدیا۔ اس زمانے میں آپ کے جتنے شرکائے تجارت رہے ان میں سے کسی ایک کو بھی آپ سے کوئی شکایت نہ ہوئی۔

چونکہ آپ بچپن میں ابو طالب کے ہمراہ دو ایک سفر فرما چکے تھے جب ہی آپ کی بے مثال ذہانت نے تجارت کے تمام نشیب و فراز بھی طرح سمجھ لئے تھے اور اب آپ فن تجارت میں ایک سن رسیدہ تجربہ کار سے کہیں بڑھ چڑھ کر واقفیت رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی شہرت دور دور پھیل گئی۔ اور آپ کا حسنِ معاملہ دیکھکر بہت سے مالداروں نے از خود خواہش ظاہر کی کہ آپ ہمارا مالِ تجارت لے جائیں اور نفع میں ہم آپ برابر کے شریک رہیں۔

معلومات

یہ بات کچھ نئی بات نہ تھی پہلے بھی لوگ اپنا تجارتی مال امداد کو ایسی شرکت پر دیا کرتے تھے اور یہ تجارت کا سلسلہ بھی کچھ اب سے نہ تھا۔ بنو سمیل ہی سے اس کی ابتدا ہو گئی تھی جو روز بروز ترقی کرتی چلی جا رہی تھی۔

چنانچہ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت ہاشم نے تمام قبائل عرب سے تجارتی معاہدے کرتے ہوئے خاندانی رتبہ بہت زیادہ مستحکم بنا دیا تھا۔

"دوسرے پر تو کس کا ہے گاہک پہ گاہک ٹوٹے پڑتے ہیں"

جب حضور اکرم صلعم کو لوگوں نے سب سے زیادہ امانت دار پایا تو بازار تجارت

میں خلفشار پڑ گیا۔ اور بہت لوگ اس آفتاب صداقت پر ٹوٹ پڑے اور خواہش کرنے لگے کہ آپ ہمارا مال لیکر باہر تشریف لے جائیں۔

دوسروں کو تو بہت کوشش کے بعد کوئی ایک ایسا شریک بمشکل مل سکتا تھا بحیثیت جناب امانت حضور کرم صلعم کو گھر بیٹھے شرکا کی ایک بڑی تعداد حاصل ہوجاتی تھی۔ ایک تو آپ کی امانت داری ہی کیا کم تھی۔ دوسری بڑی بات یہ تھی کہ آپ کا یہ سفر تجارت کی حیثیت سے پورا کامیاب ہوتا تھا۔ لوگوں کو کسی اور شریک سے یہ نفع حاصل نہ ہوتا تھا جو کہ حضور صلعم کے باعث ہو۔

آپ کے شرکائے تجارت سے جو شہادتیں کتب احادیث اور تاریخ میں ملتی ہیں وہ حضور صلعم کی دیانت، صداقت اور ایفائے وعدہ پر پوری روشنی ڈالتی ہیں۔

دیانت کی زندگی آپ کا مثل

بعثت سے پہلے ہی آپ امین اور صادق مشہور ہو گئے تھے لوگ ہمیشہ سے آپ ہی کا انتخاب کرتے تھے۔ اگر کسی شریک تجارت نے صاحب مال کو نقصان پہنچا دیا تو آپ نے امانت داری کرتے ہوئے ہی کہا ہے کہ ذرا تحمل سے کام لو بعد میں دیکھو وہ کس قدر دیانت داری اور راست بازی سے کام کرتے تھے۔

حکمت۔ ذات باری کو یہ منظور تھا کہ بعثت سے پہلے ہی آپ کی عظمت و محبت قریش کے دلوں میں بیٹھ جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن وائے بدبختی ان لوگوں کی جنہوں نے ایسے امین اور صادق کی حق بات کو جھٹلا دیا اور اس مقدس ہستی کے تمام پیغام مہتم بالشان کو خاک میں ملا دیے۔

اس جحد کا نتیجہ نتیجہ یہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا کہ مشرکین کو ہمیشہ کی تباہی نصیب ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے ایسے صادق ایسے امین

ایسے صاحبِ معاملہ کے سچے قول کو بلا وجہ جھوٹا سمجھ لیا۔

نکتہ ہمارے خیال میں قیامت تک کے کفار کا یہ جرم تو ہوگا ہی کہ انہوں نے کفر و شرک کیا۔ لیکن خالقِ دو عالم کے نزدیک یہ تمام بدقسمت اُس دوسرے جرم کی پاداش میں بھی جہنم کی سزا بھگتیں گے جس کی وجہ سے کفارِ قریش جہنم میں پڑے سڑتے رہتے ہیں اور سڑتے رہیں گے۔ ہمارے خیال میں یہ دوسرا جرم پہلی خطا سے بھی زیادہ ہے کہ کفار آنحضور صلعم کی نبوت سے پہلے کے کارنامے بھی جھٹلاتے ہیں۔

چونکہ کفارِ قریش کے ایمان نہ لانے کا بڑا سبب یہی تھا کہ وہ صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے وہ ہمیشہ کو جہنم میں ڈال دیئے گئے۔

قیامت تک کے کفار بھی حضور صلعم کو سچا نہیں سمجھیں گے اور آپ کے قبلِ بعثت کارنامے بھی من گھڑت کہانی سے تعبیر کریں گے۔ (معاذ اللہ) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سب مردودوں کو ابدی جہنمی قرار دیدیا۔ یہ استدلال ہم اس لئے کرتے ہیں کہ مولائے کریم فرماتا ہے

حدیثِ قدسی بندے اگر تو سات جہانوں کے برابر گناہ لیکر میرے پاس آئے لیکن شرک و حق العباد نہ ہوگا تو میں اپنی رحمت سے معاف کر دونگا۔ لیکن اگر شرک کا ایک ذرہ اور حق العباد کا ایک تل بھی لیکر آئیگا تو مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم کبھی نہ معاف کرونگا۔

تطابق کفار نے ایک بڑا بھاری جرم تو یہ کیا کہ خدا کی ذات و صفات میں غیروں کو شریک کیا۔ دوسرا ناقابلِ معافی قصور یہ کہ آنحضور صلعم کو معاذ اللہ جھوٹا بتایا اور آپکے بچپن کے کارنامے بھی بلا وجہ غلط تسلیم کرتے۔

چونکہ حبیبِ خدا سرورِ انبیاء صلعم کے مبارک قلب کو ان چیزوں سے ٹھیس لگی کہ کفار آپ کو نعوذ باللہ من ذلک جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو رحمتِ حق تعالیٰ

کا غصہ ان کمبختوں پر نازل ہوا اور یہ ابدی جہنمی ہو گئے قبلِ بعثت کا زمانہ ان سے
الگ کرنے کا ان کو بھی ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ قیامت تک کے کفار کے نامۂ اعمال میں لکھا گیا
اب ایک تو خدا کی توہین کہ رسول کے نہ ماننے کی وجہ سے خدا کو بھی نہ مانا
دوسری محبوبِ خدا کی اہانت کہ ان کے اظہر من الشمس واقعات کو تسلیم نہ کیا۔
تیسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت رنج پہنچا۔ جو یقیناً حق العباد کے تحت ہے۔
یہ سب چیزیں مل کر ایسی ہو گئیں کہ کفار ابدی جہنمی بنا دیے گئے۔ جن کی رہائی کی
اب کوئی صورت نہیں۔

رازنا کاش کہ قریش حقیقت کو سمجھ لیتے تو ان سب کے مسلمان ہو جانے کی وجہ
سے آج دنیا سے کفر بالکل ہی محدود پائی جاتی۔

چونکہ انہوں نے ایسے بیّن استبعاد پیغمبر کو جھٹلایا اور آپ پر ایمان نہ لائے اس
لئے ان کے دیکھا دیکھی پڑوس کے ملکوں کی رعایا کے ایک حصہ پر غلط اثر پڑا اور انہوں
نے یہ سمجھا کہ جب پیغمبر سلام کے اپنے ہی آپ کو نبی نہیں سمجھتے تو ضرور کوئی ایسی
بات ہوگی جس سے ان کے عزیزوں کو بھی ان کی صداقت میں شک ہی نہیں انکار ہے
لہٰذا اس صورت میں ہم کیوں نیا مذہب اختیار کریں لیکن جو صحیح الدماغ اور قابل لوگ
تھے انہوں نے ان فضولیات کی پروا نہ کی اور جلد جلد مشرف باسلام ہو گئے

مراد اس بیان سے یہ ہے کہ قریش کے جو بیوقوف پڑوسی محض انہیں کی
وجہ سے مسلمان نہ ہو سکے ان کا سارا بار بھی کفار قریش ہی کی گردنوں پر ہے۔ کیا
اچھا ہوتا کہ بدقسمت قریش نورِ اسلام سے مشرف ہو کر جہنم کی بے پناہ آگ سے
ہی نہ بچ جاتے بلکہ ہمیشہ کا شاندار منصب حاصل کر کے فردوسِ علیٰ کے صحیح وارث ہو جاتے

مشرکانِ تجارت کی شہادتیں بہرکیف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرکانِ
تجارت نے آپ کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے۔

اُن میں سے دو ایک شرکاء کے قول زیبِ صفحات کئے جاتے ہیں۔

قیس بن سائب مخزومی جب دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے، تو آفتابِ رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا، تو بعض صحابہ نے قیس بن سائب کا تعارف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا۔

یہ بہت اچھے آدمی ہیں جاہلیت میں بھی نکلیں متواضع اور ملنسار تھے۔

حضورِ اکرم نے فرمایا۔ میں انہیں تم سب سے بہت زیادہ جانتا ہوں۔

قیس۔ فداک امی و ابی (حضور پر میرے ماں باپ قربان) آپ میرے شریکِ تجارت تھے لیکن جس حسن و خوبی سے آپ نے معاملات انجام دیئے وہ بیان سے زبان قاصر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی ذات بعثت سے قبل بھی ایک ایسی ذات تھی جس کی مثال سارے عرب میں نہ تھی فکنت لا تداری و لا تماری (ابوداؤد)

عبداللہ بن ابی الحمساء صحابی جب خلعتِ اسلام سے مشرف ہوئے تو ایک دن صحابہ کے گروہ میں بیٹھ کر آپ نے فرمایا کہ بعثت سے قبل میں نے حضور صلعم سے ایک معاملہ کیا تھا جس کا ایک حصہ طے ہو چکا تھا مگر کچھ باقی تھا مجھے ایک ضروری کام کی وجہ سے جانا پڑا میں یہ کہہ کر چلا کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں مگر پے درپے اور متواتر کاموں میں الجھ جانے کی وجہ سے مجھے اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔ اور پورے تین دن گذر گئے چوتھے دن جب مجھے اپنے وعدہ کا خیال آیا تو میں فوراً بھاگا ہوا اسی جگہ گیا۔ جہاں حضور صلعم سے وعدہ ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم اسی طرح اسی جگہ تشریف فرما ہوئے ہیں جہاں میں آپ کو چھوڑ کر گیا تھا میں ندامت کے مارے گڑا جا رہا تھا۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ حضورِ اکرم صلعم کی پیشانی پر بل تک نہیں۔ آپ اسی طرح بخندہ پیشانی مجھ سے ملے صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی زحمت

دی۔ میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

یہ ہے اخلاقِ محمدی کی ادنیٰ مثال جس مبارک نبی کی صداقت، امانت اور اخلاق بعثت سے قبل ہی اس قدر اعلیٰ و رہے کے ہوں اس محترم پیغمبر کی مدح سرائی میں زبان و قلم کیونکر ساکت نہ ہو جائیں۔ اسی مختصر سے واقعہ میں تینوں چیزیں اظہر من الشمس ہو گئیں۔

صداقت۔ تین روز تک آپ عبداللہ بن ابی الحمد کے انتظار میں اسی جگہ موجود رہے جہاں ملنے کا وعدہ تھا۔

امانت۔ جب تک عبداللہ سے معاملہ ختم نہ ہو گیا اس وقت تک آپ نے کسی سے معاملہ نہ کیا اور معاملہ کی امانت کو سینہ میں لئے عبداللہ کا انتظار فرماتے رہے۔

اخلاق۔ باوجودیکہ عبداللہ تین دن کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ کو ذرا بھی غصہ نہ آیا۔

کیا آج کوئی بڑے سے بڑا مدعیٔ تہذیب و اخلاق آنحضرت صلعم کی صداقت امانت اور اخلاق جیسا ادنیٰ نمونہ بھی پیش کر سکتا ہے؟ کیا وہ تین دن تک اپنے وعدہ کرنے والے کا ایک ہی جگہ انتظار کریگا۔ اور اس کے آنے پر غضب آمیز ملامت نہ کریگا کہاں ہیں تہذیب و اخلاق کے ٹھیکے۔ کدھر ہیں سر ولیم میور اور پروفیسر مارگولس آئیں اور آنکھیں کھول کر ہادی برحق حضور اکرم صلعم کی سیرت کا مطالعہ کریں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ جس مقدس ہستی نے تیئیس سال میں دنیا کی کایا پلٹ دی اس کے سینہ میں روحانیت کا کیسا عظیم الشان سرچشمہ تھا جس نے جسمانی اور روحانی دونوں پر حکومت حاصل کر لی۔ صداقت واقعہ مذکورہ ہی (جو آپ کی سیرت کا ایک جزء ہے) ایسا ہے کہ دنیا بھر کی تاریخ سے پیش کرنے کے جدوجہد کوئی ایسی مثال ملنی ناممکن ہے پھر یہ تو بحرِ سیرت اقدس کا ایک ہی قطرہ۔ گلزارِ حیاتِ نبی کا ایک ہی پھول اور مخزنِ جواہرات

کا ایک ہی جوہر ہے۔ جب اس ہی کی مثال ملنی محال ہے تو آپ کی مکمل سیرت دنیا بھر سے کس طرح ممتاز نہ ہوگی +

نواں باب

شباب سے نبوت تک

گلشن رسالت میں روح پرور بہاریں

بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ تفسیر کبیر۔ روح المعانی۔ سیرت ابن ہشام۔ تاریخ واقدی۔ سیرت النبی۔ تاریخ حبیب الٰہ۔ سیرت نبویہ حلبی۔ تاریخ ابن خلدون۔ شمس التواریخ۔ تاریخ الکامل وغیرہ۔

قاعدہ ہے کہ باغ میں بہار آتے ہی بلبلیں خوشنوا عندلیبان نغمہ سرا کی نغمہ ریزیاں فضا میں دور تک پھیل جاتی ہیں۔ اور پھولوں کی خوشبو آس پاس والوں کے مشام جان معطر کر دیتی ہے۔ انہیں پھولوں کی خوشبو شوریدہ بخت بلبلوں کو سینے سے ہم آغوش کر لیتی ہے۔ وہی روح پرور مہک گلچیں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ لالچ کی عینک لگا کر خود غرضی کے ہاتھوں سے انہیں توڑ کر بازار پہنچائے اور انہیں کی عطریت سے بھرے دل و دماغ والوں کو گلشن نشاط بنا رہی ہے جو انہیں بڑی ہی محبت سے خرید لیتے ہیں۔ غرض ایک خوشبو ہے جو دنیا بھر کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔

گلشن رسالت میں بہار آنے کو ہے۔ اخلاق، ایثار، محبت، حلم، راستبازی

کا ایک ہی جوہر ہے جب ... ہی کی مثال بنی محال ہے تو آپ کی کمل سیرت دنیا بھر سے کس طرح ممتاز نہ ہوگی ۔

نواں باب

شباب سے نبوت تک

گلشن رسالت میں روح پرور بہاریں

بخاری مسلم ۔ ترمذی ۔ ابو داؤد ۔ تفسیر کبیر ۔ روح المعانی سیرت ابن ہشام ۔ تاریخ واقدی ۔ سیرت النبی ۔ تاریخ حبیب اعلیٰ ۔ سیرت حلبیہ ۔ طبری ۔ تاریخ ابن خلدون شمس التواریخ ۔ تاریخ الکامل وغیرہ ۔

قاعدہ ہے کہ باغ میں بہار آتے ہی بلبلانِ خوشنوا ۔ عندلیبانِ نغمہ سرا کی نغمہ پیرائی فضا میں دور تک پھیل جاتی ہیں ۔ اور پھولوں کی خوشبو آس پاس والوں کے مشام جان معطر کر دیتی ہے ۔ انہیں پھولوں کی خوشبو شوریدہ بخت بلبلوں کو اپنے سے ہم آغوش کر لیتی ہے ۔ وہی روح پرور مہک گل چیں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ڈالی کی جنبش لگا کر خود غنچے کے ہاتھوں انہیں توڑ کر بازار لیجائے اور انہیں کی عطریت ستمرے دل و دماغ والوں کو کشاں کشاں بازار میں لاتی ہے جو انہیں بڑی ہی محبت سے خرید لیتے ہیں ۔ غرض ایک خوشبو ہے جو دنیا بھر کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے ۔

گلشن رسالت میں بہار آنے کو ہے ۔ افق رنیا پر محبت چلہ ۔ راستبازی

ایک بہت بڑے امین کی ضرورت تھی۔

پیغام اور منظوری

محاسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت ودیانتداری جب ان کلیوں کی خوشبو نے لوگوں کے دماغ مہکا دیے تو بھلا حضرت خدیجہؓ سے یہ خبر کس طرح چھپی رہتی۔ مقدسہ نے حضور کی تعریف و توصیف سنکر میسرہ نامی غلام کو آنحضرت صلعم کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ آپ میرا سامان تجارت لیکر بصرہ تشریف لے جائیں۔ میں جو معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں۔ آپ کو اس سے دگنا دونگی۔ جب حضور صلعم کے پاس یہ پیغام پہنچا تو آپ نے منظور فرما لیا۔

روانگی

تاجران مکہ کا قافلہ جانے ہی کو تھا کہ حضور صلعم بھی تیار ہو گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے بہت سا تجارتی مال اونٹوں پر لدوا کر آپ کے ساتھ کیا۔ اور میسرہ غلام کو بھی آپ کے ہمرکاب کر دیا۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنے عزیز خزیمہ ابن حکیم کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا تھا۔

عجائبات

جب آپ کا قافلہ روانہ ہو گیا تو ہمیشہ کی طرح سے بھی حضور سے خرق عادت ظہور میں آنے لگے۔ دھوپ جب تیز ہوتی تو دو جانور آپ پر سایہ کر لیتے تھے۔ اور کبھی ایک سفید ابر کا ٹکڑا سر اقدس پر سایہ فگن ہو جاتا تھا۔

تاریخ لکھا ہے کہ اس سفر میں ابوبکر صدیقؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے جب یہ قافلہ شہر بصرہ کے قریب پہنچا۔ اور قیام کیا تو حضور صلعم ایک خشک درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ وہ درخت ہرا بھرا ہو کر آپ پر سایہ فگن ہو گیا۔ کیوں نہ ہو جب آج دو جہان جہاں تاب زیر شجر جلوہ گر ہے جس کے ایک ایک [illegible] سامنے ہی کسی قدر ہٹکر نسطورا نامی ایک راہب کا صومعہ تھا جو اتفاق سے اپنے کنیسہ کے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ مدت کا خشک درخت دم کے دم میں سرسبز و شاداب ہو گیا تو اس کی نگاہ حضور اکرم صلعم کے مبارک چہرے پر پڑی۔

میں تو آپ بالا خانہ پر چڑھ گئیں۔ تاکہ حضور صلعم کو راہ سے گزرتے ہوئے دیکھیں تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت خدیجہ کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب آپ نے دیکھا کہ حضور صلعم ایک اونٹ پر سوار تشریف لا رہے ہیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے سر پر سفید رنگ کے دو جانور سایہ فگن ہیں۔

بی بی خدیجہ ابھی اسی تعجب میں تھیں کہ میسرہ غلام حاضر ہوا اور مزاج پرسی کے بعد اُس نے سب سے پہلے حضور کی کرامتیں اور نسطورا کی باتیں حضرت خدیجہ سے کہہ سنائیں چونکہ مقدسہ ایک روشن دل ودماغ کی خاتون تھیں اس لئے آپ سمجھ گئیں کہ یہ محمد بن عبداللہ ضرور بہت بڑی شان والے سردار ہونے والے ہیں جبھی تو اللہ ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ کئے ہوئے ہے اور برکتوں کا مینہ برسا رہا ہے۔

شوقِ زیارت اور نکاح کی تمہید

ام المومنین کے دل میں حضور صلعم کا شوقِ زیارت اسقدر بڑھ گیا کہ آپ یہ سوچنے لگیں۔ کیا میں ان سے نکاح کروں۔ کیا ان کی غریبی کا خیال نہ کروں۔ کیا میں یہ سچ سمجھ رہی ہوں کہ محمد عربی عنقریب ساری قوم کے سردار ہونے والے اور خدائے آسمانی کے برگزیدہ بندے ہیں۔

دل نے تمام سوالوں کا جواب اثبات ہی میں دیا اور ام المومنین حضرت خدیجہ نے اپنی ایک ہمراز عورت نفیسہ نامی کو بلایا اور اُسے اپنے جذبات سے آگاہ کر کے حضور صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ اتفاق سے جب نفیسہ حاضر خدمت ہوئی تو سرکار تنہا تشریف رکھتے تھے نفیسہ نے آپ سے اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں کر کے کہا۔ اب تو آپ اس قابل ہوگئے کہ آپ نکاح کریں آخر ابتک رشتہ مناکحت کیوں نہ ہوا۔ [illegible]

اپنی کم مایگی ہی کی وجہ سب سے بڑی وجہ ہے۔

نفیسہ۔ اگر کوئی معزز شریف خاتون آپ سے نکاح کرنا چاہے تو آپ کو کچھ عذر تو نہ ہوگا۔

کبھی نہیں

نفیسہ۔ خدیجہ بنت خویلد کا پیغام آپ مسترد تو نہ فرمائیں گے:

نہیں۔ مگر خدیجہ جیسی مالدار خاتون مجھے کیوں قبول کریں گی؟
جواب میں نفیسہ گول ہو گئی۔ اور آپ سے رخصت ہو کر حضرت خدیجہ رض کے پاس آکر ساری گفتگو دہرا دی۔

بی بی خدیجہ کی کامیابی

اس کے بعد نفیسہ کی معرفت بیچ کے مراحل طے ہو گئے اور وہ دن آ گیا۔ جو رب السموات والارض نے ازل ہی سے آنحضور صلعم کے نکاح کا دن مقرر فرما دیا تھا۔

معلومات

ہندوستان کی طرح عرب میں یہ دستور نہ تھا ورنہ ہے کہ عورتیں اپنی شادی کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتی ہوں۔ اور اگر ماں باپ صریحاً بھاڑ میں جھونک دینا چاہیں تو وہ اُن کے بغیر جھجک جائیں۔ افسوس اُن ماں باپ پر جو ایسے اہم کام کو اس قدر غیر ذمہ داری سے انجام دیتے ہیں۔ اور شادی کے مسئلے میں لڑکی سے کوئی گفتگو کرنا بھی خاندانی شرافت کے خلاف سمجھتے ہیں حالانکہ شادی کا مسئلہ اصل میں لڑکی ہی کے لئے ایک اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لڑکیوں سے آپ خود مشورہ لیجئے۔ اُس کی کسی راز دار سہیلی کی معرفت اُس کی دلی رائے کا اندازہ کیجئے تاکہ آپ ناپسندیدگی کی شادی کے گناہ سے بھی بچ سکیں۔ اور زن و شوہر کی روزانہ نااتفاقیاں بھی رونما نہ ہوں۔

بہرکیف عرب میں یہ خواہ مخواہ کی شرم نہ تھی۔ علاوہ ازیں بی بی خدیجہ بیوہ تھیں ورنہ ہندوستان کی بیوہ بھی اپنے متعلق گفتگو کر سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بی بی خدیجہ کے والد کا جیسا ہم لکھ چکے ہیں انتقال ہو چکا تھا۔ دریچہ کو آپ نے اس لئے بیچ میں نہ ڈالنا چاہا کہ وہ آنحضور صلعم کے افلاس کی وجہ سے سدِ راہ نہ بن جائیں۔ اس لئے تمام باتیں بی بی خدیجہ نے نفیسہ کی معرفت خود ہی طے کر لیں۔

بی بی خدیجہ رض کے پہلے خاوندوں سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی

کرتے ہو۔ تم نے یہ تو غور کیا ہوتا کہ تم جو کچھ بکتے رہتے ہو کیا بکتے رہتے ہو۔ لیلائے نجد تو ہو نہیں
کہ تمہاری ہر بات تمہارے مجنوں سر آنکھوں پر رکھیں۔ تمہاری خاکِ پا کو طوطیائے
چشم بنائیں اور اپنی آنکھیں تمہارے قدموں تلے بچھا دیں۔

آج سائنس اور فلسفہ کا راج ہے ایسے راج میں کیوں اپنے کو غیروں سے
ہنسوانے کا موقع دیتے ہو۔ اگر تم مذہبی لیلا ہو تو تمہارے مذہبی دیوانے ہی تمہاری
پوجا کریں گے کسی اور کو کیا پڑی جو وہ تمہاری بچکانی باتیں کان رکھ کر سنے اور خواہ مخواہ
اپنا قیمتی وقت ضائع کردے۔

سنو اے فضلی دوستو سنو! آقائے کونین فخرِ دوسرا حضور محمد رسول اللہ صلعم
کی پہلی شادی کس عمر کی خاتون سے اور کس سن میں ہوتی ہے۔

آپ کی عمر شریف پچیس سال کی اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا
سن چالیس سال کا تھا جب یہ رشتۂ مناکحت ہوا۔ بی بی خدیجہ کے اس سے پہلے دو
نکاح ہو چکے تھے اور آپ اگر بڑھیا نہیں تو ادھیڑ ضرور ہو گئی تھیں۔

اب بتاؤ تم جو ان اظہر من الشمس واقعات سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو۔
اور تعصب کی ظلمت میں چھپے بیٹھے ہو بکے جاتے ہو تو کیا اس سے تم جیسے سراپا عقل مجسم
علم و فضل کے علم و دانش کی نفی ہو جاتی؟ کیا تمہاری یہ باتیں فاتر العقل اور مجذوب کی بڑ
سے کچھ بھی زیادہ وقعت رکھتی ہیں۔ تعصب کی پٹی آنکھوں سے کھول ڈالو تاکہ نورِ ہدایت
تمہارا رہنما ہو اور تمہاری زبان و قلم سے کوئی غلط بات نہ نکل سکے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا حضور صلعم کی ایک
زوجۂ مبارکہ بھی کنواری نہ تھیں۔ تم جیسے شہوت پرست اچھی طرح جانتے ہو گے کہ
گندی خواہشِ نفسانی کا سب سے بڑا نظریہ ان بیاہی لڑکی ہوتی ہے اور بیوہ عورت
سے تو محض خانہ پری ہو سکتی ہے۔

لئے آفتابِ رسالت پر ناپاک الزام لگانے والو آنکھیں کھولو! کچھ تو بولو کیا تمہاری بڑ اس قابل بھی ہے کہ ایک دس سالہ ہونہار بچہ بھی جسے سن کر تم پر تحقیر آمیز ہنسی نہ ہنس دے۔ اگر حضور اکرم صلعم کی ازواج مطہرات میں کثرت بھی دوشیزہ عورتوں کی ہوتی تو کبھی تمہارے خیال کے موافق ایک بات تھی تم ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر شاید یہ ثابت کر دکھاتے کہ حضور کی کثرتِ ازدواج سے خدانخواستہ آپ کی خواہش پرستی پر روشنی پڑتی ہے۔

لیکن اس حالت میں جبکہ بی بی عائشہ صدیقہ کے سوا کوئی امّ المومنین بھی دوشیزہ نہیں تھیں۔ کیا تمہاری خباثت سن کر عقلمندوں کی زبان پر پھٹکار کی صدائیں بلند نہ ہو جائیں گی۔

اگر آپ خواہش نفس کی وجہ سے نکاح کرتے تو بیواؤں سے کیوں کرتے۔ کیا آپ کے ادنیٰ اشارہ پر بھی یہ کرنا آپ کی تمنا پوری کرنے میں ایک پل کی بھی دیر لگاتے وہ صحابہ کرام جن کے متعلق تمہارے گرو گھنٹال سر ولیم میور نے بھی یہ لکھ دیا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ حضور کے خوش کرنے کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

بارے وہ ایسے ہی تھے جب ہی تو قیامت تک امّت کا بڑے سے بڑا فرد بھی چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اب یہ بتائیے کہ حضور کو کنواری سے شادی کرنے میں کونسی دقت واقع ہو سکتی تھی جو آپ نے کنواریوں کو چھوڑ کر بیواؤں سے نکاح کئے۔ افسوس جو چیز خواہش پرستی کی نفی کرنے والی ہے تم اسی کو عین خواہش پرستی سمجھتے ہو۔ یہ اگر تمہاری سمجھ کا قصور یا تعصب کی خبط نہیں تو اور کیا ہے؟

اہم سوال کا آسان جواب اب دو لفظوں میں کثرتِ ازدواج کے سوال کا

نے باپ کو اس قدر شراب پلا دی تھی کہ وہ نشے میں بالکل بے تاب ہو گئے تھے۔

ہمارے ممتاز شرابی یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ جس قدر کثرت سے شراب پینے کے بعد سارے سارے دن بھی انسان کو ہوش نہیں آتا۔ مگر وہاں دختِ شراب نے بھی اپنی پوری تاثیر نہ دکھائی۔ نشہ آندھی کی طرح آیا۔ اور پانی کی طرح بہ گیا۔

نکاح سے کچھ ہی پہلے تو خویلد کو شراب پلائی گئی۔ اور عقد کے فوراً ہی بعد خویلد نے اپنے ہوش میں آ کر سمدھیوں سے سخت کلامی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ طرفین سے تلواریں کھنچ گئیں۔ اور تماشہ دیکھئے عین جنگ شروع ہونے پر خویلد یک دم ٹھنڈا پڑ گیا۔

واہ رے واہ! غالباً خویلد کا یہ وہ انفعال ہوگا جو شرابی میں نشہ اترنے کے بعد دیکھا گیا ہے۔ مگر وہاں خیریت اس کے بھی برعکس ہوا۔ نشہ اترتے ہی تو خویلد غصے کے مارے بے آپے ہو گیا۔ اور جب تلواریں کھنچ گئیں تو نشہ نے فوراً بلائے مبرم کی طرح نازل ہو کر اس کا گلا دبا لیا۔ واہ کیا کہنا۔ جھوٹ بولے اور بولنا نہ آیا کہ کسی کے سر غلط نزاد تھوپے اور تھوپنے نہ جانے۔

اب ہمارے فاضل مورخین یہ بتا دیں کہ وہ مورکا تتبع ہر طرح ٹکر بند کر کے کیوں کیا کرتے ہیں۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ خاندانی تعصب کا حق ہر پڑتا ہے۔ چنانچہ پڑا۔ اور اس طرح پڑا کہ مخالف کا سارا وقار خاک میں مل گیا۔

حقانیت کے تیر

ہمارے خیال میں مورخ صاحب جب یہ سطریں لکھ رہے ہوں گے تو شراب کے نشہ میں مخمور ہو کر ہوش و حواس کھو کر بندھے ٹکے جیسے جا رہے ہوں گے ...

یقین اس وقت اترا ہوگا جب دونوں حریفوں کی تلواریں کھنچ گئیں۔ شاید ان
کے بچے سے خطرے نے انہیں یہ اندیشہ دلایا ہوگا کہ کہیں کسی کی برق فگن تلوار
آنحضرت کے سر مبارک پر نہ گر پڑے۔ ورنہ ان کا حکم [illegible]
آپ نے بہت سے تلواریں چھنکوا دیں۔ کچھ نفع کچھ جان بچنے کا خیال
فوراً خو ملید کو ٹھنڈا کرا دیا۔

میں پوچھتا ہوں کہ جاہلیت میں اور وہ بھی ایسے نازک موقعہ پر جب
کی تلواریں کھنچکر بغیر سینکڑوں ہزاروں کا خون بہائے نیام انتقام میں کس
طرح جا سکتی تھیں۔ مگر نہیں اس سے کیا بحث، وہ تو جو باتیں کہہ گئے ورنہ
کے متبعین جو چاہیں گے کہہ جائیں گے لیکن نتیجہ وہی ہوگا۔ جو میں کہہ چکا ہوں
کہ چاند کا تھوکا [illegible] میں آئیگا۔

آئیے ہمارے عیسائی دوستو۔ ہم آپ کو حضور اکرم صلعم کے نکاح مبارک
کے صحیح واقعات سنائیں۔ اور فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ باتیں
جو آپ جیسے فضلا کے روز روز کا نتیجہ ہیں مہذب یورپ کے شراب خانوں
ہی میں کھپ سکتی ہیں۔

نکاح

آج وہ وقت آگیا ہے کہ غریب کے دو عظمت سے آقا سرور انبیاء
حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازدواجی زندگی شروع کرتے ہیں۔ آج
ہمارے معمولی سے معمولی گھروں میں بھی غریبی کے ہوتے ہوئے شادی میں جس
قدر تکلفات کئے جاتے ہیں وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور بی بی خدیجہؓ کے درمیان نسبت کی بابت جب تمام مراحل طے ہو گئے
اور آپ نے اپنے چچا ابو طالب سے کل کیفیت بیان فرمائی تو وہ بہت خوش
ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ متحیر بھی کیونکہ بی بی خدیجہؓ نے بڑے بڑے امیروں

کے پیغام مسترد کر دیے تھے۔

غرض جب تاریخ معیّنہ آگئی تو ابو طالب اپنے چند اعزّہ و اقارب کو ساتھ لے کر حضور اکرم صلعم کا نکاح کرنے کے لئے چلے۔ ہمارا غریب سے غریب دولھا پُر تکلف لباس پہنے، بدھی تُمنے سہرے سے آراستہ شاندار گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے آقائے نامدار ؐ معمولی سادے سیدھے لباس میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ پیدل تشریف لئے جا رہے ہیں۔ بھلا سہرے جلوے کا تو ذکر ہی کیا۔ جسمِ اطہر سے البتہ غیرتِ مشک خوشبو پھیل پھیل کر لوگوں کے مشامِ جان معطر کر رہی ہے۔

اس سادہ شان کے ساتھ برات بی بی خدیجہؓ کے مکان پر پہنچی جہاں عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل وغیرہ نے مہمانوں کا شاندار استقبال کیا اور مقامِ پاکیزہ پر جگہ دی۔ ان مہمانوں میں ابو طالب کے سوا حضرت حمزہؓ حضرت عباسؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ پہلے طرفین میں کچھ مختصر سی گفتگو ہوئی۔ پھر ابو طالب نے عمرو بن اسد کی اجازت سے خطبۂ نکاح پڑھا۔

جیسا ہم کہہ چکے ہیں۔ خویلد جنگِ فجار میں یا اس سے قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔ اور کسی ایک صحیح تاریخ میں بھی یہ نہیں ملتا کہ خویلد اس مبارک وقت میں زندہ بھی تھے۔ پھر میور کی بے سر و پا کہانی تو کجا۔ الغرض ابو طالب نے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

خطبہ

حمد و شکر اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں دو برگزیدہ نبیوں ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں پیدا فرمایا اور معد و مضر کی اصل سے ہمیں آگاہ بنایا۔ اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔

پھر اُن کو ہمارے سپرد کر دیا جس کے طواف اور زیارت کے لیے لوگ دُور دُور
سے چلے آتے ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا کہ جو اُس میں داخل ہو
امن و امان کی زندگی گزارے پھر قوم پر ہمیں حاکم بنا دیا۔ بیشک محمدؐ بن عبداللہ
میرے بھتیجے ایسے نوجوان ہیں کہ قریش میں ایک شخص بھی اُن کا ہم پلہ نہیں اور
وہی سب پر غالب ہیں۔ اگرچہ اُن کے پاس مال و دولت قلیل ہے۔ مگر یہ متاعِ
دُنیا ہمیشہ سے ایک ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اور ایک حائل اور عارضی چیز
ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

اے لوگو، محمد صلعم، وہ ذات ہیں جو ہمارے قرابت دار ہیں۔ تم لوگ
یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ خدیجہؓ بنتِ خویلد کی خواستگاری کرتے ہیں
اور میرے مال سے آٹھ اونٹ مہر قرار دیا جاتا ہے۔ اور بعد تھوڑے ہی دنوں
کے بعد آپ کی شان بڑی اور آپ کا کام بزرگ و برتر ہوگا۔"

جب ابو طالب یہ مؤثر خطبہ پڑھ چکے تو ورقہ بن نوفل بی بی خدیجہؓ کے
چچا زاد بھائی نے اس ترجمہ کا خطبہ پڑھا۔

خطبہ

حمد و ثنا اُس خدائے پاک کی جس نے اے ابوطالب ہمیں بھی ایسی
ہی فضیلت سے نوازا جیسی تم بیان کر چکے ہو۔ لہٰذا ہم بھی عرب کے
پیشوا اور سردار ہیں اور تم بھی اُنہیں فضیلتوں اور بزرگیوں کے مالک ہو کہ
کسی قوم اور خاندان کے لوگ تم سے ہمسری نہیں کر سکتے۔ اور تمہاری جیسی
عزت کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو بیشک ہم نے تمہارے ساتھ رشتہ کرنے
کی خواہش کی۔ پس اے قومِ قریش تم گواہ رہو کہ میں نے خدیجہؓ بنتِ خویلد کو محمدؐ
کے نکاح میں چار سو مثقال پر دیا۔"

ابو طالب کی خواہش پر عمرو بن اسد اُٹھے اور اس ترتیب کے خطبہ کہنے لگے

"اے اہلِ قریش گواہ رہو کہ میں نے خدیجہؓ بنت خویلد کو محمدؐ بن عبداللہ کے نکاح میں دیا۔"

غرض دونوں جانب سے ایجاب وقبول متحقق ہوگیا۔

معلومات

بی بی خدیجہؓ کے مہر میں راویوں کا اختلاف ہے۔ مورخین مختلف مہر بیان کرتے ہیں۔ جیسا آپ کو ان دونوں خطبوں سے معلوم ہوگیا کہ ابو طالب آٹھ اونٹ مہر قرار دیتے ہیں۔ اور ورقہ چار سو مثقال۔ اس میں اُلجھنے کی کوئی بات نہیں۔ نتیجہ بڑی آسانی سے مرتب ہوسکتا ہے۔

ابو طالب نے آٹھ اونٹ مہر مقرر کیا اور ورقہ نے اُن کے علاوہ چار سو مثقال کا یا تو اضافہ کیا، یا ابو طالب بھول گئے تھے اس لئے یاد دلانے کے طور پر چار سو مثقال بھی بیان کر دیئے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی خدیجہؓ کا مہر صرف آٹھ اونٹ ہی نہ تھے بلکہ زرِ نقد بھی مقرر ہوا تھا۔ یا ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آٹھ اونٹوں کی قیمت ہی چار سو مثقال ہوگی۔ ایک نے اونٹوں کا نام لے دیا۔ اور دوسرے نے اُن کی قیمت کی رقم بیان کر دی۔ واللہ اعلم

اس مبارک نکاح کی بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے بڑی خوشی کی۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ آپ صورت کے لحاظ سے بہترین اور دولت کی حیثیت سے بڑی مالدار تھیں اور بہت سے امراء کے پیغام بھی مسترد کرچکی تھیں۔ کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں ایسی اعلیٰ ترین عزت سے نوازنے والا تھا جس کی شان بے مثال۔ قاعدہ ہے کہ اچھے قلوب بُرے دلوں کی طرف کبھی راغب نہیں ہوتے۔ اس لئے بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو بھی عرب کے مالداروں سے اب نفرت ہوگئی تھی۔

آپ کے فضائل کی تفصیل آگے آئیگی حضور صلعم نے ہی بیوی کی ذات

کے بعد کہا کرتے تھے کہ مجھے خدیجہؓ نے بہت زیادہ آرام دیا ہے۔ انہوں نے میرے لئے بھی کوئی چیز عزیز نہیں رکھی۔

جناب ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہی سے ہوئی۔ قاسم جن کے نام پر حضورؐ کی کنیت ابو القاسم ہوئی، عبداللہ، طیب، طاہر۔ فرزند نرینہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ انہیں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں بڑی کون تھیں، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ صاحبہ۔ یہ سب بی بی خدیجہؓ ہی کے بطن سے ہیں۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ تمام صاحبزادے ظہور اسلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن ابن اثیر بہ وثوق کہتے ہیں کہ حقیقتاً تینوں صاحبزادے قبل بعثت ہی وفات پا چکے تھے۔ مگر آپ کی سب صاحبزادیوں نے اسلام کا مبارک زمانہ دیکھا۔ آپ پر دل و جان سے ایمان لائیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ ان دلچسپ واقعات کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

جہاں بی بی خدیجہؓ کے اور بہت سے فضائل ہیں وہاں ایک یہ بات بھی ہے کہ آپ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والی ہیں۔ یہ ذکر تفصیل سے آ گیا ہے۔

بی بی خدیجہ کا مکان عین نکاح کے وقت وہی تھا جو آج بھی انہیں کے مبارک نام سے مشہور ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اس مبارک گھر کو خرید کر مسجد کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔

نکاح کی رسمیں | نکاح سے پہلے جب بھی خوشی کے جھولے نہ سمجھے تھے ورنہ بدشگونی کے الفاظ بھی زبان سے نکل جاتے تھے

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت مسرور تھے۔ بی بی خدیجہؓ نے آپ سے کہلا بھیجا کہ میری مسرت کی تکمیل میں آپ بھی کچھ اونٹ ذبح کرکے قریش کی دعوت کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

چونکہ ابو طالب کی امید سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر یہ شادی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے کئی مرتبہ آسمان کی طرف رُخ کرکے یہ فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اذھب عنا الکرب ودفع عنا الھموم (شکر ہے اس ذات کا جس نے مصیبت اور رنج وغم دور فرما دیئے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بی بی خدیجہؓ سے اس قدر خوش تھے کہ جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے دوسرے نکاح کا نام بھی نہ لیا۔

معلومات

اس کے بعد سے زمانہ بعثت تک کے مفصل واقعات پر کچھ ایسا پردہ پڑا ہوا ہے۔ جو پورے طور پر سامنے نہیں آتے۔ کتب تاریخ وسیرت میں اس زمانہ کے واقعات بہت ہی کم قلم بند کئے گئے ہیں۔ ہم بہت کوشش کرینگے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مبارک حالات بھی زیادہ سے زیادہ معتبر ذریعہ سے لئے ہوئے زیب قرطاس کریں۔ لیکن ان پندرہ سال کے واقعات میں یہ تسلسل قائم نہ رہ سکیگا۔ جیسا اب تک چلا آ رہا ہے۔ یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر جسے ہم پہلے حوالہ قلم کرچکے ہیں۔ وہ اس وقت ہوئی تھی جب آپ کا سن شریف ۳۵ سال کا تھا۔ لیکن وہاں چونکہ مسلسل واقعات آرہے تھے اس لئے یہ واقعہ بھی اُسی سلسلے میں لے لیا گیا۔

نکاح سے بعثت تک کے جستہ جستہ حالات

نکاح کے بعد آپ نے تجارت کی غرض سے کئی اور سفر کئے جن میں سے صرف ایک یا دو سفر تو کامیاب ہوئے باقی میں نفع کے بجائے نقصان

حکمت | یہ اس سے کہ اب زمانہ بعثت قریب آ رہا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دنیا کے کاروبار میں مشغول رہیں۔ بس آپ کی تجارت میں گھاٹا ہونے لگا۔ اور روز بروز آپ کے دل میں دنیا کے کاروبار سے نفرت پیدا ہونے لگی۔ یہاں تک کہ آپ اس سے ایسے متاثر ہوئے کہ ہر سال میں ایک مہینہ جبلِ ثور میں معتکف ہو کر گزارنے لگے جب کھانے پینے کی چیزیں آپ کے پاس ختم ہو جاتیں تو آپ گھر تشریف لاتے، اور بی بی خدیجہؓ سے غذائے خورد و نوش لے کر فوراً واپس ہو جاتے تھے۔

سفر کے متعلق تاریخی معلومات

یہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ عام طور پر مکہ والے دور دور تک تجارت کی غرض سے جاتے اور اپنی تجارت فروخت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی سفر کیے۔ جن میں سے بعض کی تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔ لیکن ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کے بعد جو سفر آپ نے کیے اُن کے متعلق مختصر یہ ہے۔

شام و یمن کے علاوہ آپ نے دیگر مقامات پر بھی سفر کئے جزیرۂ عرب کے مختلف مقامات پر بازار لگا کرتے تھے، جیسے آج ہندوستان کے مختلف مقامات پر نمائشیں ہوتی ہیں، اُن بازاروں میں سے "حباشہ" اور "جرش" میں آپ کا مال تجارت لیکر جانا ثابت ہے۔ جرش یمن کے علاقہ میں ہے۔

صاحب مستدرک کہتے ہیں کہ "جرش" میں آپ دو مرتبہ تشریف لیگئے اس قول کی تصدیق متعدد حضرات نے کی ہے جن میں علامہ ذہبی بھی ہیں۔

بعثت کے بعد جب آپ کے پاس مختلف مقامات سے وفود آئے تو ان میں جرش کا وفد بھی آیا۔ آپ نے اہلِ وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام پوچھا۔ لوگ متحیر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ تو ان مقامات کے نام ایسے

اس طرح بتا رہے ہیں۔ جیسے آپ نے وہاں کا چپہ چپہ دیکھا ہے۔

ارشاد ہوا۔ اس میں شک نہیں میں نے تمہارے علاقہ کی اچھی طرح سیر کی ہے۔

مورخینِ یورپ سے ایک اور معالقہ

(چونکہ متعصب اور تنگ نظر مورخین یورپ جنہیں ہمارے قابل ترین دوست میور کے مدبر ہونے کا دعوئے ہے۔) کہتے ہیں کہ حضور صلعم کی تو معلومات کا انحصار سفر پر ہے۔ جو آپ نے پے در پے مختلف مقامات میں کئے ہیں۔ اور سمندر کا سفر بھی آپ نے اچھی طرح کیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے عرب کے بحر میت کا مطالعہ بھی فرمایا ہے۔

تعجب۔ افسوس۔ حسرت۔ حیرت اُن مغربیت اور بے حیثیتوں پر جو ایک طرف تو سراپا عقل ہونے کا دعوے کریں۔ اور دوسری طرف اس قدر بیہودہ لغو اور مہمل باتیں لکھ کر اپنی کتابوں کو گندہ کریں۔

ایک اور نئی بات بھی ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں جو سمندر کی اس قدر تفصیل ہے اُس سے معاذ اللہ آپ کے ذاتی تجربے کی بو آتی ہے۔ حیف اِن کی عقلوں پر اور افسوس اُن کے دماغوں پر کہ اُن کی قوتِ پرواز مچھر کے برابر بھی نہیں۔

یہ لوگ نہ علم کے قائل نہ خدا کی قدرتوں کے معترف۔ مگر ہاں اس پر ضرور ایمان رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسانی روح دنیا کو فیض پہنچا سکتی ہے۔ یہود کی تاریخ میں مارتھا کا دور زندگی کا قصہ بھی نہایت شد و مد کے ساتھ مرقوم ہے کہ جس نے مارتھا اور اُس کی ماں پر احسان کئے تھے۔ اُس کی سات پشتوں تک مارتھا کی روح کا احسان پہنچا جس کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ احسان

کرنے والے کا بیٹا جب جوان ہوا تو مادھو کی روح اُس کے سامنے آئی اور
کہا تو اس بھری دنیا میں سے جو چاہے تجھے عطا کر دیا جائے۔ اُس نے دولت
مانگی اور مل گئی۔ وہ ایک دم امیر الامراء بن گیا۔ اسی طرح اُس کے بیٹے پوتے
بھی روح کے احسان سے فیضیاب ہوتے رہے کسی نے علم مانگا کسی نے
شہرت چاہی۔ وغیرہ غرض جس نے جو چاہا مل گیا۔ آخری شخص نے چاہا کہ
مجھے دنیا کے ہر شخص کا حال معلوم ہو جایا کرے۔ چنانچہ یہ علم غیب بھی اُسے
حاصل ہو گیا۔

بھلا بتلائیے تو سہی کیا واہیات خرافات ہے۔ اے ہمارے نا عقل دوستو
آپ کی عقل پر اتنے گہرے گہرے پردے کس نے ڈال دیئے۔ دنیا کے ایک بھگت
کو تو روح کے طفیل جہان بھر کے لوگوں کا حال معلوم ہو جائے لیکن خود دو عالم نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے ذریعہ سے کائنات کی چیزوں کا علم حاصل نہ ہو۔ اگر یہ لوح خیالی اور
کہ عقلی نہیں ہے تو جب ایک گنہگار کی روح میں اتنی بڑی قوت ہو سکتی ہے
تو بتلائیے خدا کی طاقت میں کس قدر لامحدود طاقتیں ہوں گی۔ آپ بھی تو حضرت
نرنکار کو سب سے بڑا خدا مانتے ہیں۔ خواہ وہ آپ کے قول کے مطابق آتما کا
باپ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر آپ کے نزدیک سب سے بڑا خدا تو ہے۔ پھر اگر اُس خدا تعالیٰ
نے قرآن مجید میں تمہاری تشریح فرما دی تو آپ کیوں چونکتے ہیں یہ تو آپ کہہ
نہیں سکتے کہ آپ خدا کی عجیب وغریب قدرتوں کے قائل نہیں۔ ہاں یہ کہیں گے
کہ یہ قرآن مجید خدا سبحانہ کے ہاتھ کا نہیں محمد کا بنایا ہوا ہے۔ بہت اچھا ہم
آپ کے جواب میں چند ایک ضروری آیتیں پیش کرتے ہیں مطالعہ کیجئے۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِیْنَ (یہ ایسی کتاب ہے جس کے کلام ربانی ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں اور اگر تمہیں کچھ شک ہے اس مقدس کتاب پر جو ہم نے اپنے بندے محمد پر نازل فرمائی ہے تو اس شبہ کے دور کرنے کا سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ ایک اس جیسی سورۃ بنا لاؤ اور بنا لو اپنے حمایتوں کو خدا کے سوا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو)

آج اس دعوے کو ساڑھے تیرہ سو برس ہو گئے لیکن مرزا اب تک کوئی بھی جواب دے سکا ہو۔ آپ بیچارے تو کیا ہیں ۔ کے آدمی کے پیر شدتی۔ بڑے بڑے فصحائے عرب جو اپنی فصاحت، ور بلاغت میں بے نظیر تھے۔ ذرا سا بھی جواب نہ دے سکے۔

ایک بوجھ بجھکڑ کے نما پیر نے وَالنّٰزِعٰت کے مقابل میں دو تین آیتیں اس مثال کے موافق گھڑی تھیں کہ اگرچہ گند بیروزہ بخشکہ شود دست گرا کہ پند داست۔ نمونے کے طور پر ایک دو آیت سنئے۔ وَاللّٰبِسَاتِ لِبَاسًا وَاللَّاقِمَاتِ لُقْمًا (قسم ہے ان عورتوں کی جو اچھے اچھے لباس پہنتی ہیں قسم ہے ان عورتوں کی جو بڑے بڑے نوالے کھاتی ہیں)

اب کلام ربانی ملاحظہ فرمائیے۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا (قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافر کی رگوں میں ڈوب کر جان نکال لیتے ہیں۔ اور قسم ہے ان کی جو مسلمانوں کی جان اس قدر آسانی سے نکالتے ہیں گویا بند کھول دیتے ہیں)

جس طرح آفتاب اور پردۂ ظلمات میں زمین آسمان کا فرق ہے اسی طرح کلام ربانی اور کلام شیطانی میں زمین آسمان کا نہیں تحت الثریٰ اور عرش کا فرق ہے

حضور کے سفر سے آپ کی تمام معلومات۔ تو اس کے متعلق تمام یورپ اور مارگولیس کا
تتبع کرنے والے فاضل دوستوں سے یہ عرض کریں گے کہ آپ نے تاریخ نگاری
کے وقت کبھی کبھی خواہ مخواہ کے تعصب اور بے بنیاد عناد سے فرصت حاصل کی
یا ساری کتاب اسی عالم میں لکھ ڈالی۔ جناب واقدی تو آپ یہ فرماتے ہیں کہ
حضور صلعم کو بحیرہ نے تعلیم دی۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ کو نجران کے بشپ نے وعظ
سنائے۔ اور کبھی رقم فرماتے ہیں کہ آپ کو سفر کی بدولت ہر قسم کی مذہبی وغیر
مذہبی معلومات حاصل ہو گئیں کسی نے سچ کہا ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد
ان جوڑوں کا بٹھانا کم از کم ہم جمہور ہندوستانیوں سے تو بالکل ناممکن ہے۔ ہاں آپ
جیسے ذی احترام، سراقتدار فاضل گو یہ جوڑ ٹھیک بٹھا دیں تو بٹھا دیں۔

میں پوچھتا ہوں آخر ان باتوں سے نتیجہ کیا نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تہذیب،
خلق اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ آپ بھی جس ذات کو معصوم غیر [illegible] سمجھتے ہیں اس
کی سوانح حیات میں من گھڑت غلط روایتیں درج کر کے [illegible]
ہو سکتا ہے کہ اس اعلیٰ ترین ہستی کے بیشمار مراتب میں کمی آ جائے۔ توبہ توبہ ساری
دنیا بھی مل کر زور لگائے تو بھی آپ کے مدارج اور محامد میں ذرہ بھر فرق نہیں آ سکتا
یوں تو مجذوب خدا کو بھی گالیاں دیتے ہیں لیکن کیا اس کی غیر محدود خدائی میں
کچھ بھی فرق آتا ہے۔ اگر آپ حضور کی صحیح صحیح سیرت لکھتے تو نہ صرف آپ کی روح
شاد ہوتی بلکہ مسلمان بھی آپ کے بہت زیادہ ممنون و مشکور ہوتے اور آپ کا نام ہمیشہ
کے لئے زندہ رہتا۔ مگر افسوس آپ نے وہی کیا جو آپ کی تہذیب، خلق، عقل، دماغ
[illegible] ذہن وغیرہ کے شایاں تھا۔

بعد جو سفر تجارت کی غرض سے کیا گیا ہو جس کا مقصد محض صرف
تجارت ہی ہو تو اس سفر میں یا علوم و حکمت کی باتیں سیکھنا، مذہبی تجارب حاصل کرنا

ہماری ناقص عقل میں تو آتا نہیں۔ ہاں آپ کی عقل میں آتا ہو تو آتا ہو۔ اچھا جانے دیجیے۔ بخیر ملاقات ہوگی۔

شرک سے تنفر

بچپن سے لیکر بعثت تک آپ نے قطعاً بت پرستی نہیں کی جس کی شہادت تمام اسلامی تاریخ دے رہی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قریش نے آپ کے سامنے ایسا کھانا لاکر رکھا جو بتوں کی اولیا کا تھا۔ کیونکہ اونٹ ایک بت کے نام پر ذبح کرکے سارا کھانا ناگندہ کرلیا گیا تھا آپ نے کھانا دیکھکر تناول فرمانے سے صاف انکار کر دیا۔

عیسائی کہتے ہیں کہ بعثت سے قبل آپ کی بت پرستی ثابت ہے اور اس دعوے میں یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ آپ کے سب سے پہلے صاحبزادے کا نام عبد العزیٰ تھا۔ لیکن ہمارے مخالف خیال کے مورخ لکھتے وقت کچھ ایسے غافل ہو جاتے ہیں کہ معاملے کے ہر پہلو پر بالکل غور نہیں کرتے۔

بی بی خدیجہ بعثت اسلام سے پہلے کافرہ تھیں۔ وہ یہ نام انہی نے رکھا ہوگا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب باری نے بھی اس کے خلاف کچھ حکم نہیں دیا تھا۔ اس لئے آپ نے منع نہیں فرمایا ہوگا۔ گر ہمارے عیسائی مورخ یہ ثابت کر دکھائیں کہ آپ نے کبھی بتوں کے آگے سجدہ کرنا تو ایک طرف دعا بھی مانگی ہو تو ہم بھی تسلیم کر لیں گے۔ مگر افسوس ہمارے فاضل دوست قیامت تک یہ ثابت نہیں کر سکتے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہمارے یہ محققین صرف اپنے عیسائی مذہب پر تدبر کرکے حضور سرور عالم کی سوانح حیات لکھتے تو کبھی ایسی خود بینیں ان کی زبان و قلم سے نہ نکلتیں۔ یہ ان کا تعصب ہے جو ان سے ایسی باتیں کہلواتا ہے۔ درحقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ہمارے تاریخی ذات میں معتبر ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا سب سے پہلا

راوی اسمٰعیل ہے جس کے ثقہ غیر ثقہ ہونے پر ذیل کے زبردست شہادت پڑتی ہے۔

معاویہ بن صالح۔ یحییٰ بن مخلط۔ امام نسائی۔ نضر بن سلمہ مروزی۔ دارقطنی

سیف بن محمد۔ سلمہ بن شبیب

اسمٰعیل اپنے باپ سمیت ضعیف ہے۔ وہ جھوٹ بولا کرتا ہے اور اس کی روایت محض ہیچ ہے۔ غیر ثقہ اور ضعیف ہے وہ جھوٹا ہے۔ میں اُس کو صحیح روایت کے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا ہے مجھ سے اس شخص نے خود اس جرم کا اقرار کیا ہے۔ کہ جب کسی بات میں جھگڑا پڑ جاتا تھا تو میں ایک حدیث گھڑ لیا کرتا تھا۔

کہاں ہیں ہمارے فاضل مورخ آئیں اور ان آراء کا جواب دیں۔ یہ آخری رائے تو پوری وضاحت کے ساتھ۔ بہت سخت اور بالکل قطعی فیصلہ کرنے والی ہے۔

خدا جانے ہمارے عیسائی دوست غیر صحیح روایات کیوں پیش کرتے ہیں غالباً اُن میں اُنہیں اپنی کہانیاں بنانے میں کافی مدد مل جاتی ہے۔

بہر کیف یہ قطعاً ثابت ہے کہ آپ کا میلان کبھی بت پرستی کی طرف نہیں ہوا بلکہ بعثت کے قریب زمانہ میں آپ نے بتوں کی برائی شروع کر دی تھی۔

بتوں سے آپ کا تنفر بحیرہ کے واقعہ ہی میں ثابت ہے کہ جب آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دیتا ہے اور آپ ان بتوں سے تنفر اور برطرف ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں بت پرستی کا لگاؤ تک نہیں تھا۔

لہو ولعب سے مخالفت

چالیس سال میں صرف دو مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ آپ نے راگ کی مجلس میں شرکت چاہی جہاں عرب میں جاہلیت کے بےشمار امراض تھے۔ وہاں ایک یہ بھی تھا کہ دن کے مشغلہ سے فرصت پا کر رات کو کھانے کے بعد قصہ گوئی کیلئے ہر محلے میں لوگ جمع ہوتے تھے۔ اور

ایک ایک فرد کی روزی تھی۔ لیکن آج کیفیت یہ ہے کہ ابوطالب کو اپنے اہل و عیال کی پرورش بھی مشکل معلوم ہو رہی ہے۔ ان کے ایثار، قربانی، خلوص اور مہمان نوازی نے انہیں آج اس قابل نہ رکھا کہ یہ اسی سیر چشمی کے ساتھ اپنے بچوں کی پرورش کر سکیں۔

یہ حالت دیکھ کر حضور اکرم سے نہ رہا گیا۔ چچا کی تنگیٔ معاش پر بہت دکھی ہوئے اور ایک روز ان کے پاس تشریف لا کر فرمانے لگے۔

کیا میرے مقدس چچا میری درخواست قبول فرمائیں گے؟

ابوطالب: بھلا میرے بھتیجے کی بات مجھ سے کہے اور میں انکار کر دوں۔

تو پھر میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ایک بھائی کو مجھے دے دیں جن کی پرورش میں بڑی محبت اور بڑے شوق سے کروں گا۔

ابوطالب: ہاں مجھے احساس ہے کہ تم میری تنگیٔ معاش سے بہت رنجیدہ ہو اور اس غم کو ہلکا کرنے کی تم نے یہ صورت نکالی ہے۔ اچھا چونکہ تم نیک ہو اور مجھے تمہارا دل ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہیں۔ اس لئے جس بچے کو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

حضور اکرم بہت خوش ہو گئے اور حضرت علی کو جن کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی اپنے ساتھ لے آئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جب اس ارادے سے ابوطالب کے پاس چلے تو پہلے اپنے دوسرے چچا عباس کے پاس گئے اور فرمایا آپ جانتے ہیں کہ چچا ابوطالب کا ہاتھ بہت تنگ ہے۔ اس لئے میرے نزدیک مناسب ہے کہ ایک بچے کو میں اور ایک کو آپ چچا جان سے مانگ لیں اور ان کی عسرت کچھ ہلکی کر دیں۔

حضرت عباس نے جواب میں بسر و چشم کہا اور آپ کے ہمراہ ابوطالب کے

پاس آئے جب حضور نے علیؓ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا تو حضرت عباس آگے بڑھے اور بھائی سے یہ کہنے لگے۔

حضرت عباس۔ اے میرے بڑے بھائی! میری درخواست بھی قبول فرمائیے اور میرے ایک بھتیجے کو مجھے دیدیجئے۔

ابو طالب نے اُن سے بھی رضامندی ظاہر کی۔ اور حضرت عباس جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو لے کر چلے۔ حضورِ اکرم بھی ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور دونوں حضرات اپنے اپنے قیام گاہ کو چلے گئے۔

حضرت علیؓ حضور صلعم کی آغوش تربیت میں

حضرت علیؓ کو جس محبت کے ساتھ حضورؐ نے پرورش فرمایا وہ آفتاب کی طرح روشن ہے۔ اگرچہ یہ چیز ہمارے خیال میں ابو طالب نے بتیس ۳۲ سال جو حضورِ اکرم صلعم کی خدمت کی تھی اس کا پورا بدلہ حضور کی طرف سے ہوگیا۔ کیونکہ آپ نے حضرت علیؓ کو صغر سنی ہی میں لیکر پرورش فرمایا۔ اور اپنے بچوں کی طرح اُن کی ہر بات کا خیال رکھا حتی الامکان آپ نے کبھی حضرت علیؓ کو رنجیدہ نہ ہونے دیا۔ حضور کی مبارک تربیت اور صحبت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ حضرت علیؓ پہلے اسلام لانے والوں میں ہوئے۔ تشریح علامہ جلال الدین سیوطی نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

کہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والی بی بی خدیجہ کبریٰ رضؓ بچوں میں علیؓ مرتضیٰ شیر خدا۔ اور جوانوں میں ابوبکر صدیق رضؓ تھے۔

ہمارے خیال میں یہ تصریح بہت صحیح ہے کیونکہ اس طرح تینوں بزرگوں میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ رہی۔

یہ دلچسپ تفصیلی حالات انشاء اللہ اپنے مقام پر آئیں گے۔ اب ابو طالب

کے پاس عقیل اور طالب دو بچے رہ گئے۔ عقیل تو خلعتِ اسلام سے مشرف ہوئے اور انہوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے۔ جن کے متعلق انشاء اللہ مناسب مقامات پر عرض کیا جائے گا۔ لیکن طالب نے کچھ ایسی خاموش زندگی گزاری کہ ان کا پتہ تاریخ میں بڑی مشکل سے لگتا ہے۔ مگر افسوس ان کے برے انجام کے متعلق ضرور مورخین نے اشارہ کر دیا ہے۔ غزوۂ بدر میں یہ مشرکین کی زبردستی سے میدانِ جنگ میں آ کر لڑے اور مارے گئے۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ جب حضرت علیؓ حضورؐ کی بابرکت خدمت میں آئے تو آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ۶۰۰ء میں پیدا ہوئے اور ۶۶۱ء میں ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ لیکن بعض نے آپ کی عمر شریف ۱۰ سال کی بیان کی ہے جس حساب سے آپ کی پیدائش ۵۹۶ء میں ہونی چاہئیے۔ مگر ہمارے خیال میں یہ دوسری روایت غلط ہے کیونکہ اس کے راوی ضعیف اور کذاب ہیں۔

حضرت علیؓ حضورؐ کو اپنے باپ کی بجائے اور حضورؐ انہیں بیٹے کی جگہ سمجھتے تھے۔ (حضرت علیؓ کے فضائل مناقب اور سبق آموز حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔)

زید بن حارثہ کچھ دنوں کے بعد ایک حادثہ سے زید کو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے عزیز حکیم نامی نے ام المومنینؓ کی خدمت میں لا کے دے دیا تو آپ نے حضور رسولِ خداؐ کی خدمت میں یہ غلام پیش کیا تاکہ آپ کا کام کاج کیا کرے۔

سعادت مند اور خدمت گزار زید نے تھوڑے ہی دنوں میں حضور پر اپنی وفاداری ثابت کر دی کہ آپ زید کو بیٹے سے زیادہ عزیز رکھنے اور اولاد

کی مثل محبت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضور نے اُن کا نکاح اپنی کھلائی اُم ایمن
سے کر دیا جن سے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔

جس بات نے حضور کے دل میں زید کی بڑی قدر و محبت پیدا کر دی
وہ یہ تھی۔ کہ بنی کلب کے چند افراد حج کے لئے مکہ میں آئے جن میں سے بعض
نے زید کو حضور اکرم کے پاس دیکھ لیا۔ جب حج سے فارغ ہو کر یہ وطن کو
پہنچے تو حارثہ سے کہا (جو بنی طے کے قبیلے سے تھا) کہ ہم نے تمہارے بیٹے کو
محمد بن عبداللہ کے پاس دیکھا ہے۔ مگر بہت ہشاش بشاش۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ
وہ یہاں سے بھی اچھی طرح اُن کے پاس رہتا ہے۔ حارثہ یہ خوشخبری سن کر
شاد ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے بیٹے کے غم میں دنیا کو تج دیا تھا۔ یہ اسی وقت سامان
سفر درست کر کے مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے حضور پرنور سے شرف
نیاز حاصل کیا۔ بیٹے کو دیکھ کر گلے لگا لیا۔ پیشانی پر بوسے دئے۔ جب باپ کا جوش
محبت کچھ کم ہوا تو اس نے حضور کی خدمت میں بہت سا سونا چاندی پیش کیا۔
اور کہا کہ آپ زید کو آزاد فرما دیں۔ حضور نے اس چاندی سونے کی طرف تو
توجہ بھی نہ فرمائی اور زید سے پکار کر فرمایا۔

سنو زید۔ میں نے آج سے تمہیں بالکل آزاد کر دیا۔ اس وقت سے
تم بالکل خود مختار ہو۔ چاہو میرے پاس رہو خواہ اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔

زید نے اپنے آقا کی اس بے بہا نوازش کو دیکھ کر عرض کیا۔ میرے سرکار!
آپ کا وفادار ان مبارک قدموں سے تا دم زیست کبھی جدا نہ ہوگا۔ میں تو
جس روز سے آپ کے پاس آیا آپ ہی کو ماں باپ سمجھا۔ جو شفقت
و محبت میں نے آپ میں دیکھی وہ میرے باپ میں قطعی نہیں ہے۔

حضور اکرم صلعم زید سے یہ جواب سن کر اور یہ وفاداری دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔

ڈاکوؤں کے لئے بچہ کا پکڑنا زیادہ آسان ہے یا جوان کا۔ اگر مؤرخ صاحب کے استدلال
کے موافق زید جوان تھے تو وہ کسی نہ کسی طرح بھاگ سکتے تھے۔ اتفاقیہ ہاتھ
آجانا تو ایک تقدیری امر ہے۔ ورنہ بچے کے مقابلہ میں جوان کا پکڑ لینا کچھ آسان
کام نہیں۔

ہمارے یہ فاضل تو یونہی بے تکی اڑایا کرتے ہیں۔ خدا جانے انہیں
ان کی قوم نے اس قدر سر کیوں چڑھا رکھا ہے جنہیں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں
سر اقبال نے غالباً ایسے ہی انسانوں کے لئے یہ شعر کہا ہے ؎

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو — بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

ہاں فاضل مؤرخ نے جو بات کہی ہے وہ ضرور قیاس میں آتی ہے
ام ایمن کا نکاح بے شک ایک ایسی چیز ہے جو بالکل بچے کے ساتھ ہونا خلاف
عقل ہے۔ لیکن اس سے بھی زید کی کچھ بہت زیادہ عمر ثابت نہیں ہوتی۔
بس یہ ہے کہ چودہ پندرہ برس کا لڑکا بالکل بچہ نہیں ہوتا۔ ورنہ زیادہ جوان تو
ہاں شرعاً بالغ ضرور ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ زید کا نکاح یہی سمجھ کر دیا گیا ہو کہ
وہ بالغ ہو چکے ہیں۔

ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ کسی عیسائی مؤرخ نے زید کو اس وقت دس
برس کا بتایا جب وہ مشرف بخدمت حضور ہوئے۔ اب سمجھئے۔ چودہ پندرہ
برس کی عمر والے کو عیسائیوں کی کتابوں کا خدا کس طرح ہو گیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے
کہ زید کی طبیعت عمر دوست واقع ہوئی تھی۔ اس لئے انہوں نے خدا رسی تا
بہت جلد ترقی حاصل کر لی۔ لیکن یہ خیال گیا کہاں کہ عیسائی مؤرخوں کے
معتقدین کے سر پر ان کی عظمت کا جنون سوار ہے۔ ہمیں کیا غرض پڑی کہ ہم
بغیر عقل کی کسوٹی پر کسے اسے تسلیم کر لیں۔ شاید فاضل مؤرخ کو یہ خبر

ہمارے فاضل مورخ! چونکہ آپ کی مصنوعی تصویر پر خاک ڈالنے اور اُسے معدوم کرنے میں ہم بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہو گئے۔ اس لئے آپ کا ذرا اپنا قیمتی وقت زیادہ صرف نہیں کرنا چاہتے۔ اب جائیے پھر کبھی ملاقات ہوگی۔

قربِ نبوت
سورۂ الم نشرح کی تفسیر

یہ سورۃ مکی ہے۔ اس میں آٹھ آیتیں ۲۸ کلمے اور ۱۳۰ حرف ہیں۔ اس کا لگاؤ سورۂ والضحیٰ سے اس طرح ہوتا ہے کہ ان دونوں میں حق تعالیٰ نے ہی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گنوائی ہیں۔ ان دونوں کی عبارت بھی کچھ ملتی جلتی ہے۔ لیکن ان دونوں کو ایک کہنا جیسا شیعہ کہتے ہیں بالکل غلط ہے اس لئے کہ سورۂ ضحیٰ میں آپ کی ظاہری اور اس صورت میں باطنی نعمتیں گنوائی گئی ہیں۔ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کا یہاں بخوفِ طوالت مخل ہے۔ اس کا نام الم نشرح رکھا گیا۔ کہ اس کی عبارت کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل پر دال ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایک عجیب وغریب کمال کا ذکر فرمایا گیا ہے یعنی حضورِ اکرم صلعم کا سینہ مبارک کھول کر علائقِ دنیا سے صاف کرکے جس نے اُسے تجلیاتِ الٰہی کا مرکز بنایا ہے اس لئے یہی کمال تمام کمالات کی جان ہے یہی عبارت اس صورت میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ آپ ہی کی بہتری کیلئے کہ آپ بارِ وحی کے متحمل ہو سکیں۔ ہمارے اسرار کا مخزن ہو جائیں۔ اور تمام جسمانی کثافت سے منقطع اور بری ہو کر پاک رہیں۔ اس لئے فرمایا کہ آپ کا سینہ کھول دینا آپ ہی کے فائدہ پذیر ہونی ہے۔

خزینہ اسرار نبوت۔ واقع عظمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنی مرتبے تو ایسے عجیب وغریب ہیں کہ اہلِ ظاہر انہیں سمجھ بھی نہیں سکتے چہ جائیکہ [illegible]

آپ فرماتے ہیں کہ سینہ چاک کرنے، دل کا نکالنے، دھونے، پھر وہیں رکھ دینے
ان سب میں مجھ کو ذرا بھی تکلیف نہ معلوم ہوئی۔ اور میرا سینہ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔
یعنی اس میں ٹانکوں کا کہیں بھی نشان نہ تھا۔ پھر دونوں حضرت نے میرے ہاتھ
پاؤں کو پہلے کی نسبت خوب مضبوط پایا جیسے طرح ظرف سے کوئی چیز نکالنے کے لئے اُسے
اوندھا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجھے بھی کیا گیا۔ پھر میری پشت پر ایک مہر لگا دی۔
یہ بات تیسری دفعہ سینہ کشادہ کرنے کی وقت ہوئی۔ جب آپ کو یہ شرافت
شب معراج میں حاصل ہوئی ۔ ۔ ۔ لہذا اسی مقام پر لکھی۔
اشارہ: آپ حضور خلعت نبوت سے مشرف کر دیئے گئے۔ اس وقت
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سینہ چاک کرنے، دل دھونے اور پھر وہیں رکھ دینے والے
ایک جبرئیل اور دوسرے میکائیل تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ سورہ مبارکہ جو ترجمہ ذیل سے تحقیق کر دی
جاوے جس کے بعد عقل میں انسان سے ایک تجربہ ہو گی۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ (پارہ عم ٣٠)

یعنی کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور آپ کے سر سے وہ بوجھ جس
نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ اتار دیا اور تمہارے سبب ذکر کو بلند کیا۔ تو سمجھ لو کہ
بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک تنگی کے ساتھ آسانی
ہے تو جب آپ ان کاموں سے فراغت پائیں تو اپنے رب کی عبادت
میں محنت کیجئے اور اسی سے دل لگائیے۔ یعنی آپ کا سینہ اس سے کشادہ کیا گیا
کہ ایک طرف تو آپ کے ذریعہ سے مخلوق دنیا کا پہنچانا ہے اور دوسری طرف

اور اب سنیے۔

مغربی مورخوں سے ایک اور تجربہ

ہمارے فاضل مورخ اس مسئلہ میں بالکل چراغ پا ہیں۔ وہ عقل کے پتلے کہتے ہیں کہ یہ سینہ چاک کرنا۔ دل نکالنا۔ دھونا۔ پھر واپس رکھ دینا اور اس کے بعد حضور صلعم کا زندہ رہنا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ ایک من گھڑت۔ بے سروپا اور دل خوش کن کہانی ہے۔ (معاذ اللہ)

افسوس ہمارے نامور اہلِ مذہب جو کچھ بھی کہیں، عیسائی مورخ بات کی تہ کو پہنچنے سے پہلے ہی شب پرہ کی طرح بھگدڑیاں کرنے لگتے ہیں جب یہ خود بھی روحانیت کے قائل ہیں۔ اور اس کی طاقت کو دنیا کی طاقتوں سے ممتاز سمجھتے ہیں تو نہ جانے ایسی واہیات باتیں کیوں کہا کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں یہ میسمریزم کیا چیز ہے۔ جس کا عامل معمول کو بیہوش کر کے اُسے تمام دنیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کی سیر بھی کرا سکتا ہے۔ کامل اور مکمل میسمرائزر تو مخفوظ چیزیں بھی بتا دیا کرتا ہے ہمیں اس علم کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ناظرین ہم سے اچھی طرح اس علم کو جانتے ہیں۔ سوال کرنے کی چیز یہ ہے کہ جب دنیا کی طاقت ایسی بڑی طاقت ہو سکتی ہے تو عالمِ غیب کی طاقتیں کیسی ہوں گی۔ اگر آپ کی عقل میں کشادگی سینہ کا مسئلہ نہیں آتا تو ہمارے خیال میں یہ میسمریزم کی طاقت کیوں آئے۔ آپ کہیں گے یہ تو مشاہدات ہیں ہم عرض کریں گے کہ وہ مسئلہ بھی ایسا نہیں جس کی مثال نہ ہو۔

امریکہ کے ڈاکٹروں نے بندر کے انثیین نکال کر انسان میں تبدیل کر دیئے اور وہ اسی طرح زندہ بلکہ ہر فرض ادا کرنے کے قابل رہا۔ اب سمجھئے تو مادیت اور روحانیت میں کیا اتنا فرق بھی نہیں ہوگا۔ مادیت کے پتلے نے جانور کے انثیین انسان میں داخل کر دیئے وہ تھوڑی تکلیف کے بعد اچھا ہو گیا۔ اور اس کی نامردی

مردمی سے بدل گئی۔ اگر روحانیت کے پکڑنے پر کسی نے آپ کا سینہ چاک کرکے
دل نکالا۔ دھویا اور رکھ دیا۔ تو کیا تعجب ہے اور کیوں آپ ہرگاہ توسن کی طرح بدکتے
ہیں۔ اچھا اور لیجئے آپ کے مسیح تو دریاؤں میں پانی پر چلتے ہوئے سنے گئے ہیں۔ یہ کونسی
عقل کی بات ہے ذرا آپ تو ہمیں پانی پر چل کر دکھائیے۔ دوستو! ان کج بحثیوں کو
چھوڑیے کام کی باتیں کیجئے۔ آسمان کا تھوکا حلق پر نہ لیجئے۔ یہ آپ بھی تسلیم کرتے ہیں
اور ہم بھی کہ نبی کی فطرت عام فطرت سے بہت زیادہ بلند ہوتی ہے۔ لیکن ہم پانی پر نہیں
چل سکتے۔ اور خلاف قیاس باتیں نہیں کرسکتے۔ مگر نبی خدا کے حکم سے سب کچھ
کرسکتے ہیں۔ اب بھی آپ کی تسلی نہیں ہوئی۔ تو دو لفظ اور سن لیجئے۔ آپ سینہ چاک
کرنے والے کو غالباً انسان اور چھری کو مادی چھری سمجھتے ہیں۔ نہیں۔ یہ دست
فرشتوں کے ہاتھ تھے۔ اور نور کی چھری۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلعم کو ذرا
بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی جس طرح نور اور مادے میں فرق ہے۔ ویسا ہی
دونوں چھریوں کی کاٹ میں بھی۔

مادی چھری کی کاٹ تکلیف سے خالی نہیں اور نور کی چھری کی کاٹ میں
تکلیف کا لگاؤ بھی نہیں ہوتا۔ بس اسی نور کی چھری سے دونوں فرشتوں نے آپ
کا سینہ چاک کیا تھا۔ لہذا آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی جیسی ہوتی۔ مگر جناب
تو نورانیت کے بالکل منافی تھی کیونکہ نور اور مادے میں فرق آ گیا ہے۔ بس اب
ہے تو آپ کی پوری تسلی ہو گئی ہوگی۔ گر ابھی بھی نہیں ہوئی تو خدا کی قدرت
پر بالکل چپ رہیے۔ جو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ خلاف العقل کی بات پر کوئی عقلمند یقین نہیں
کرے گا۔ ہم کو جو کچھ ... [illegible] ... ادا کرنے تھے
فرض ادا کر چکے۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔

روشنی سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

بہاروں کی عید

یہ وہ بہار افروز زمانہ ہے جب حضور پُر نور صلعم نے گلشن عمر کے چالیسویں چمن میں قدم رکھا۔ وہ بہاریں جو آپ کی ولادت کے وقت کوثر سے منہ دھو، شراب کیف سے مخمور ہو چکی تھیں، اور گلزارِ عالم کا ہر ہر پتہ مبارکباد کے نغموں سے گونج اُٹھا تھا۔ آج اُن بہاروں کی کیا کیفیت بیان کی جائے۔ جب روحِ بہار کی ولادت کے جشنِ مسرت ہی میں تنے تنے میں تازہ جان آ گئی تھی۔ تو اُس وقت کی خوشبوؤں کا کیا پوچھنا۔ جب خدا کا پیارا، مست کاروان بطحا کا دولہا لونڈیوں غلاموں کا آقا، حق تبارک وتعالیٰ کے فضل سے خلعتِ نبوت سے مشرف ہو رہا ہے۔ مشرق کے جانور مغرب اور جنوب کے شمال میں جا کر ایک دوسرے کو مبارکباد کے کیف فزا نغمے سُنا رہے ہیں ہر باغ پر ایک ایسی بہار چھا رہی ہے۔ جو کبھی اس سے پہلے نہ دیکھی گئی تھی۔ دُنیا کا ذرہ ذرہ مسرت وانبساط سے جھوم جھوم کر حق سبحانہ تعالیٰ کے حضور میں سربسجود ہے۔ وہ کیا قدرتِ معبود ہے کہ آج صدیوں کے بعد ایک ایسا بادشاہ عالم پناہ مسندِ رسالت پر جلوہ فرمانے والا ہے جس کی خوشخبری لے کر آدم سے عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام دُنیا میں تشریف لائے۔ دل نئی فرحت افزا امید پر کائنات کا ہر ذرہ جی رہا تھا۔ یہی روح پرور خبر سُن کر زمانہ جلد جلد لیل ونہار کی رنگت بدل رہا تھا۔ تارے، چاند، سورج روز بیتاب ہو ہو کر اپنے برجوں سے اُس مجسمہ نور کے شوقِ زیارت میں برآمد ہوتے تھے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک سب اِس ہی مقدس پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت تمام ظلمت کدہ عالم روشن ہو گیا۔ میں کہتا ہوں نہیں بلکہ عرش سے فرش تک، فرش سے تحت الثریٰ تک سب کچھ منور ہو گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

نشانوں سے کہ سو زمین و زماں کی بہتے خوشی کے مارے بے آپے ہوئی جاتی تھی ۔ اُسی خوشی کے مارے جس کی خبر حضرت آدمؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ داؤدؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ علیہم السلام وغیرہ نے دی تھی ۔

اگرچہ ہمارے مخالفین یہود و نصاریٰ اس سے صاف انکار کرتے ہیں مگر ہم انشاءاللہ جلد ثانی میں توراۃ و انجیل سے حضور اکرم صلعم کے متعلق پیشنگوئیاں حوالہ قلم کرینگے ۔

اطلاع چونکہ یہ کتاب کافی ضخیم ہو چکی ہے ۔ اور باقی بعض ضروری دلچسپ واقعات زیب صفحات ہونے ہیں ۔ اس لئے ہمارے آقا کے نامدار کے متعلق توریت و انجیل میں جو پیشنگوئیاں ہیں ۔ وہ انشاء اللہ تعالےٰ جلد ثانی میں نذر ناظرین کی جائینگی ۔ اور وہ پردہ جو صدیوں سے پڑا ہوا ہے بحول و قوت الٰہی اُٹھا دیا جائیگا جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ انبیاء سابقین نے کس شد و مد کے ساتھ ہمارے سرکار کے نزول اجلال فرمانے کے متعلق کیسی روشن پیشین گوئیاں فرمائی ہیں ۔

توراۃ سے جناب حق نے مسیحؑ کے متعلق بہت کچھ پیشین گوئیاں نکالی ہیں ۔ ہم انہیں لکھتے ہوئے اپنے سرکار کے متعلق پیشنگوئیاں پیش کریں گے ۔ اور ہم ناظرین سے تمام عالم سے پوچھیں گے کہ مسیح کے متعلق پیشین گوئیاں زیادہ صاف ہیں یا حضور اکرم کے متعلق ۔

ان پیشین گوئیوں سے آپ کو معلوم ہوگا ۔ کہ خداوند عالم نے ازل ہی سے ہمارے سرکار کو تمام انبیاء پر فوقیت مرحمت فرمائی ہے کہ ان تحریف شدہ توریت و انجیل میں بھی آنحضرت صلعم کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہیں ان میں بھی آفتاب جہان تاب کی جھلک موجود ہے اور مسیحؑ کے متعلق پیشنگوئیوں میں اس شان کا بجز زوال حصہ کچھ نہیں ۔ گو ذرے اور آفتاب کی مثال دی جا سکتی ہے ۔

چونکہ جلدِ ثانی واقعات کی دلچسپیوں معجزات کی رنگینیوں اور سیرتِ رسول
کے آفتابوں سے اِس جلد سے بہت زیادہ مکمل ہوگی۔ وہاں آپ یہ بھی دیکھ سکیں گے
کہ ایک تنِ تنہا مقدس ہستی نے کس طرح تھوڑے ہی دنوں میں دنیا کا پلٹ دی۔
اس لئے پیشین گوئیاں جلدِ ثانی ہی میں زیادہ مناسب ہوں گی۔

حضورِ اکرمؐ کی عبادت

جب آپ کی عمر کا چالیسواں سال ختم ہونے پر تھا تو عجائبات اور معجزات وغیرہ خوش ہونے
لگے حضورِ اکرم صلعم کی زیارت سے مشرف ہوا تو آپ کی یہ کیفیت ہوتی کہ اب بیشتر
وبیشتر غارِ حرا ہی میں (جسے غارِ نور بھی کہتے ہیں) جا کر ذکر میں بیٹھے رہتے۔
بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اکثر آپ کے ساتھ رہتی تھیں۔ لیکن آپ کو
چونکہ خلوت بہت پسند تھی۔ اِس لئے بیوی خدیجہؓ نے آپ کے ساتھ رہنا
کم کر دیا تھا۔ اور انہیں حضور صلعم کی اس حالت سے سخت فکر پیدا ہوگئی
کہ آپ اس قدر خلوت پسند عبادت گزار کیوں ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن
ام المومنینؓ نے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے حضور کی یہ کیفیت بیان
کر کے اُن کی رائے معلوم کی تو انہوں نے کہا۔

بہن! تم بالکل بدحواس نہ ہو۔ تمہارے شوہر کو کوئی سبب نہیں۔ وہ
عنقریب نبوت کی بادشاہت سے سرفراز ہونے والے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں میں
آخر زمان نبی کی جو علامات مرقوم ہیں وہ خدا کی قسم ساری کی ساری آپ میں پائی جاتی ہیں۔

اس جواب سے بی بی خدیجہؓ کو بالکل اطمینان ہوگیا۔ اور آپ بدستور حضور کی
خبرگیراں اور نگراں رہنے لگیں۔ آپ غارِ نور میں بیٹھ کر ایک معرفت کے شغل سے ترقی
کے مطابق یہ سوچا کرتے تھے میں کیا ہوں۔ میری ہستی کیا ہے۔ میرا وجود کس لئے ہے
میں کیوں آیا ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ یہ دنیا کیا ہے۔ مجھ تک خدا کی ادائی کا تخیلہ

جاتے اور آپ وہ کھانا لیکر فوراً تشریف لے جاتے تھے۔

حضورؐ کے احباب

نبوت سے قبل حضورؐ کے جو احباب تھے وہ سب کے سب نیک دل، پاک مزاج، خوش خلق، سنجیدہ اور بہتر مذاق کے انسان تھے۔ اُن میں سب سے زیادہ قابل ذکر وہ مقدس ہستی ہے۔ جسے ثانی اثنین ہونے کی عظیم الشان عزت حاصل ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کے سب سے بڑے اور گہرے دوست تھے۔ تین سال کی عمر سے ابو بکرؓ آپ کے ہمجولی تھے۔ حکیم بن حزام خدیجہؓ کے چچازاد بھائی بھی آپ کے مخلص دوست تھے یہ قریش کے نامور رؤسا میں سے تھے۔ انہیں کے پاس حرم محترم کا منصب رفادہ بھی تھا۔ دارالندوہ بھی انہیں کے قبضے میں تھا۔ جو امیر معاویہ کی خلافت میں انہوں نے ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ساری رقم انہوں نے خیرات کردی تھی حضور اکرم صلعم سے عمر میں کچھ بڑے تھے۔ گو وہ ۸ ہجری تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ تاہم عالم کفر میں بھی انہیں حضورؐ سے وہی سچی اور دلی محبت تھی۔ محبت کی دلیل یہ ہے کہ جب مکہ معظمہ میں ذویزن کا مال نیلام ہوا تو انہوں نے ایک جبہ گراں قیمت دیکر حضور اکرم صلعم کے لئے خرید لیا۔ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے اور سرکار کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مشرک کا تحفہ ہرگز نہیں لوں گا۔ اگر تم اس کے دام لینا چاہو تو میں لینے کو تیار ہوں۔ تب انہوں نے مجبوراً آپ سے قیمت لے لی اور حضورؐ کو جبہ دیدیا۔

ورقہ بن نوفل کو بھی آپ کے حلقہ احباب میں شامل ہونے کی عزت حاصل تھی۔ یہ آسمانی کتابوں کے بڑے عالم تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب حضورؐ نے دعوت نبوت کا اعلان کیا تو ورقہ نے بخندہ پیشانی آپ کی تصدیق کی اور کہا خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو کفار سے آپ کے دوش بدوش مقابلہ کروں گا خدیجہ سچ تو یہ ہے

جگہ دونگا۔ مگر اجل نے انہیں مہلت نہ دی اور یہ آغازِ اسلام ہی میں انتقال کر گئے

ضماد بن ثعلبہ بھی آپ کے احباب خاص میں تھے۔ یہ بنی ازد کے خاندان میں ایک نمایاں فرد تھے۔ بعثت سے پہلے طبابت کرتے تھے اپنی حسن خدمات اور قابلیت کے سبب عرب میں خاصے مشہور ہو گئے تھے۔ ابتدائے اسلام میں یہ مکہ معظمہ آئے اور حضور کو اس حال میں دیکھا کہ آپ چلے جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے بازاری شہدے لچے لونڈے غول کے غول چلے آ رہے ہیں۔ کفار آپ کو مجنوں کہہ رہے ہیں آپکے گرد بدذات لونڈوں کو آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے دیکھ کر ضماد سمجھے کہ واقعی آپ مجنوں ہو گئے ہیں۔ لونڈوں کو ہٹا کر یہ حضور کے پاس آئے اور کہنے لگے میں دیوانگی کا علاج بہت اچھا کر سکتا ہوں اگر تم اجازت دو کہ میں تمہارا معالجہ کروں۔ آپ نے وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

مجھے اللہ نے اپنے فضل سے تمام جہان پر نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میرے پاس خدا کا ہاں جبریل اللہ کا کلام لے کر آ چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

ضماد اس کلام کو سن کر پکار اٹھے واہ واہ عجیب یہ تو عجیب کلام ہے جو یقیناً سوائے خدا ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ مسلمان ہو گئے۔

معلومات

اس واقعہ کی پوری تفسیر مسند امام احمد حنبل جلد ایک صفحہ ۳۰۲ میں موجود ہے۔

یہودیوں کی ہمسائیگی سے چند لوگوں کا تاثر اسلام کی صداقت کا اعتراف

چونکہ مدینہ کی تجارت نے عربوں اور یہودیوں میں ایک گہری موافقت پیدا کر دی تھی اسلئے عربوں کو یہودیوں سے میل جول نشست و برخاست کا بہت موقع ملتا تھا۔ یہودیوں کی صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ تو اس طرح سے

عرب کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ یہودیوں کے عقائد کا اثر اُن پر بھی پڑا اگرچہ اِس سے اُن کی بُت پرستی کا سدِ باب تو نہ ہوا تاہم یہودیوں کے بعض خیالات اُن کے دلوں میں ضرور جاگزیں ہو گئے۔ مثلاً کلیم اللہ اور روح اللہ وغیرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام برحق نبی تھے اور اُن کے ارشادات بھی انہیں جیسے ہیں۔

جب عربوں کو انبیاء کی نبوت کا یقین ہو گیا۔ تو اُن کے فرمان بھی وہ بالکل سچ سمجھنے لگے۔ جو کاہنوں کی باتوں کو (معاذ اللہ) کلام ربانی کے برابر سمجھتے ہوں۔ وہ اِن مذکورہ مقدس انبیاء کے ارشادات بھی سچ سمجھیں تو کیا تعجب ہے۔

جب عربوں پر یہودیوں کا یہ رنگ چڑھ گیا تو یہ اُن کے عالموں سے غیبدانی باتوں کے متعلق پوچھنے لگے۔ تمدن کی خرابی۔ معاشرت کے نقائص۔ ان وحشی عربوں کے بعض افراد کے دلوں میں بھی کانٹوں کی طرح کھٹکنے لگے تھے۔ یہ متاثر ہو ہو کر علمائے یہود سے پوچھا کرتے تھے کہ آخر ان بد رسموں در مظالم کی صلاح بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ تو وہ جواب میں کہا کرتے تھے کہ ہاں عنقریب دنیا کا ایک نجات دہندہ عالم کا مصلح اور خدا کا برگزیدہ نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ جس کے قدوم کی برکت سے کفر و الحاد کی ظلمت مٹ جائے گی۔ مگر یہودی ساتھ ہی یہ بھی سمجھتے تھے۔ ان کے ناقص فہم نے انہیں یہ بھی دھوکا دے رکھا تھا کہ وہ نبی ہماری قوم میں سے ہوگا۔ غالباً یہودیوں کا یہ خیال توراۃ کی اُس پیشین گوئی سے ہوا ہوگا۔ کہ موسیٰ کے رب نے موسیٰ سے کہا۔ میں تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی جیسا نبی برپا کروں گا جو بڑی شان والا ہوگا اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ میں اپنا کلام اُسکے منہ میں دوں گا۔ وغیرہ۔

(اِس پیشین گوئی کی دلچسپ تفصیل جیسا ہم عرض کر چکے ہیں اپنے مقام پر دی گئی یہاں تو بہ سبیل تذکرہ اس کا مجملاً ذکر آ گیا ہے۔) اس گذارش سے ہماری مراد یہ ہے کہ یہود نے توراۃ میں جو یہ دیکھا کہ میں تیرے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک

نبی پیدا کریگا تو وہ یہودی اپنی ناقص سمجھ کے باعث بھائی سے مراد بنی اسرائیل ہی سمجھے۔ لیکن اُن کی ناقص عقل نے اُنہیں یہ نہ بتایا کہ تیرے بھائیوں سے بنی اسرائیل نہیں۔ بنی اسمٰعیل مراد ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہی ہیں چنانچہ خدا کا وعدہ پورا ہوا اور بنی اسمٰعیل میں سے ہمارے سرکار خاتم النبیین کا تاج پہنا کر مبعوث کئے گئے۔ اے کاش! اگر یہ نکتہ یہودی سمجھ لیتے اور اُن کا تعصب اُن کے لئے سدِ سکندر نہ بن جاتا تو وہ آج سب کے سب مشرف باسلام ہوتے۔ اور جن خوش نصیبوں نے اسے سمجھ لیا وہ فدایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سرفراز ہوگئے

بہر کیف یہودیوں کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک نبی عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں اور وہ ہم ہی میں سے ہوگا۔ اسی وجہ سے علمائے یہود عربوں کو یہ سبق پڑھاتے اور انہیں انبیائے سابقین کی پیشین گوئیاں سناتے رہتے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سے نیک دل مقدس حضرات دولتِ اسلام سے مالا مال ہوگئے اور متعصب یہودیوں کو کفِ افسوس ملنا پڑا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضور کے متعلق یہود و نصاریٰ کی پیشینگوئیاں بعض صحابہ کے اسلام لانے کا سبب

عاصم بن عمرو انصاری رضی کہتے ہیں کہ ہمارے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا کہ حضور صلعم کی بعثت سے پہلے ہماری اور اہلِ کتاب کی سخت مخالفت تھی اور ہم دونوں میں معرکہ کارزار گرم رہا کرتا تھا۔ یہود بطور وعید یہ کہا کرتے تھے کہ ہم میں ایک نبی عنقریب مبعوث ہونیوالا ہے۔ جس کے ہمرکاب ہو کر ہم تم سے مقابلہ کیا کرینگے اور تمہیں تمہارے عناد کا اچھی طرح مزا چکھا دیں گے کیونکہ تائید الٰہی اُس نبی کے سبب ہمارے ہی ساتھ ہوگی۔ چنانچہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک دعوتِ اسلام ہمارے کانوں میں پہنچی تو ہمارا خاندان مشرف باسلام ہوگیا

مگر اُن یہودیوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور اپنی کفر کی تاریکیوں ہی میں پڑے رہے
جب اُن سے کہا گیا کہ تم تو ہم سے پہلے اس نبی پر ایمان لانے کو کہتے تھے مگر یہ کیا ہوا کہ
تمہاری ہدایت ہمارے پاس آگئی اور ہماری گمراہی تمہارے سر جا پڑی تو جواب میں
یہودیوں نے یہ تاویل کی کہ چونکہ یہ نبی ہماری قوم میں سے نہیں ہوئے اس لئے یہ وہ
نبی نہیں ہیں جن کی پیشین گوئی ہم بیان کیا کرتے تھے۔ خدا کی شان دیکھئے جو رسول
سے آس لگا رہے تھے محروم رہ گئے۔ اور دولت اسلام انصار کے حصے میں آگئی۔ سچ
ہے۔ خدا کی دین بھی عجیب دین ہے۔ شمع ہدایت کے نیچے کفر کا اندھیرا اور تاریکیوں
میں آفتاب اسلام۔ یہود اسی طرح کافر رہے اور انصار رضی اللہ عنہم کے شاندار رتبہ سے
ممتاز ہو گئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ ؎

سکندر باوجود بڑی کوشش محنت اور جانفشانی کے آبِ حیات نہ پی سکا
اور خضرؑ بلا مشقت اس آبِ جاوید سے سیراب ہو گئے ؎

تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہرو دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

راہب کی پیشگوئی

طلحہ بن عبداللہ فرماتے ہیں میں بصرہ کے بازار میں کچھ سامان کی خرید و فروخت میں مصروف تھا کہ سامنے سے ایک راہب آتا ہوا نظر آیا۔ اور میرے قریب پہنچ کر کہنے لگا۔

راہب۔ کیا یہاں کوئی مکہ معظمہ کا رہنے والا ہے؟

میں۔ ہاں میں ہی وہاں کا رہنے والا ہوں۔ اور وہیں سے آرہا ہوں کیوں؟ تمہیں کیا کام ہے؟

راہب۔ کیا مکہ میں احمد ظاہر ہو گئے۔

میں۔ تمہاری مراد کس احمد سے ہے۔

راہب - احمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف سے ہوں گے وہ اسی مہینہ
میں نبی بننے والے ہیں۔ ان پر خدائے بزرگ کی بڑی مہربانیاں
ہوں گی۔ خاتم النبیین کے لقب سے ملقب کئے جائیں گے۔ ان کا ظہور حرم مکہ ہی سے
ہوگا اور اپنی قوم کے ظلم و ستم کی وجہ سے وہ جس سرزمین میں ہجرت فرمائیں گے اس
زمین کے پتھر سفید اور شور ہوگی۔ وہ وہاں کھجوروں کے درخت اُگائے جائیں گے۔

حضرت طلحہ کہتے ہیں راہب کی باتیں ایسی مؤثر تھیں کہ میں نے جلدی جلدی
خرید و فروخت کا کام ختم کیا اور مکہ معظمہ آ پہنچا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ میری عدم
موجودگی میں کوئی نئی بات ظہور پذیر ہوئی۔ میرے متعلق لوگوں نے کہا کہ بس
ایک ہی نئی بات ہوئی ہے ہمارے آقا کے بیٹے محمد نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔
اور ابو بکر صدیق ان پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔ بھلا دیکھو تو محمد کو یہ کیا سوجھی ہے؟

میں نے ان کی جاہلانہ باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ سیدھا ابو بکر صدیق رضی
کے پاس پہنچا۔ راہب کا سارا قصہ ان سے بیان کیا انہوں نے آنحضور صلعم کی صداقت
میں ایک ایسی ہی مؤثر اور دل میں گھر کر جانے والی تقریر کی جس کے بعد میں
فوراً مشرف بہ اسلام ہوگیا

سچ ہے جب مشک کی خوشبو چھپائے نہیں چھپتی تو گوہر صداقت کی چمک دمک
سے مسحور کر دینے والی چمک کس طرح چھپ سکتی ہے۔

ایک یہودی کی بے بہا نصیحت

خاندان قریش کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ ہم اور طلحہ کا کچھ کنبہ دونوں
آس پاس رہتے تھے۔ ایک دن یہودیوں کا ایک عالم ہمارے پاس آیا۔ اتفاق
کی بات ہے وہ بہت بوڑھا اور ایسا ناطاقت تھا جب دہلیز کے قریب آ پہنچا تو اُس نے
تمام بچے جمع ہو گئے اور اُن کے سامنے لڑکھڑاتی ہوئی زبان اور کمزور آواز میں

طرح کہنے لگا۔

میرے عزیزو! میں اپنا پیارا وطن چھوڑ کر اس شہر میں یوں آیا تھا کہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں اور میں مقدس شہر میں ہجرت فرما کر تشریف لائیں گے۔ میری سب سے بڑی تمنا تھی کہ میں اُن محترم نبی کی خدمتگزاری کا شرف حاصل کروں اور اُن کے مقدس قدموں پر اپنی جان فدا کروں مگر افسوس میرا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا اور میں وہ روزِ سعید نہ دیکھ سکا۔ اس مبارک آرزو کو دل کی قبر ہی میں دفن رکھتے ہوئے دنیا سے سدھار رہا ہوں لیکن میرے عزیزو! اپنے قریب المرگ بوڑھے کی وصیت اچھی طرح سن رکھو جب وہ نبی یہاں تشریف لائیں تو تم بلا تامل اُن پر ایمان لے آنا۔ دیکھو ایک لمحہ کے لئے بھی اُن کی مخالفت نہ کرنا جن کی دشمنی انسان کو جہنم کا کندہ اور دوستی جنت کا وارث بنا دیگی اس کے بعد اُس بوڑھے کو اجل نے کچھ اور کہنے کا موقعہ نہ دیا اور وہ حسرت نصیب ارمان بھرا پیغمبر اسلام کی زیارت کو ترستا دنیا سے چل بسا۔

ہدایت

جس زمانہ کا یہ ذکر ہے وہ بعثت سے دس سال پہلے کا زمانہ تھا جب ہمارے سرکار عالم کے تاجدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے بعد بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو خوش قسمتی سے اُن میں کچھ لوگ اس وقت موجود تھے جنہوں نے سن رسیدہ یہودی کی وصیت سنی تھی۔ انہوں نے حضور کے دیدار سے مشرف ہوتے ہی کہا۔ ایہا الحاضرین! یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت بڈھے یہودی نے دی تھی۔ یہ سنتے ہی ہم نے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا۔ باہر نکل آئے اور آفتاب رسالت معظم کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے۔

بیشک جب دنیا کا آفتاب اپنی ضیا باریوں سے عالم کو روشن کر دیتا ہے تو آفتاب رسالت کی ضیا باریاں کیا کچھ ہوں گی۔ ہاں اُن کے انعکاس سے

تھوڑے ہی دنوں میں مشرق سے مغرب تک اسلام کا نور چمک دیا اور اب آفتاب رسالت چھپ جانے کے بعد بھی اس کی نور افگن شعاعیں برابر اپنا کام کئے جا رہی ہیں

آفتاب رسالت کی بشارت

سلمہ کہتے ہیں بخدا کی قدرت، ایک روز بنی عبد الاشہل کے جلسہ میں احبار یہود میں سے ایک یہودی بعثت۔ قیامت اور حساب کتاب کے متعلق تقریر کر رہا تھا۔ لوگوں نے جب اس سے ثبوت چاہا تو اس نے ذرا جنوب کی طرف ہو کر کہا۔ تم مجھ سے ثبوت نہ پوچھو۔ قریب ہے کہ حرم میں سے ایک آفتاب چمکے گا۔ ایک نور نکلے گا یعنی ایک پیغمبر مبعوث ہوگا۔ جو تمہارے سامنے میرے قول کی پوری صداقت ظاہر کر دیگا۔ لوگوں نے کے استفسار پر مقرر نے کہا۔ نہ جانے وہ اس کے ظہور کا زمانہ ہاں قریب ہے جب لوگوں نے اس سے زیادہ پوچھ گچھ کی۔ تو سلمہ کہتے ہیں کہ اس مقرر نے میری طرف اشارہ کرکے لوگوں سے کہا یہ شخص اس مقدس نبی کی زندگی کا فخر حاصل کر لے گا۔ یعنی اس کی اتنی عمر ہوگی کہ یہ اپنے ہادی برحق کی خدمات بخوبی انجام دے سکے گا۔

سلمہ زندہ رہے یہ فرحت بخش نظر میں انتظار کی گھڑیاں گننے لگے۔ آخر خدا خدا کرکے اس فخر دو عالم ذات محترم کا ظہور ہوا اور میں شوق، ذوق، عقیدت، محبت اشتیاق دل میں بھر کر حضور اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مالا مال اور حضور کی غلامی کی بادشاہت سے نہال ہو گیا۔

چراغ کے نیچے اندھیرا

ایک دن مجھے اتفاق سے وہی یہودی بازار میں مل گیا میں نے اس کا پتہ پکڑ کر کہا۔ کہتے تو ان مقدس نبی کی بشارت دی تھی اب کیا ہوا کہ مشرف باسلام نہیں ہوتا۔ یہودی یہ سنکر بگڑ گیا اور کہنے لگا۔ میں نے جس پیغمبر کی تجھے بشارت دی تھی وہ یہ نہیں ہے۔

میں نے اس پر لعنت بھیجی پیچھا چھوڑ دیا اور اپنا راستہ لیا۔ اگر کوئی نابینا آفتاب

کو ظلمت بنا دے تو آفتاب کا قصور نہیں، اُس کی پھوٹی ہوئی آنکھوں کی خطا ہے۔ یہودی کی باطنی آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں بھلا وہ کیونکر آفتاب رسالت کی روشنی دیکھ سکتا۔

دیکھئے جس کے ذریعہ سے خدا نے دوسروں کو ہدایت کی روشنی سے منور کر دیا وہ خود ہدایت سے اندھا ہی رہا

مژدۂ جانفزا

ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ قبل بعثت کے بت کے پاس بیٹھا تھا اور اپنی بہتری کے لئے اُس پتھر سے التجا کر رہا تھا یکایک ایک آواز آئی جو اگرچہ باریک تھی مگر صاف سنائی دیتی تھی میں نے اُس کے الفاظ حفظ کر لئے تھے۔ کوئی پکارنے والا پکار رہا تھا۔ اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ پتھروں کی پوجا میں پڑے ہو بس اب اس گندی پوجا سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور خدا کی عبادت پر چلو۔ دیکھو خانہ کعبہ میں خدا کا ایک بڑا برگزیدہ نبی ظاہر ہوا ہے۔ جس کی ان خصلتوں سے وہ عنقریب ظلمت کفر کو حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دے گا اور آفتاب ہدایت چمکا دیگا۔ ایسا بہترین رہنما اور اس قدر افضل ترین پیشوا پھر کبھی نہ ملیگا۔ ہاں جلدی اُس پیغمبر کی غلامی کا فخر حاصل کرو۔ یہ سنکر لوگ تتر بتر ہو گئے میں نے تین برس کے بعد سنا کہ حضور کریم صلعم کی نبوت کا سارے مکہ میں غلغلہ ہو رہا ہے اور آپ لوگوں کو جمع فرما کر ہدایت و نجات کی طرف بلا رہے ہیں مجھ سے کسی پوچھنے والے نے پوچھا کیا تم کبھی بت پرستی کرتے تھے میں نے کہا ہاں مگر ایک دن آقا کے نام کے طفیل مجھے کفر کی خباثت سے نجات مل گئی۔

سبحان اللہ ہمارے سرکار کی شان بھی کیسی اعلیٰ ترین شان ہے کہ آپ کی نبوت پر غیب سے گو ہاتف کی صدائیں بلند ہوئیں۔ محرومِ قسمت کے سوا سب نے اس کو دل سے زیادہ عزیز پیغمبر کی غلامی کا شرف حاصل کر لیا۔

عین خواب میں قسمت کی بیداری

ایک روایت یہ بھی ہے کہ فاروق اعظمؓ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ ایک شخص سواد بن قارب ہے جو بڑا ہشیار اور ذہین ہے کہتا ہے کہ میرے پاس جنات آتے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بتایا ہے کہ آخر الزمان پیغمبر ظاہر ہونے والے ہیں۔ یہ سنکر فاروق اعظمؓ خود حضرت سوادؓ کے پاس پہنچے اور اُن سے واقعہ مذکورہ بیان کر کے تصدیق چاہی تو اُس نے کہا:۔

میرے پاس کوئی جن نہیں آتا مگر یہ بات بالکل سچ ہے۔ فاروق اعظمؓ کے ثبوت چاہنے پر اُس نے بتایا۔

میں ایک رات سوتا تھا کہ کسی نے مجھے جھنجوڑ کر کہا۔ اٹھ بنی ہاشم میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ جو خلق اللہ کو معبود حقیقی کی طرف بلاتے ہیں — اور توحید کا آفتاب چمکاتے ہیں۔

میں جب بیدار ہوا تو اُس خواب کا اثر میرے دل پر کچھ نہ تھا۔ دوسرے دن پھر میں نے یہی دیکھا تو میں نے ہاتف سے کہا مجھے سونے دے کئی راتیں مجھے جاگتے گزر گئی ہیں۔ یہ سنکر وہ غائب ہوگیا۔ مگر تیسری شب پھر آیا اور انہیں مذکورہ باتوں کو دہرایا۔ مگر یہ بات وثوق سے ہے کہ میرے دل میں حضور کی صداقت اور رسالت کی حقانیت نقش کالحجر ہوگئی۔

میں دوسرے ہی دن دربار رسالت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کرنے لگا حضور ذرا میری باتیں سنئے۔ آپ نے مجھے قریب بلایا۔ میں گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے فرمانے سے میں حضور کی صحبت سے اتنا قریب ہوگیا کہ میرے دونوں گھٹنے حضور کے مبارک زانوؤں سے مل گئے۔ تب آپ نے فرمایا۔ اب کہہ کیا کہتا ہے۔

میں نے کل کیفیت عرض کی اور حضور کے غلاموں میں شامل ہوگیا۔ میرے

اُن مقامات کو معنبر کردے گی۔ پھولوں کی مہک جہاں جائے گی تر و تازگی، مسرت
نکھار، اور خوشبو ہی پھیلائے گی۔ آفتاب کی روشنی میں جس جگہ پہنچے گی منور کر دیگی۔
ہاں مشک سے زیادہ معنبر پھولوں سے سوا معطر اور آفتاب سے کہیں بڑھ کر نورِ حُسن
ذات میں جلوہ گر تھا۔ جو اکیلی ذات وحدہٗ لاشریک کی طرف سے تمام دنیا پر نبی بنا کر
بھیجی گئی تھی، مبارک ہیں وہ دل، مقدس ہیں وہ آنکھیں اور بے مثال ہیں وہ ہستیاں
جنہوں نے فخرِ دو عالم حضور محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی کا شرف حاصل کر لیا۔ گندے
ہیں وہ دل، بے نور ہیں وہ آنکھیں اور ملعون ہیں وہ لوگ جنہوں نے آفتابِ رسالت
گلزارِ سعادت، اللہ کے پیارے، اُمت کے دلارے، عبداللہ کے دُرِّ یتیم، آمنہ کے
چاند، سرورِ دوسرا، حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرکے ہمیشہ کی
لعنت اور ابدی جہنم مول لے لیا۔

پھر بعض صحابہ اور جنوں کے مشرف باسلام ہونے کے واقعات جو زیبِ
صفحات کئے گئے ہیں، سیرت کے بحرِ ذخار کا ایک قطرہ اور مرتبۂ آفتابِ نبوت کا
ایک ذرہ ہیں۔ ایسے ایسے واقعات سے کتبِ سیر بھری پڑی ہیں۔ مثال کے طور پر
اور خوفِ طوالت کی وجہ سے صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے یوں سمجھئے کہ یہ اُن عجیب
حیرت انگیز اور سبق آموز واقعات کی تمہید ہیں جو انشاء اللہ آئندہ صفحات پر قارئین
کے ملاحظہ سے گزریں گے۔

مؤرخینِ یورپ اور ہم

اگر ہمارے دوست سر ولیم میور، فاضل سپرنگر اور
قابل پروفیسر مارگولیس یہ واقعات پڑھ کر اسلامی
مورخوں پر مضحکہ کریں، تو یہ اُن کے اور اُن جیسے خیال والوں کے ناقص فہم بھونڈی
سمجھ اور کوتاہ عقلی کا قصور ہے۔ وہ اسلامی مورخوں کو بُرا بھلا کہنے سے پہلے اپنے
گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ: چنے مذہبی آئینہ میں اپنی صورت

مت جائے۔ پھر زلیخا نے اُن عورتوں کو جنہوں نے یوسف علیہ السلام جیسے کتنے حسین نہ دیکھے ہونگے۔ موجودہ زمانہ کو سامنے رکھئے۔ تو بھی بہت سی ایسی صورتیں مل جائیں گی۔ جو آپ کے خیال میں بے مثال۔ اور لاجواب ہونگی۔ جن میں سے ہر ایک صورت اس قابل ہے کہ اُسے دیکھ کر بے اختیار سبحان اللہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن حُسن کی یہ رنگین تصویریں مظہرِ ذات کے ادنیٰ ترین ذرّے کا کروڑواں حصہ ہیں۔ اب ملاحظہ فرمائیے۔ جس ذات کو معبود نے من نور اللہ فرمایا ہو۔ اُس ہستی کا جمال کیسا جمال ہوگا۔

ساری دنیا کے حسینوں میں جمالِ الٰہی کی ادنیٰ ترین جھلک کا کروڑواں حصہ سمجھ لیجئے۔ لیکن حضورِ انور کا جمال۔ ایسا جمال ہے۔ جو آئینہ ہے تجلیاتِ الٰہی کا یعنی آپ آئینۂ انوار جمالِ الٰہی کا پورا پرتو ہیں۔ اب بتائیے اس پرتوِ قدس کی مثال کہاں ممکن ہو سکتی ہے جس کے سامنے تمام حسینانِ عالم کا جمال سیر میں رتی کی نسبت بھی مشکل سے رکھتا ہے۔

نورِ محمدی کے باب میں یہ آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ جب آپ کے نور نے جملہ انبیائے کرام کے نور کی طرف دیکھا تو آپ ہی کا نور چھا گیا تمام انوارِ انبیاء پر غالب آگیا۔ پھر اپنے محبوب کا سراپا پیش کرنا کس قدر مشکل ہے۔ جو نبی آپ بے مثال ہے۔ اور جس کی ادنیٰ تشبیہ کے لئے بھی دنیا میں کوئی چیز نہیں ہوتی ؎

[illegible] نبی کا جسے سودا ہو جائے ۔۔۔ خود سراجاں سے اُس انسان پر شیدا ہو جائے

ممکن ہے۔ بعض حضرات سمجھیں کہ ہم آپ کے سراپائے مقدس میں شاعرانہ مبالغہ سے کام لے رہے ہیں۔ معاذ اللہ ملاحظہ ہو

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا میرے ماں باپ قربان۔ آپ کے حسن اور یوسف علیہ السلام کے جمال میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں حسنِ ظاہری ملا تھا۔ اور مجھے جمالِ باطنی [illegible]

ہوا ہے۔ (سچ ہے جس کا دل ذرا بھی کفر کی کدورت سے صاف ہوتا تھا وہ حضور پُرنور
کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی پکار اٹھتا تھا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و
اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ یہ دلچسپ تفاصیل انشاء اللہ اپنے اپنے مقام
پر آئیں گی)

اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں میرا ستر ہی کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ
کوئی مجھے دیکھ کر میرے حسن و جمال کی تاب نہ لا سکتا۔ لاریب جس کا نور سب سے
پہلے پیدا فرمایا گیا ہو۔ اور جو ہزارہا سال بارگاہِ لم یزلی کا طواف کرتا رہا ہو۔ جس
میں جمالِ الٰہی کی لاکھوں تجلیاں مضمر ہوں۔ اس کا جمال دنیا کی کوئی آنکھ ہرگز
نہیں دیکھ سکتی تھی)

قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ میرا اتمام حسن کے ساتھ ظہور
فرمائے گا۔ یعنی اس روز آپ کا اصلی جمال سب کی آنکھیں دیکھیں گی۔ دنیا میں
آپ کو اتنا ہی حسن مرحمت ہوا جتنا تابِ نظر کے لائق تھا ؎

حشر کے دن جلوہ دارائے سرور دیکھنا — دیکھتے رہ جائیں گے سارے حسیں دیکھنا

اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم نے جمالِ محمدی کے متعلق بالکل مبالغہ سے
کام نہیں لیا۔ بلکہ ہم اس شمعِ جہاں افروز کے جمال کا ہزارواں حصہ بھی اہلِ نظر کے
سامنے پیش نہیں کر سکے۔ اور نہیں کر سکتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہم پر ہزار ہزار احسان ہے کہ انہوں نے امت کے سامنے
جمالِ معنوی کے ساتھ ساتھ حضور کا جمالِ ظاہری بھی پیش کر دیا۔ جس سے شیدایانِ رسالت
عاشقانِ جمالِ قدس کو اپنے محبوب کی مختصر تصویر آنکھوں اور دلوں میں رکھنے کا
نادر وقت مل گیا۔ جو احادیث حضور کے حلیۂ مبارک پر زیبِ صفحات کی گئی ہیں
ان میں سے دو ایک پیش کی جاتی ہیں۔ — [illegible]

۱۔ حدثنا حميد بن مسعدة البصري ثنا عبد الوهاب الثقفي عن حميد عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربعة و ليس بالطويل ولا بالقصير حسن الجسم وكان شعره ليس بجعد ولا سبط اسمر اللون اذا مشى يتكفأ (حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلعم کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ آپ کا قد لمبا تھا نہ ٹھگنا۔ بلکہ بہت ہی موزوں اور خوبصورت تھا۔ آپ کے بالوں میں بالکل پیچیدگی ہی تھی نہ سیدھا پن۔ ہلکی سی پیچیدگی تھی اور گھونگروالے تھے۔ اور آپ گندمی رنگ تھے۔ جب حضورؐ راستہ چلتے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے۔)

اگرچہ اس حدیث میں جناب انسؓ نے حضور اکرم صلعم کا رنگ گندمی بتلایا ہے۔ لیکن انہیں کی ایک بیان کردہ حدیث میں آپ کو ملیح بتایا گیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "ولا بالابیض الامهق ولا بالآدم" (رنگت کے اعتبار سے آپ نہ بالکل چونے کی طرح سفید تھے نہ گندم گوں۔ کہ سانولا پن آجائے۔)

یعنی آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ملاحت لئے ہوئے چمکتا تھا۔ ان دونوں حدیثوں کے تطابق سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ آپ بالکل گندمی تو نہ تھے کہ جس سے آپ کے حسن و جمال میں کچھ کمی واقع ہوتی لیکن آپ کی ملاحت کسی قدر گندمیت لئے ہوئے تھی جس سے آپ کا مبارک چہرہ بہت ہی جاذب نظر ہو رہا تھا۔

۲۔ حدثنا محمد بن بشار يعني العبدي ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابي اسحاق قال سمعت البراء بن عازب يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا مربوعا بعيد ما بين المنكبين عظيم الجمة الى شحمة اذنيه عليه حلة حمراء ما رأيت شيئا قط احسن منه (براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک میانہ قد کے انسان تھے۔ لیکن کسی قدر مائل بہ درازی آپ کے دونوں شانوں کے بیچ میں اور دل سے کچھ زیادہ فصلہ تھا۔ (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سینہ بہت فراخ تھا) آپ گھنے بالوں والے تھے جو کان کی لو تک آجاتے تھے۔ آپ ایک سرخ دھاری کا جوڑا زیب جسم فرماتے تھے۔ (جوڑے سے مراد لنگی اور چادر ہے)۔ میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت دنیا میں کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی)

حضرت براءؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے کسی پٹوں والے شخص کو سرخ جوڑے میں حضور اکرم صلعم جیسا حسین نہیں دیکھا۔

حضرت علیؓ ان امتر صفات کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کی ہتیلیاں اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ جو مردوں کے لئے بڑی محمود صفت ہے۔ کیونکہ طاقت اور شجاعت کی یہ بڑی علامت ہے

اور حضورؐ کا سر اقدس بھی بڑا تھا۔ اعضائے مبارک کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی بڑی تھیں۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک بہت ہی خوشنما پتلی سی دھاری تھی۔ جب آپ چلتے تھے تو اس طرح۔ جیسے کسی اونچی جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ میں نے حضور اکرم جیسا خوبصورت آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد

حضرت ابراہیم بن محمد (نبیرہ حضرت علیؓ) حضور اکرم صلعم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا جان حضرت علیؓ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ کا چہرۂ مبارک لمبا تھا نہ گول۔ بلکہ ان دونوں کے بین بین تھا حضور کی آنکھیں نہایت سیاہ۔ اور پلکیں بڑی بڑی تھیں۔ آپ کا رنگ سفید سرخی لئے ہوئے تھا۔

آپ کے حلیہ شریف میں جو بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ان میں سے یہ چند ہی

جو نہ ختم کر دینی میرے نزدیک کافی ہیں۔ یوں تو اگر آپ کے ایک ایک ناخن پاک کی تعریف
بیان کی جائے تو عمریں گزر جائیں مگر تعریف ختم نہ ہو۔

ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ وہ آفتاب جمال محمدی صلعم کا ایک ذرہ ہے۔ تاہم
عاشقان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ وہ سراپائے
مبارک کے اسی قدر بیان سے محبوب عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
مقدس تصویر اپنے آئینۂ دل میں جلوہ افروز کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ جلد ثانی میں مناسب
مقام پر سراپائے حضور کے متعلق چند اور احادیث بھی بیان کی جائیں گی۔
چونکہ اس وقت سراپائے حضور پیش کرنا دلچسپی اور ضرورت کے لحاظ سے ضروری تھا۔
اس لئے سراپائے مبارک کے متعلق نظم و نثر کے چند موتی نذر ناظرین کر دیئے گئے۔

آفتاب رسالت کی ابتدائی کرنیں

اب ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ پھر حضور اکرم صلعم اور غار حرا کی طرف مبذول کرنا
چاہتے ہیں۔

یہ ہم عرض کر ہی چکے ہیں کہ اب عمر شریف کے چالیسویں سال میں حضور
اکرم کو خلوت بہت ہی اچھی معلوم ہونے لگی تھی۔ اور اسی لئے آپ غار حرا میں ایک
ایک مہینے تک اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبوت کا
دیباچہ کیا تھا۔ خلوت کا شوق آپ کو کس چیز نے دلایا تھا۔ اور پھر کس طرح حق تبارک
وتعالیٰ نے نبوت کی تکمیل فرمائی ملاحظہ ہو۔

صحیح بخاری جلد اول عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا انہا
قالت اول ما بدئ به رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرؤیا
الصالحة فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم
حبب الیه الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیه وهو التعبد اللیالی

ذوات العدد قبل ان ینزع الی اهله ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ
فیتزود لمثلها (ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے پہل حضور کریم
صلعم پر جو وحی آئی وہ اچھے اچھے اور سورج کی طرح سچے اور روشن خواب تھے
جو سوتے میں آپ کو دکھائی دیتے تھے۔ تو شروع شروع میں آپ کی یہ کیفیت
تھی کہ آپ جو خواب رات کو سوتے میں ملاحظہ فرماتے تھے وہ صبح کو خورشید
جہاں تاب کی طرح ہو بہو سچا ہو جاتا تھا۔ یہ زمانہ چھ مہینے تک رہا کہ آپ ایسے خواب
کو خوب دیکھتے تھے اور صبح نور سحر کی مانند وہ سچا ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو
جلوت سے نفرت۔ اور خلوت سے محبت ہو گئی اور آپ کے قلب مبارک میں
ملت ابراہیمی کے موافق اللہ کی عبادت بجا لانے کا شوق و ذوق پیدا ہوا۔ پھر
آپ غار حرا میں (جو مکہ سے تقریباً تین میل کی مسافت پر ہے) تشریف لے جاتے
اور خلوت میں عبادت فرماتے تھے یعنی تحنث کرتے تھے۔ (تحنث کے معنی اہل و
عیال کو چھوڑ کر خلوت نشین ہو کر ...... کئی کئی شب و روز مسلسل پروردگار
کی عبادت بجا لانا ہیں) اور آپ یہ زمانہ تحنث و تعبد بسر کرنے کے لئے کھانا اور
پانی بطور زاد راہ اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ پھر جب وہ کھانا ختم ہونے کے قریب
ہو چکتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے
اور کھانے پینے کا اتنا ہی سامان لے کر پھر واپس تشریف لے جاتے تھے۔

اس کی وضاحت اگرچہ پہلے بھی کی جا چکی ہے تاہم مناسب معلوم ہوا کہ
صحیح بخاری سے ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ کی روایت کی تفصیل نقل کر کے
زیب صفحات کر دیا جائے)

اب ایک طرف تو آپ کی طبیعت مبارکہ بارگاہ الٰہی میں جذب ہو کر آپ کو سید المرسلین
رحمۃ للعالمین خاتم النبیین بننے کی سفارش کر رہی تھی۔ اور دوسری طرف آپ کی

بالعبرانية ما شاء الله ان يكتب وكان شيخاً كبيراً قد عمي فقالت له خديجة
يا ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال له ورقة يا ابن اخي ماذا ترى فاخبره
رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر ما رأى فقال له ورقة هذا الناموس الذي
نزل الله على موسى يا ليتني فيها جذعاً يا ليتني اكون حياً اذ يخرجك قومك
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم او مخرجي هم فقال نعم لم يأت رجل
قط بمثل ما جئت به الا عودي وان يدركني يومك انصرك نصراً مؤزراً ثم
لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي قال ابن شهاب واخبرني ابو سلمة
بن عبد الرحمن ان جابر بن عبد الله الانصاري قال وهو يحدث عن
فترة الوحي فقال في حديثه بينا انا امشي اذ سمعت صوتاً من السماء فرفعت
بصري فاذا الملك الذي جاءني بحراء جالس على كرسي بين السماء
والارض فرعبت فرجعت فقلت زملوني زملوني فانزل الله تعالى يا ايها
المدثر قم فانذر وربك فكبر وثيابك فطهر والرجز فاهجر فحمي الوحي وتتابع
آپ کی عبادت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس جبریل کی معرفت
اللہ کا حکم آگیا۔ اور آپ اس وقت غار حرا میں عبادت فرما رہے تھے کہ ایک فرشتہ
آپ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا اے محمد پڑھئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔
میں کچھ بھی پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضور فرماتے ہیں میرے اس جواب پر اس
فرشتے نے مجھے اپنے آغوش میں لیکر خوب بھینچا۔ اس قدر زور سے بھینچا کہ میری باقی
طاقت ختم ہو گئی۔ لیکن پھر اس فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔ اے محمد
پڑھئے۔ میں نے دوسری دفعہ بھی جواب میں یہی کہا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں۔
میرے اس کہنے کے ساتھ ہی جبرائیل نے مجھے پکڑ کر دوبارہ خوب زور سے بھینچا۔
اس قوت سے بھینچا کہ میری ساری طاقت سلب ہو گئی۔ لیکن اس نے مجھے پھر

آپ انہیں کما کما کر عطا فرماتے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف رہتے۔ اور سچوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں۔ اس کے بعد مزید اطمینان دلانے کے لئے حضرت خدیجہؓ آپ کو لے کر چلیں اور اپنے چچا زاد بھائی۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس آنحضرت کو لائیں۔ (ورقہ وہ انسان ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی بتوں کی پوجا سے متنفر ہو کر مسیحی دین میں جا چکے تھے اور عبرانی زبان میں کتابیں لکھا کرتے تھے۔ یعنی انجیل سُریانی سے عبرانی میں جتنی خدا کو منظور ہوتی تھی لکھتے تھے) ان کے علم و فضل اور مذہبی معلومات کا یہ عالم تھا کہ سُریانی سے عبرانی میں بسہولت انجیل کا ترجمہ کر لیتے تھے۔ اور آپ ایسے بڈھے پھونس تھے۔ کہ بصارت بھی جواب دے چکی تھی۔ بہرکیف اُن سے بی بی خدیجہؓ نے کہا

اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھائی کے فرزند کی بات تو سنو۔ کہ ان کے پاس کون آیا۔ اور انہوں نے آج کیسی عجیب بات دیکھی ہے۔ یہ سُنکر ورقہ آنحضرت صلعم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ اے میرے بھتیجے۔ کہو۔ آج تم نے کیا دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام واقعہ۔ جو ملہ حنظہ سے گزرا تھا۔ بیان فرمایا۔ ورقہ یہ عجیب و غریب واقعہ سنتے ہی فوراً پکار اُٹھے۔ کہ محمدؐ اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ خوش ہو جاؤ۔ کہ تم آج خدائے برحق کے نبی بنا دئیے گئے اور یہ تمہارے پاس آنے والا وہی ناموس اکبر (جبریلؑ) تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ اے کاش! میں اُس وقت ایک طاقتور جوان مردِ میدان ہوتا۔ جب آپ لوگوں کو حق کا راستہ بتائیں گے۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اُس وقت زندہ ہی ہوتا۔ جب آپ کے ہم قوم آپ کو مکہ کی سرزمین سے نکال دینگے۔ یہ سُنکر حضورِ اکرمؐ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اور تعجب سے فرمانے لگے۔ ہائیں۔ کیا میرے ہم قوم مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں۔ جس طرح میں بہت عزیز ہوں مجھے میرے

وطن سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا۔ اس جہان میں اب تک جو شخص آپ کی
طرح عہدہ رسالت اور خدمت تبلیغ کا منصب حاصل کر کے آیا ہے۔ اس کے
ساتھ ہمیشہ دشمنی ہی کی گئی ہے۔ اگر آپ کے زمانہ نبوت میں میں موجود ہوا۔ تو بڑے
زور سے آپ کی مدد کروں گا۔ (مگر ہوا یہ کہ ورقہ اس کے بعد زیادہ دنوں زندہ نہ
رہے۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد انتقال کر گئے۔ اور آپ پر وحی کا آنا تین
برس کے لئے رک گیا)

اس حدیث کے راویوں میں ایک ابن شہاب بھی ہیں۔ وہ التوائے وحی
کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے مجھے بتایا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے وحی کے رک جانے کا ذکر فرما رہے تھے
تو آپ نے اثنائے گفتگو میں وحی کے دوبارہ جاری ہونے کا بھی ذکر کیا۔ اور فرمایا۔
ایک دفعہ میں کہیں جا رہا تھا۔ کہ یکایک مجھے آسمان سے ایک آواز آئی۔ میں نے
اپنی نگاہیں اوپر کیں۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی فرشتے (جبریلؑ) جو غار حرا میں
مجھ میرے پاس آئے تھے۔ آسمان و زمین کے بیچوں بیچ اُدھر ایک کرسی پر بیٹھے
ہوئے ہیں۔ میں انہیں دیکھتے ہی ڈر گیا۔ فوراً اپنے مکان واپس چلا گیا۔ اور وہاں
پہنچکر گھر والوں سے کہا مجھے کچھ اُڑھا دو۔ مجھے کچھ اُڑھا دو۔ اُنہوں نے کچھ اُڑھا دیا
پھر حق تعالی نے میرے حق میں (مجھ پر) یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ
قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ (اے کپڑا اوڑھنے
والے اُٹھیئے اور لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرائیے۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی
بیان کیجئے۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھئے یعنی ہر قسم کی نجاست کو چھوڑ دیجئے
اس کے بعد وحی خوب زور شور سے آنے اور پے در پے آنے لگی۔

تمثیل

قاعدہ ہے کہ دن نکلتے ہی ستارے نہ جگنو نہ بجلی کی چمک۔ یہاں تک کہ چراغوں کی روشنی بھی آفتاب کے سامنے مفقود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت کے طلوع ہوتے ہی جملہ انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔

غارِ حرا کی خوش قسمتی

زہے نصیب اس غار کے جس میں ایک عرصہ تک خورشید رسالت پنہاں رہا۔ اور جبرئیل امین نے پہلے پہلا اسی غار میں تشریف لا کر آپ کے سر پر ختم نبین کا بے مثال تاج رکھ دیا۔ سُبحان اللہ برگزیدہ آپ سے اس غار کو کیسی بڑی عزت اور سعادت نصیب ہو گئی۔ نورِ جمالِ محمدی سے غار کا ذرہ ذرہ چمک رہا تھا۔ کہ یکایک تجلی مولا نے اسے آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔

کونین کی عید

وہ زمین۔ وہ باغ۔ وہ جنگل۔ وہ درخت۔ وہ پہاڑ۔ وہ پتھر۔ وہ دریا۔ وہ اہلِ زمین۔ وہ آسمان۔ وہ آسمان والے۔ وہ چاند سورج۔ تارے وغیرہ جو ایک عرصہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے شوقِ زیارت میں بے چین ہو رہے تھے۔ آج ان سب کی تمنائیں بر آئیں۔ گلشن عالم پر یکایک ایسی بہار آ گئی۔ کہ ذرے ذرے میں کلیوں کی عطر بیز شادمانی معطر کر دینے والی مہک دوڑتی رہتی تھی۔ بوٹے بوٹے کی زبان پر حمد الٰہی کے نغمے جاری ہو گئے۔ تمام عالم کے ذرات حتیٰ کہ ساری دنیا کے پہاڑ۔ پتھر۔ حمد باری میں مصروف ہو گئے۔ تو دریائے سمندرِ رحمتِ الٰہی کی ایک ایسی موج آئی۔ روح پرور بہاری کا ایک ہی ہوا جھونکا چلا کر ہر ظلمت کفر دور اور بت پرستی بالکل کافور ہو گئی۔ دُنیا کا ذرہ ذرہ آفتاب توحید سے چمک اٹھا۔ آسمان رسالت کے چاند حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم افروز نورِ جمال کی ضیا باریاں مشرق سے مغرب تک پھیل

جمالِ ایمان سے مستفیض ہوکر بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

درود شریف کی برکتیں

ہاں اے غافل اُمتی۔ ایسے محترم نبی کی سرکار میں درود شریف کے پھولوں کا غیر فانی گلدستہ پیش کر جس کی برکت سے میدانِ قیامت میں تیرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری شفاعت فرماکر تجھے اپنے ہمرکاب فردوس اعلیٰ میں لیجائیں۔ اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمدٍ حتیٰ لا یبقیٰ من صلوٰتک شئیٌ۔ اللھم بارک علیٰ محمدٍ حتیٰ لا یبقیٰ من برکاتک شئیٌ۔ اللھم سلم علیٰ محمدٍ حتیٰ لا یبقیٰ من سلامک شئیٌ۔ اگر تو اپنی سرکار کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے تو یہ مبارک درود بعد نماز عشاء اکیس (۲۱) روز تک تین سو مرتبہ پڑھ اور کسی سے بات کئے بغیر اپنے آقائے نامدار کا تصور کئے ہوئے سو جا۔ انشاء اللہ اپنے سرکار کی زیارت سے مشرف ہو جائے گا۔

تکمیلِ نبوت کے متعلق دیگر روایات

بعض احادیث اور معتبر کتب تاریخ میں تکمیلِ نبوت کی تشریح یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلعم غارِ حرا میں دیوار سے تکیہ لگائے بیٹھے مراقبہ میں مصروف تھے کہ یکایک کسی نے آپ کا پاؤں ہلایا۔ آپ ذرا ٹھٹک پڑے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ کہ اس تنہا غار میں کون آگیا۔ لیکن آپ کو کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ آپ تھوڑی جستجو کے بعد پھر مراقبہ میں مصروف ہو گئے۔ لیکن کچھ ہی دیر میں پھر کسی نے آپ کا مبارک پاؤں ہلایا۔ اور کہا۔

اے محمد صلعم! اپنی جگہ سے اُٹھیئے۔

آپ یہ آواز سنتے ہی فوراً کھڑے ہوگئے۔ اور ملاحظہ فرمایا کہ ایک عجیب غریب

شکل۔ صورت۔ وضع قطع کا شخص میرے آگے آگے غار سے باہر کی طرف جارہا ہے۔ حضور اکرم صلعم بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلے۔ وہ شخص غار سے نکل کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کی طرف چلا۔ سرکار بھی عقب میں روانہ ہوئے۔ جب وہ شخص اُن دونوں مبارک پہاڑیوں کے بیچ میں پہنچ گیا (جہاں آپ کی دادی جان حضرت ہاجرہ معہ ذبیح اللہ علیہ السلام پہنچا دی گئی تھیں) تو ایک جگہ کھڑا ہوگیا۔ اب سرکار دو عالم نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اُس شخص کا سر آسمان سے جا لگا ہے۔ اور اُس کے بال مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب۔ تمام جہان کے آخری سروں تک پھیل گئے ہیں۔ دونوں آنکھوں کے درمیان مبارک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلعم عجیب و غریب خط میں مرقوم ہے۔

حضور اکرم صلعم یہ صورت دیکھ کر ڈرے۔ کیونکہ آپ نے کبھی ایسی شکل اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ آپ نے اُس شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

تجھ پر اللہ رحم کرے۔ تو کون ہے۔ میں نے تو آج تک تجھ جیسا کوئی بھی نہیں دیکھا

میں اللہ کا بھیجا ہوا جبرئیلؑ۔ روح الامین۔ فرشتہ ہوں۔ اور میں وہی ناموس اکبر ہوں۔ جو تمام انبیائے کرام پر نازل کیا گیا ہے۔ اے محمد صلعم! اقرأ (پڑھئے)

ما انا بقاری (میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں)

یہ سُن کر روح الامین نے اپنے پروں سے ایک حریر کا ٹکڑا (جو جواہرات ٹکے ہوئے ہونے کی وجہ سے جگمگا رہا تھا) نکالا۔ اور حضورؐ کے چہرۂ انور پر اُسے اُلٹا کر آپ کو گلے لگا لیا۔ اور خوب زور سے بھینچا۔ آپ کو اس سے ایسی تکلیف معلوم ہوئی کہ آپ بے ہوش ہونے کے قریب ہوگئے۔ لیکن جب جبرئیلؑ نے یہ دیکھا تو آپ کو چھوڑ دیا۔ اور وہ حریر کا ٹکڑا آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔

اِقْرَأْ

پروردگار کے مبارک نام کی برکت سے پڑھ جاؤ گے۔ جو کہ مخلوق کا خالق ہے۔ اس آیت کے لفظوں میں ایک طرف تو حضور کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ جایئے۔ یعنی آپ کے خدا کے نام میں ایسی برکت ہے جس سے آپ کا خوف بھی مٹ جائے گا اور آپ بے اٹکے یہ مبارک آیتیں پڑھ جائیں گے۔ بس اگر پہلے ہی جبرئیل پوری ایک آیت ہی آپ کے سامنے پڑھ جاتے تو حضور بھی بلا تامل پڑھ دیتے۔ کیونکہ وہ فوراً سمجھ گئے کہ اس نام میں ایسی ہی برکتیں ہیں۔ کہ نہ اس کے پڑھنے والے کو کوئی خوف ہی رہتا ہے نہ دقت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے بچوں کو "بسم اللہ" کی تقریب میں یہی آیات [illegible] پڑھائی جاتی ہیں۔ جن کی برکت سے ننھے بچے بہت ہی جلدی قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں۔ ورنہ ایک غیر زبان کا کلام۔ اور نو دس برس کا بچہ محراب عبادت میں کھڑا ہو کر فر فر سنائے اگر یہ محبوب کے نام کی برکت نہیں تو کیا ہے۔ کہ اس کا سارا کلام چھوٹے سے بندے کے سینے میں محفوظ رہتا ہے۔ سبحان اللہ اس معبود بندہ نواز کے جس کے بالغ ہونے میں ابھی کم و بیش پانچ چھ برس باقی ہیں

دوسرا نکتہ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جبرئیلؑ نے جان بوجھ کر سرور عالم کو تکلیف پہنچائی۔ ہرگز نہیں۔ وہ کلام ربانی کی چند آیتیں۔ اور خاتم النبیین کا بے مثل خلعت لے کر آئے تھے۔ اُن جیسے امین کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ آپ میں پہلے بار نبوت کی طاقت و قابلیت کا مشاہدہ کر لیں۔

جب پہلی قوموں کی تاریخ صاف صاف بتا رہی ہے کہ ملک کے ملک جبرئیل کی ایک ذرا سی چیخ میں غارت ہو گئے۔ لہٰذا کوئی ایسا ویسا تو کجا۔ حضور اکرم کے سوا دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو جبرئیلؑ کی صورت دیکھ کر ہی زندہ رہ سکے۔ لیکن حضور کی طاقت و قوت۔ اور آپ کا دل گردہ دیکھئے۔ کہ آپ

کائنات کی خوشیاں

آج وہ وقت ہمایوں۔ وہ ساعتِ نشاط۔ وہ روزِ عید۔ اور وہ دورِ فرخ سیر آگیا۔ جس کی امیدیں تارے۔ چاند۔ سورج روزانہ منزلیں طے کیا کرتے تھے اور جس آرزو میں کائنات کا ذرہ ذرہ پڑا کروٹیں بدل رہا تھا وہ آج برآئی کفر کی ظلمت دور ہوئی۔ تیرہ بختی کی سیاہی کافور ہوئی۔ آفتابِ توحید چمک اٹھا۔ نورِ رسالت سے دنیا جگمگا گئی ؎

غم کی کلفت دور ہوئی فصلِ نزل کافور ہوئی
رحم کے بادل آئے ہیں اب خوشیاں برسائینگے

یہ مژدہ جاں نواز ایسا تھا جس کی وجہ سے دنیا جنت معلوم ہونے لگی ہو تو بجا اور ذرہ ذرہ پر انتہائی مسرت کی وجہ سے آفتاب جیسی "تابندگی" آگئی ہو تو درست۔ کیونکہ کائنات کے سامنے ایک ایسا روح پرور منظر پیش تھا جس پر ہزاروں بہاریں، عیدیں، اور مسرتیں قربان۔ آج وہ مقدس ہستی (جسے اللہ تبارک وتعالیٰ شانہٗ نے ازل کے دن ہی سے سب انبیائے کرام میں ممتاز فرما دیا تھا) خاتم النبیین کے لازوال تاج اور سیدالمرسلین کے بے مثال خلعت سے بنی سنوری ہوئی رونق افروز ہے۔ پھر بتائیے جس زمین پر، جس آسمان کے نیچے، جس کائنات کے سامنے۔ اور جن چیزوں کے روبرو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل کے مقدس ہاتھوں نے دولہا بنایا ہو۔ اس زمین، آسمان، کائنات، فضا وغیرہ کی مسرتوں کا کیا عالم ہوا ہوگا۔

اگر کوئی انسان کے ہاتھوں سے دولہا بنایا جاتا ہے۔ تو یقیناً اس کا حسن پہلے سے زیادہ دلفریب معلوم ہونے لگتا ہے۔ پھر جس محترم ذات کو، اس ذات کو جو تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ بن کر پر توِ قدس سے چمک کر عالم کو چمکا رہی ہو، جبرئیل امین کے پاک اور نورانی ہاتھ دولہا بنائیں۔ تو اس عرب کے دولہا عجم کے آقا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ فروزِ جمال کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔

ہاں آپ کے بے مثال حسن کی ادنیٰ جھلک جن جن چیزوں پر پڑی۔ اُن سب میں ایک ایسی چمک دمک دوڑ گئی۔ جو انہیں اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہی بات دیکھنے کے لئے تو کائنات کی ہر چیز روزِ ازل سے بیقرار تھی۔ وہ حضرت آپ کے دیدار کا مژدہ سن کر ہی تو دنیا کی پریشان چیزیں مختلف شکلوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ جیسا عرض کیا جا چکا ہے، تو آپ ہی بتائیے۔ ان ہزاروں برس کی تمنائیں بر آتے دیکھ کر ان میں کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔

کائنات کی نذریں

ہاں جب جبرئیل امین نے حضورِ اکرم صلعم کو دولہا بنایا۔ سرتاجِ انبیاء کا تاج۔ اور سرورِ دو جہاں کا خلعت پہنایا۔ تو دنیا کی ہر چیز میں جو جو خوبیاں تھیں۔ وہ سب کی سب سرکارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو گئیں جس طرح دولہا کی سلامی میں روپیہ اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے حبیب اور اُمت کے دولہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دولہا کے درمیان جملہ انبیاء سے زیادہ اشرف سے متصف بنکر اور صرف یہی نہیں۔ فرش سے عرش تک ان کا ترال بہ خلعت پہن کر عالم کے سامنے لائے گئے۔ تو بہاروں نے رنگ، سرور، تازگی، خوشبوئیں، موتیوں نے آب، ... حضرت ... نے سکون، مسرت، ... وغیرہ۔ غرض ہر چیز نے اپنی اپنی روح اور اپنی اپنی عظمت حضورِ اکرم کے جہاں جہاں تاب دیکھ کر آپ کے حضور میں نذر گزاری۔ یا یوں سمجھئے کہ سب نے اپنا اپنا حسن و جمال حبیبِ کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دیا۔ تو اس وقت آپ کا حسنِ عالم افروز کیا کچھ بن گیا ہوگا اور جہاں جہاں سرکار کے قدم پڑتے ہونگے۔ اس جگہ کا خوشی کے مارے کیا حال ہوا ہوگا۔

کو بھی وضو کرایا۔ پھر جبریل نماز کے لئے آگے اور اُن کی اقتداء میں رسولِ اکرم صلعم کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھی گئیں (اور آج ہی سے حضورِ اکرم صلعم پر نماز فرض ہو گئی جس وقت تک آپ کو نماز پنجگانہ کا حکم نہ ہوا جس کی دلچسپ اور عجیب تفصیل آگے آتی ہے) اُس وقت تک آپ دو رکعت نماز ہی ادا فرماتے رہے۔

جب نماز ختم ہوئی اور آپ نے نظر اُٹھائی تو جبریل امین کو نہ پایا۔ آپ وہاں سے چلے اور دولت کدۂ مبارک پر تشریف لائے۔

معلومات

یہ واضح رہے کہ جب آپ جبریلؑ کے بھینچنے سے متردد و متوحش ہوئے اور توفیقِ الٰہی نے آپ کو سنبھال لیا۔ تو جبریل امین نے آپ کو یہی کلامِ ربانی کی آیتیں پڑھ کر سنائی تھی۔

بی بی خدیجہؓ پر ان عجیب باتوں کا اظہار

جب آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ نے آ کر دروازہ کھولا۔ جیسے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور پر نظر پڑی وہاں اُس جمال پر جس میں ہوتے ہوئے ایک جذب سا وجد کی تجلیات تھیں حضرت ام المومنین آپ کا رُعب و ادب جمال و جلال دیکھ کر ٹھٹھر گئیں۔ اور فوراً ہی آگے بڑھ کر حضورِ اکرم کے دستِ مبارک چوم لئے۔ حضور اپنے پاک مکان میں تشریف لائے تو اُم المومنین نے بصد ادب خدمت والا میں عرض کیا۔

کہئے کیا بات ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان حضور اس وقت آپ کے رُخِ روشن پر ایسا مبارک اور آنکھوں میں ٹھنڈک ڈالنے والا نور دیکھ رہی ہوں۔ جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور آپ کے جسمِ اطہر سے ایسی مشامِ جان معطر کر دینے والی خوشبو آ رہی ہے۔ جو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ ارشاد فرمائیے۔ آج کیا نئی بات ہوئی ہے۔ کہ نورِ جمال سے سارا گھر روشن ہے۔

اور رشک مشک عنبر خوشبو سے تمام مکان معطر ہو رہا ہے۔

جب آپ حضورؐ نے تمام مذکورہ کیفیت بیان فرمائی۔ تو ام المومنین نے عرض کیا۔

شناخت کی تدبیر

بے شک خدائے تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو بہت معزز و ممتاز فرمایا۔ اب آپ مکان کے کسی علیحدہ حصے میں تشریف لے جا کر رونق افروز ہوں۔ اور جب آپ کے پاس جبریلؑ امین تشریف لائیں تو آپ مجھ سے ضرور کہہ دیں۔

سرکار نے ام المومنین کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ اور جب آپ پر جبریلؑ امین منکشف ہوئے تو آپ نے خاتونِ اکرمؓ کو پاس بلا کر فرمایا۔

دیکھو اس وقت میرے پاس جبریلؑ تشریف لائے ہیں۔

ام المومنین نے آپ کو اپنے بائیں پہلو کی طرف بٹھا کر کہا کہ کیا اب بھی آپ کو جبریلؑ نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

پھر ام المومنین نے آپ کو دائیں پہلو کی طرف بٹھا کر پوچھا۔ تو بھی آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر خاتونِ معظمہؓ نے آپ کو اپنی ایک چادر اڑھا دی جس سے سر مبارک کے سوا آپ کا سارا جسم ڈھک گیا۔ اب پھر حضرت خدیجہؓ نے پوچھا کیا اب بھی آپ کو جبریلؑ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اب نہیں دکھائی دیتے۔ یہ سنکر بی بی خدیجہؓ نے جوش مسرت میں ہنستے ہوئے آپ سے کہا

نبوت کی تصدیق اور مبارکباد

میں آپ کو خوشخبری سناتی ہوں کہ آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت کے نعمت سے مشرف فرمایا اس کے بعد آپ کو گھر میں چھوڑ کر بی بی خدیجہؓ ورقہ کے پاس گئیں۔ اور اس طرح ہمکلام ہوئیں۔

ورقہ اور اُمّ المؤمنین

مجھے بتاؤ۔ جبرئیلؑ کون۔ کیا اور کیسے ہیں۔ اُن کے کچھ حالات اُن کا کچھ ذکر مجھے سُناؤ۔

ورقہ۔ قدوس۔ قدوس۔ بھلا جہاں خدا پرستی کا نام و نشان تک نہیں۔ وہاں جبرئیلؑ کا ذکر کرنا کیا معنی۔

اُمّ المؤمنین۔ میرے سرتاج محمدؐ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے پاس جبرئیلؑ آتے ہیں

ورقہ۔ اگر جبرئیلؑ دنیا میں نازل ہونے لگیں۔ تو خیر و برکت کا مینہ برس جائے۔ وہ ناموس اکبر ہیں۔ وہی حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر نازل ہوتے۔ اور خدا کا کلمہ پہنچاتے تھے۔

اُمّ المؤمنین۔ اچھا یہ تو بتاؤ توریت و انجیل میں کوئی ایسی پیشین گوئی بھی ہے جس سے اس زمانہ میں پیغمبر کے مبعوث ہونے کی بشارت پائی جاتی ہو۔ اور اس پیغمبر کے متعلق یہ ہو کہ وہ یتیم مسکین ہوگا۔ اور خدائے جل شانہٗ اسے اپنے فضل سے غنی کر دیگا۔ اور یہ بھی ہو کہ وہ سب سے زیادہ عالی نسب و حسب ہوگا۔

ورقہ۔ ہاں۔ ایسی پیشین گوئیاں ضرور موجود ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اُس پیغمبر میں اور بہت سی باتیں بھی ہوں گی جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) اُس پیغمبر سے مُردے باتیں کریں گے۔ جیسے مسیحؑ سے کرتے تھے (۲) درخت اُس کے نبی ہونے کی گواہی دیں گے (۳) پتھر اُس مقدس پیغمبر کو سجدہ کریں گے (۴) یہ پاک نبی مسیحؑ کی طرح سے آب پر اس طرح چلے گا۔ جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے۔

اچھا خدیجہؓ! تم ذرا اپنے شوہر محمدؐ بن عبداللہ کو میرے پاس تو بھیجو کہ میں ان میں نبوت کی نشانیاں دیکھوں۔ اور ان کی زبان سے ان پر گزرا ہوا عجیب وغریب واقعہ سنوں۔

نبوت و رسالت کی دوسری تصدیق

اُمّ المؤمنین نے ورقہ کی درخواست بیان

کی۔ گھر واپس آئیں۔ اور حضورِ اکرمؐ سے ورقہ کی درخواست بیان کی۔ آپ کسی وقت ورقہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُس کے استفسار پر آپ نے کل کیفیت بیان فرمادی۔

لیکن بعض روایت میں یہ ہے کہ بی بی خدیجہؓ جب پہلے ورقہ کے پاس گئی تھیں تو حضورِ اکرم صلعم کو بھی ساتھ لیتی گئی تھیں۔ اور آپ کو مکان کے دوسرے حصہ میں ٹھہرا کر تنہا ورقہ کے پاس تشریف لے گئیں اور گفتگو کی تھی۔ جب ورقہ نے ام المؤمنین سے حضور کے بارِ ورکھ دستے مشرف ہونے کی درخواست کی تو آپ دوڑی دوڑی اُس حصہ مکان میں گئیں جہاں حضور کو چھوڑ آئی تھیں۔ اور آپ سے کہا چلیے آپ کو ورقہ بلاتے ہیں۔ حضورِ انور ام المؤمنینؓ کے ساتھ ساتھ ورقہ کے پاس تشریف لائے۔ اور آپ پر جو کیفیت گزری تھی۔ ورقہ سے کہہ سُنائی۔

جب ورقہ سب کچھ سُن چکے تو خوشی کے مارے اُچھل پڑے اور بے ساختہ تین مرتبہ یہ فقرہ کہا۔

اے محمد صلعم! آپ خوش ہو جائیے کہ آپ ہی وہ مبارک نبی ہیں جن کی آمد کی بشارت حضرت مسیحؑ نے دی ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد صرف ایک ہی پیغمبر ہوگا جس کا مبارک نام احمد ہوگا۔ اور جبرئیلؑ جو آپ کے پاس آئے وہ ناموس اکبر ہیں۔ وہی سب نبیوں کے پاس آتے ہیں۔ اور وہی آپ پر بھی نازل ہوئے ہیں۔ یہ کہتے ہی ورقہ حضورِ انور کی طرف بڑھے اور جب آپ کے قریب ہوگئے تو جھک کر آپ کی نورانی پیشانی چوم لی اور عرض کرنے لگے۔

یا محمد! اب وہ وقت دور نہیں ہے جب آپ کو خطاب دیا جائے گا تبلیغ کا اور بت پرستوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہوگا۔ اور وہ زمانہ بھی قریب ہے جب آپ مصائب برداشت کرنے کے بعد سارے عرب کی توجہ کا مرکز

نغمہ پہنچا۔ اور بتوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ آپ کو خدا سب پر فتح دیگا۔
اس کے بعد ورقہ نے وہی الفاظ کہے۔ جو اس سے پہلے صحیح بخاری کی
حدیث سے پیش کئے جا چکے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد حضور اکرم صلعم ورقہ سے رخصت ہوئے۔ ور ام المومنین
کے ساتھ ساتھ ہشاش بشاش دولت کدہ عالیہ پر تشریف لے آئے۔ اور جناب
باری کے احکام کا بڑے شوق اور بہت بے صبری سے انتظار فرمانے لگے۔

معلومات افسوس ہے کہ ورقہ نے دعوتِ اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ ورنہ وہ
اس سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ اور اُنکا یہ شک یقین سے بدل
گیا کہ اگر میں زمانہ دعوتِ اسلام میں زندہ رہا تو مشرکین کے مقابلہ میں آپ کے
ساتھ ساتھ تلوار علم کرونگا۔

حکمت چونکہ ورقہ نصاریٰ کے بڑے عالم تھے۔ جیسا ہم عرض کر چکے ہیں۔ اس
لئے وہ اگر زیادہ مدت تک زندہ رہتے تو لوگ یقینی طور پر یہ کہہ دیتے
کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب تعلیم ورقہ ہی سے پائی ہے۔ اور انہی کے
کہنے سے آپ یہ جدید دین دُنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جیسے ہمارے
دوست مارگولیتھ پادری سپرنگر اور سر ولیم میور کے اقوال اب بھی موجود ہیں۔ کہ حضور اکرم
نے ورقہ ہی سے یہ تعلیم حاصل کی تھی جن کے جواب ہم وضاحت سے عرض کر چکے ہیں۔
غرض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بیٹھ جانا یقینی تھا کہ آپ نے ذکر اس نئے
مذہب میں ورقہ سے مدد ضرور لے رہے ہیں کیونکہ ورقہ آپ کے قریبی سسرالی
رشتہ دار تھے۔ اور اُن کے پاس حضور اکثر آیا جایا کرتے تھے جس کے سبب آپ میں
اور ورقہ میں ایک گہری مؤانست پیدا ہو گئی تھی۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ نے
دعوتِ اسلام سے پہلے ہی ورقہ کو اٹھا لیا۔ اور اس بے معنی خیال سے کہ ورقہ مدد دے

ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا۔

ورقہ بھی جنتی تھے

ان کی بخشش کے متعلق جب خود حضور اکرم صلعم کا ارشاد موجود ہے تو کسی کو ان کے خلاف زبان کھولنے کی کیا جرأت ہو سکتی ہے۔

ارشادِ نبوی

"لقد رأیت القس فی الجنۃ علیہ ثیاب خضر لانہ آمن بی فصدقنی" قس سے ورقہ ہی مراد ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضور اکرم صلعم نے فرمائی ہے۔

تکمیلِ نبوت کے متعلق ایک اور روایت

ابن عمر کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلعم کی حیات طیبہ کا چالیسواں سال آیا تو آپ بہت زیادہ خلوت پسند اور گوشہ نشین رہنے لگے۔ جیسا ہم عرض کر چکے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو اس وقت کسریٰ پرویز بن ہرمز بن نوشیروان کی سلطنت کو بیس سال ہوئے تھے۔ اور حیرہ میں حکومت نعمان کی طرف سے ایاس بن قبیصہ طائی عربوں پر حکمران تھا۔

حضرت حمزہ اور عکرمہ فرماتے ہیں نیز انس بن مالک اور عروہ بن زبیر سے بھی مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ پر وحی آئی اس وقت آپ کی عمر شریف چالیس برس کی تھی۔ گو بعض حضرات صحابہ جیسے سعید بن مسیب وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کا سن شریف تینتالیس سال کا تھا جب آپ خلعتِ نبوت سے مشرف ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک تو کثرت پہلے ہی قول کی طرف ہے۔ دوسرے اس کے سب راوی بہت مضبوط اور ثقہ ہیں۔ دوسرے قول میں یہ قوت پائی نہیں جاتی۔ دوسرے اسناد کا سلسلہ بھی کہیں کہیں قطع ہو گیا ہے۔ مگر یہ دوسرا قول غالباً اس لئے ہے کہ آپ پر تین سال تک وحی نہ آتی تھی۔

جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ لہذا انہوں نے اکتالیسواں سال ہی جب آپ نے
لوگوں کو دعوتِ اسلام دینی شروع کر دی تھی، نبوت کا پہلا سال سمجھا۔ تاہم اس پر
سب کا اتفاق ہے کہ حضور پر دوشنبہ کے دن وحی آئی۔ ہاں اس میں اختلاف
ہے کہ وہ کونسا دوشنبہ تھا۔ ابو قتادۃ الجرمی کہتے ہیں کہ حضور پر ۱۰ رمضان المبارک
کو پہلے پہل قرآن نازل ہوا لیکن ایک جماعت کا بیان ہے کہ ۸ [illegible]
تاریخ تھی۔

وحی سے پہلے بھی سرکار اسرارِ ربانیہ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک
حضور کے سینہ پاک کرنے، قلب دھونے اور پھر اسی جگہ رکھ دینے کا عجیب و غریب
واقعہ بھی ہے۔ جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

ان امور میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ کو شجر و حجر سلام کرتے تھے۔ جس
پر آپ اپنے دائیں بائیں دیکھتے لیکن وہاں کوئی دکھائی نہ دیتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی مشہور
تھا کہ اب نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے علما [illegible]
آنے والے نبی کا ذکر اور فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ جنہیں ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں
لیکن ابن ہشام نے جن کی روایت ہم یہاں نقل کر رہے ہیں، اس مقام پر دو اور
ایسے واقعات لکھے ہیں جنہیں ہم بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ مجھ سے زید بن عمرو بن نفیل نے
بیان کیا تھا کہ ہم اسمٰعیل کی اولاد اور بنی عبدالمطلب سے
ایک پیغمبر کے منتظر ہیں۔ مجھے اس زمانہ تک زندہ رہنے کی امید نہیں لیکن
میں بھی ان پر ایمان لاتا اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تو اس مبارک
نبی کے زمانہ تک زندہ رہے اور ان کی زیارت کرے تو میرا سلام کہہ دینا۔
اب میں تجھے ان کی صفات بتائے دیتا ہوں۔ وہ نہ بہت لمبے ہوں گے نہ

ان واقعات کے بیان سے مطلب یہ ہے کہ بعثت سے قبل ہی ایک طرف تو آپ پر اسرار باطنی منکشف ہونے لگے تھے۔ اور دوسری طرف آپ کے ہونے والے نبی کے متعلق بڑے زور سے کتب سماوی کے احکام پیشین گوئیاں بیان کی جاتی تھیں یہ بھی آپ کی کرامت تھی۔ کہ بعثت سے قبل ہی بعض نیک دلوں میں آپ کے آنے کا انتظار اور زیارت کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کے دلائل نبوت اس قدر کثرت سے ہیں کہ بڑے بڑے علماء نے ضخیم ضخیم کتابیں صرف آپ کی نبوت کے دلائل ہی میں لکھی ہیں جن میں بڑی بڑی عجیب و غریب باتیں زیب صفحات کی گئی ہیں۔ انشاء اللہ کسی اور مناسب موقعہ پر ان میں سے کچھ پیش کی جائیں گی۔

اس کے بعد ابن اثیر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیثیں اور نزول وحی کی کیفیتیں لکھی ہیں جنہیں ہم پہلے ہی پیش کر چکے ہیں۔ لیکن بعض مورخین کے بیان بالکل ہی دوسرا ناقابل اعتبار اور نامناسب ہیں اُسے بھی سپرد قلم کئے دیتے ہیں۔

ابتدائے وحی کے متعلق دیگر روایات

شنبہ اور یکشنبہ کی رات حضرت جبرئیل کی آواز آپ کو سنائی دی۔ لیکن وہ دکھائی نہ دیئے۔ دوشنبہ کے دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر مکان تشریف لے جا رہے تھے، تو جبرئیل امین آپ کو نظر آئے۔ اور آپ سے وہی کہا۔ جو ہم بالتفصیل عرض کر چکے ہیں۔ جب جبرئیل امین نے خدا کے حکم سے آپ کو خاتم النبیین کا شاندار خلعت پہنا دیا۔ تو وہ غائب ہو گئے۔ آپ کو تین تین دفعہ بھینچنے کی یہاں یہ وجہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ جبرئیل آپ کے اندر انوار و برکات روحانیہ و تجلیات بھر رہے تھے۔ کہ آپ بار نبوت اور اسرار غیبی سے (مقتضائے بشریت) گھبرا نہ جائیں۔ لیکن ہمارے خیال میں وہی صحیح ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ ناموس اکبر آپ کا امتحان لے رہے تھے۔ غرض جب

آپ خلعتِ نبوت سے مشرف ہو کر چلے تو راہ میں جو درخت یا سنگریزے ملے۔ اُن سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔ اور ذرہ ذرہ آپ کے نورِ جمال سے منور ہوگیا۔ جب آپ اُم المومنین کے پاس پہنچے تو یہی فرمایا۔ زملونی زملونی (مجھے کچھ اڑھا دو۔ مجھے کچھ اڑھا دو) آپ کو چادر اڑھا دی گئی۔ تاہم آپ کے دونوں مونڈھے ہیبتِ الٰہی سے کپکپا رہے تھے۔ جب آپ کی یہ کیفیت رفع ہوئی۔ اور آپ نے اُم المومنین کے استفسار پر اُن سے سب کچھ بیان فرمایا تو اُنہوں نے آپ سے وہی اطمینان بخش باتیں کیں۔ جو مذکور ہو چکی ہیں۔ اور یہ فرمایا کہ ہم سب سے پہلے آپ پر ایمان لاتے ہیں۔

غرض اسی قسم کی تھوڑی تھوڑی کمی بیشی کے ساتھ یہ روایات کتبِ حدیث و تاریخ میں مذکور ہیں۔

وحی رک جانیکا سبب تین سال تک آپ پر وحی نہ آنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ پر اُس وقت تک وحی نہیں بھیجی۔ جب تک آپ کا قلبِ مبارک اسرارِ غیبی کا متحمل نہیں ہوگیا اس کے بعد وحی خوب زور سے آنے لگی۔ لیکن اس تین سال کے زمانہ میں بھی حضور کے پاس جبریل وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ جیسا صحیح بخاری باب التعبیر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وحی رک گئی۔ تو آپ حد سے زیادہ پریشان اور سراسیمہ رہنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ اس انتظار سے گھبرا کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے۔ اور چاہتے تھے کہ اپنے آپ کو اُس پر سے گرا دیں۔ معاً جبریل آتے۔ اور فرماتے۔ ہیں۔ یہ آپ کیا کرتے ہیں۔

خدا کی قسم آپ اللہ کے رسول اور میرے بھائی ہیں بمشیتِ ایزدی کام انتظام پہنچنے۔ اس سے حضور کو کچھ دن کے لئے تسکین ہو جاتی تھی لیکن بیتابی انتظار بڑھتے بڑھتے

آپ کو پھر کسی پہاڑ سے گرنے پر مجبور کرتی۔ ورپھر جبریل امین آکر آپ کو تسلی دیتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جبریل امین اس تین سال میں بھی آپ کے پاس آتے تو رہے مگر کلام ربانی لیکر نہیں۔ آپ کی تشفی اور اطمینان کے لئے۔

فاضل مغربیوں کے اعتراض پر دنداں شکن جواب

اگر کوئی یہ کہے جیسا بعض مغربی مورخوں کا خیال ہے کہ آپ کو اپنی نبوت میں اس قدر شک کیوں ہوگیا تھا۔ کہ کبھی جبریل آپ کو اطمینان دلاتے۔ اور کبھی ورقہ آپ کو تسلی دیتے تھے۔ تو اس کا جواب اگر معترضین دماغ سے تعصب کے پردے ہٹاکر خود ہی سوچتے تو اُن کی ذہنیت ہی اُنہیں پورا اطمینان بخش جواب دیدیتی۔ صورت یہ تھی۔ کہ آپ چونکہ نبی امتید کے حضرت حق جل مجدہٗ کے سب سے زیادہ محبوب بن گئے تھے۔ یعنی جبریلؑ نے آپ کو خدا کے حکم سے سید المرسلین۔ خاتم النبیین۔ رحمۃ للعالمین کا لاجواب خلعت پہنا دیا تھا اب جو تین سال کے لئے ایک دم وحی رُک گئی تو فطرتِ انسانی کے ماتحت آپ کی بے چینیاں روز بروز بڑھنے لگیں۔ یہاں تک کہ آپ نے کئی مرتبہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینا چاہا۔ لیکن خدا نے فوراً جبریل امین کو بھیجکر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارادہ سے بعض رکھا۔

اضطراب کی وجہ

آپ کی یہ حالت اضطراب جہاں تک ہم سمجھتے ہیں کسی شبہ کے ماتحت نہ تھی۔ بلکہ جس حُسنِ عالم سوز نے طُور کو سُرمہ اور موسیٰ کو بے ہوش کردیا تھا۔ اسی جمالِ جہاں تاب کے جلوے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دل میں منعکس ہوکر آپ کو بے قرار رکھتے تھے جس ذاتِ کبریائے حق تبارک وتعالیٰ شانہ کے مقدس کلام کی چند آیتیں غار حرا میں خود پڑھیں اور حضور سے پڑھوائیں تھیں۔ بھلا اُنہیں آیتوں کی شوق و ذوق سرکار کے دل میں کس قدر

بڑھتا۔ کہ عنصر رسے تبدیل ہو گیا۔ یہ بھی ایک بڑا نازک وقت تھا۔ یہ حسن قریب کے ہوتے
تو حضور اکرم صلعم کے قلبِ اطہر کو برابر منور کئے جا رہے تھے۔ لیکن آپ کے گوشِ حق نیوش
کلامِ ربانی سے محروم رہے جاتے تھے۔ اس صورت میں آپ کا اضطراب جتنا بھی بڑھ جاتا کم تھا
آپ نے غارِ حرا میں کیا دیکھا۔ ناموسِ اکبر سے کیا سُنا۔ کلامِ ربانی کا آپ کے قلب
پر کیا اثر ہوا۔ جبریلؑ سے آپ کی کیا کیا باتیں ہوئیں۔ روح الامین کے بار بار بھینچنے سے
قلبِ اطہر کن کن کیفیات اور تجلیات کا مخزن بن گیا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ کسی طرح
بھی دنیا کے محدود اور کمزور الفاظ ان کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم نے جو کچھ بھی عرض کیا۔ وہ ایسا ہی
تھا۔ جیسے کسی داستان گو سے کوئی پانچ سالہ بچہ قصہ سُنکر اسے اپنے الفاظ میں ہم عمر
لڑکوں کو سنائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اصل قصے کی شان اور دلچسپی بالکل
بھی نہیں رہ سکتی۔ اُس بچہ سے بھی لاکھوں درجے کم ہماری مثال ہے۔ ہم نے اپنے
تنگ دماغ محدود دل۔ اور موٹے جھوٹے الفاظ سے کام لے کر غارِ حرا کا واقعہ پیش
کر دیا۔ لیکن کون کہہ سکتا۔ اور جان سکتا ہے کہ وہ منظر کس نوعیت کا منظر۔ وہ جلوے
کیسے جلوے۔ اور وہ الفاظ کس قسم کے الفاظ تھے۔

کوئی بڑے سے بڑا عالم۔ ادیب۔ اور فلسفی بھی غارِ حرا کا واقعہ بالکل اس طرح
نہیں بیان کر سکتا جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح کیفیتِ قلب معلوم ہو سکے۔
اس لئے کہ وہ انوار۔ مشاہدات۔ اور تجلیات نہ بیان ہی کئے جا سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی ان مشاہدات
قدرت کے سننے کا متحمل ہی ہو سکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ آپ پر غارِ حرا میں جو
کیفیت گزری تھی۔ وہ ایک بالکل ہی نئی۔ اثر سے بھرپور اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے
تو کیا جب تین سال کے بعد وحی رُک گئی اور کلامِ ربانی سے اس عرصہ میں حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشنہ رہے تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس حالت میں آپ کے قلب
پر کیا کیا کیفیات طاری رہی ہونگی۔ اور آپ کے دل و دماغ پر منتظر رقت کیا کچھ

بنا دی ہوگی۔ کلامِ الٰہی کے اشتیاق اور احکامِ سبحانی کے انتظار میں اگر آپ کا حزن و ملال حد سے زیادہ بڑھ گیا ہو تو بالکل صحیح۔ ہاں اگر آپ کے قلبِ مبارک پر بے چینی و اضطرار کی کیفیات طاری نہ ہو تیں تو قابلِ اعتراض بات تھی۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا۔ کہ ارشادِ باری رُک جانے کے سبب آپ کچھ اندوہگین نہیں ہوئے جس سے صاف ایک بدذوقی کا ترجمہ ہوتا ہے۔ لیکن آپ کے تاثرِ حزن و ملال نے دُنیا کو یہ بتا دیا کہ آپ ایک لحظہ کے لئے بھی کلامِ الٰہی کی مفارقت گوارا نہیں فرما سکتے۔ آپ کے حزن و ملال سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ آپ حق تعالیٰ کے سب سے بڑے عاشق ہیں۔ اور دوسری طرف یہ اظہر من الشمس ہوگیا۔ کہ ارشادِ الٰہی بجا لانے میں تاخیر تو کجا۔ احکامِ ربانی تھوڑے ہی زمانہ کے لئے رُک جانے کی وجہ سے بھی آپ سخت متردد متفکر۔ اور مضطرب ہو گئے۔ آپ کا شوق آپ کو بے چین کر رہا تھا۔ کہ کب ارشادِ باری ہو۔ اور کب آپ پہاڑوں پر چڑھ کر اپنے پروردگار کی عبادت کرنے کے لئے فرشتہ کو طلب فرمائیں۔ ہاں یہ شوق و ذوق تھا جو انتظار اور پھر اضطرار سے بدل گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ پر يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کی چند آیتیں نازل فرما کر آپ کا سارا حزن و ملال آن کی آن میں دُور فرما دیا۔

وحی رُک جانے کا دوسرا سبب

تین سال تک آپ پر وحی رُک جانے کی وجہ ہماری ناقص رائے میں یہ تھی۔ کہ ایک طرف تو آپ کو رنج و ملال سہنے اور صبر کرنے کی عادت ہو جائے۔ اور دوسری طرف لوگوں کو بھی بہت اچھا موقع مل جائے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر حق و باطل میں بآسانی تمیز کر سکیں اور جس وقت خدا کے حبیب۔ اُمت کے آقا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ اسلام دیں۔ تو یہ بلا چون و چرا آپ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے مشرف باسلام ہو جائیں۔

اشاعتِ اسلام

چنانچہ تین سال کے بعد جب آپ پر سورۂ مدثر کی چند آیتیں نازل ہوئیں۔ اور آپ کو مرتبہ ہو کر اللہ کی بڑائی بیان کرنے۔ کپڑوں کو پاک وصاف رکھنے وغیرہ کا حکم ملا۔ تو آپ نے مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے آپ اپنے اہلِ بیت ہی کو دعوتِ اسلام دیں۔ اور ساتھ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی خیال آیا۔ جو بیس برس سے آپ کے بڑے گہرے دوست تھے چنانچہ ام المو- منین خدیجۃ الکبریٰ تھیں جو آپ کی شریکِ حیات تھیں۔ ابوبکر صدیق تھے جو آپ کے سب سے بڑے دوست تھے۔ حضرت علیؓ تھے جو آپ کے آغوشِ تربیت میں پلے تھے، زید تھے، جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے، غرض یہ لوگ تھے جن پر آفتابِ رسالت کی شعاعیں کثرت سے پڑا کرتی تھیں۔ جب ان مقدس حضرات کے سامنے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا تو آپ کی مبارک زبان سے ابھی آخری لفظ بھی ادا نہ ہوئے تھے۔ کہ یہ سب کے سب حضرات بلا تامل مشرف باسلام ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ نفوس حضورِ اکرم صلعم کے ارشاد کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ کہ کلمۂ حق سننے سے پہلے ہی یہ لوگ لبیک کہنے والے تھے۔ جس کی وجہ ایک تو آنحضور صلعم کی قربت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ آپ نبوت سے پہلے ہی امین۔ صادق کے لقب سے پکارے جانے لگے تھے۔ ور حق پسندوں کی نظریں آپ پر رسالت سے پہلے ہی پڑا کرتی تھیں۔ اب ان تین سال کے عرصہ میں کافی غور و خوض کا موقع مل گیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے پیغام سنتے ہی یہ حضرات مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو اپنی کوشش سے اور متعدد حضرات کو بھی شمعِ جمالِ محمدی کا پروانہ، اور شرابِ توحید کا مستانہ بنا دیا۔ جس کی دلچسپ تفصیل آگے آتی ہے۔

فائدہ

بہرکیف یہ اتفاق مفید ضرور ہوا۔ جن کے دوروں میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت تھی۔ وہ بے پس و پیش یا دو چار سوال کرنے کے بعد دولتِ اسلام

سے مالا مال ہو کر صحابہ کے شاندار خلعت سے سرفراز ہو گئے۔ دشمن بدبختوں کے دل بالکل تاریک تھے۔ اُن کے لیے اتمامِ حجت ہو گئی۔ چنانچہ ان تین سال کے بعد بھی حضرت حق جل علیٰ شانہ نے کفار کو دس سال کی اور مہلت دی۔ اس عرصہ میں جو حق کو سمجھ گئے۔ وہ ماہتابِ نبوت کے درخشندہ ستارے بنکر شہابِ سعادت پر چمک اُٹھے۔ اور جو لوگ اسی طرح کفر پر اڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ناقابلِ بیان مظالم کرتے رہے۔ انہیں حق جل مجدہ نے صفحۂ ہستی سے مٹا کر جہنم کے ابدی عذاب میں ڈالدیا۔

یہ وجوہ تھے جن کے باعث حضورِ اکرم صلعم پر تین سال کے لیے وحی رک گئی ہم سمجھتے ہیں کہ اب ضرور معترضین کی تسکین ہو گئی ہو گی۔ اور وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ واقعتاً آپ کی یہ حالت کسی شک کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ وحی کے رک جانے کے باعث آپ پر یہ اضطراری کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ جو بیان کی گئی۔ معترضین کے جواب میں ہمیں ایک مشہور محدث کا قول بھی مل گیا ہے۔ جسے ہم یہاں زیبِ قرطاس کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

ایک فاضل محدث کا جواب

نبوت ایک امرِ عظیم ہے۔ کوئی اس کا تحمل فوراً نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے اچھے اور سچے سچے خواب دکھا کر اس سے مانوس کیا گیا ہے۔ اور جب آپ کو فرشتہ دکھائی دیا۔ تو بھی حضور بشریت کی وجہ سے ڈر گئے۔ جب حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اطمینان دلایا۔ اور ورقہ نے تصدیق کی۔ تو آپ کو نبی ہونے کا بالکل یقین ہو گیا۔

محدث صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ فَلَمَّا سَمِعَ کَلَامَہُ اَیْقَنَ بِالْحَقِّ وَ اعْتَرَفَ بِہٖ۔ پس جب آپ نے ورقہ کی باتیں سنیں۔ تو آپ کو یقین ہو گیا۔ اور آپ نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن ورقہ کی باتوں سے آپ کو حق کا یقین ہونا یہ

بھی خدائے تعالیٰ کے حضور میں یہی عرض کیا تھا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ قریش نے جھٹلایا۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں۔ کیونکہ آپ سے پہلے انبیاء بھی اسی طرح جھٹلائے جا چکے ہیں۔

سورۂ یٰسین میں مولا بندوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ یہ ڈر ہر پیغمبر کو ہوا ہے۔ اور چونکہ ایسا ڈر بشریت کا عین اقتضا ہے۔ اس لیے یہ بالکل اعتراض کی بات نہیں۔

بہرکیف آپ کو یہی اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ آپ کی نبوت کی تکذیب نہ کریں۔ اس لئے آپ غمگین ہوئے تھے لیکن جب ورقہ نے آپ کی باتوں میں ذرا بھی شک نہ کیا تو آپ کو اطمینان ہو گیا کہ اگر بعض لوگ تکذیب بھی کریں گے تو کچھ تصدیق کرنے والے بھی ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آخرکار حق کی فتح اور باطل کی شکست ہو گئی۔

اقسامِ وحی

علماء اور محدثین کے فرمان کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی طرح سے وحی آتی تھی۔ (۱) کبھی تو جبرئیل انسان کی صورت میں متمثل ہو کر آپ کو کلامِ ربانی پہنچاتے تھے۔ (۲) حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں جو بڑے حسین و جمیل اور بنی کلب کے ایک نمایاں فرد تھے، خدمتِ اقدس میں آتے اور پیغامِ الٰہی پہنچاتے تھے۔ (۳) اور کبھی آپ پر وحی کی آمد اس طرح ہوتی تھی کہ آپ لیٹ جاتے تھے۔ اور آپ کو کپڑا اڑھا دیا جاتا تھا۔ جب آپ اٹھتے تو سخت سردی کے موسم میں بھی پسینے میں نہائے ہوئے ہوتے تھے۔ جیسا طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں کاتبِ وحی تھا۔ میں دیکھتا تھا۔ کہ آپ وحی کے بعد پسینوں میں ڈوبا ڈوب ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ وحی کی حالت میں آپ کو فرطِ عظمت

فرق عظمت میرے زانو پر تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میری ران بوجھ کے مارے ٹوٹ جائے گی۔ جب سورۂ مائدہ نازل ہوئی تو ثقل و گرانی کی وجہ سے اونٹنی زمین پر بیٹھ جاتی تھی کچھ اتنی ہی نہیں ہر قسم کی وحی میں آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔ (۲) کبھی گھنٹی کی طرح ٹن ٹن کی آواز آتی تھی جب فرماتے ہیں۔ یہ حالت وحی میرے لئے سب سے زیادہ گراں ہوتی ہے۔ جب آپ کو پیغام الٰہی پہنچا دیا جاتا تھا۔ تو آپ پر سے یہ حالت جاتی رہتی تھی۔ (۳) وحی کی ایک قسم آپ کے سچے اور اچھے خواب تھے جن کی تفصیل پیش کی جاچکی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وحی کے متعلق صحیح بخاری میں جو کچھ ملتا ہے۔ اسے حرف بحرف پیش کردیں۔ تاکہ ناظرین پوری وضاحت سے وحی کے اقسام سمجھ لیں۔ اور ملاحظہ فرمائیں کہ نوح اور ابراہیمؑ کی طرح آپ پر کس طرح وحی کی ابتدا ہوئی۔ پہلے قرآن کریم کی یہ آیات ذیل پڑھئے اور سمجھئے۔ جو ذیل میں درج ہیں پھر صحیح بخاری کی وہ احادیث جو وحی کے متعلق ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ الخ

سورۃ النساء پارہ ۶ رکوع ۲۴ (بیشک ہم نے آپ پر وحی کی۔ جیسے ہم نے وحی کی نوح پر اور ان کے بعد کے نبیوں پر)

اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ وحی الٰہی صرف آپ ہی پر نہیں آئی۔ بلکہ تمام انبیاء کرام پر آتی رہی ہے۔

قرآن اور وحی کے متعلق کفار کے خیالات

نادان ہیں۔ جو آپ پر بھیجی ہوئی وحی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کلام جسے آپ پڑھ پڑھ کر سناتے اور خدا کا کلام بتاتے ہیں آپ ہی کا بنایا ہوا کلام ہے

اگرچہ تمام فصحائے عرب کی فصاحتیں۔ بلاغتیں انہیں جواب دے گئیں۔ اور وہ ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگانے کے باوجود ایک آیت بھی ایسی نہ بنا سکے جو

کلامِ ربانی سے کچھ بھی ملتی جلتی ہوتی لیکن خدا بے غیرتی کا بھلا کرے۔ کہ یہ کفار اپنی ہی گائے جاتے ہیں۔ اور جو وحی آپ پر بھیجی جاتی ہے۔ اس کے کلامِ ربانی ہونے سے انکار کئے دیتے ہیں۔ لیکن حق کوئی لاکھ چھپائے چھپتا نہیں۔ کفارِ قریش نے چاہا کہ وہ کلامِ ربانی کو ملیا میٹ کردیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔ اور اسلام کی تردید میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں لیکن کہیں ان پھونکوں سے حق کا چراغ بجھ سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ یہ جو بدنہاد اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسولِ ربِ انام کی تحقیر و تذلیل میں جان توڑ کوششیں کرتے تھے۔ انہیں موت کے ایک ہی جھونکے نے صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔ اس طرح کہ آج کوئی ان کا نام لیوا۔ پانی دینے والا بھی باقی نہیں۔ قرآنِ کریم ساڑھے تیرہ سو برس سے اسی طرح آفتابِ ہدایت بنکر اپنی ضیا باریوں سے ایک دنیا کو مسخر کرتا رہا۔ اور کرتا رہیگا۔ دشمنانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیست و نابود ہوگئے لیکن آپ کے نام پر فدا ہونے والے سب ہی جہان کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں جن کو سچی وارفتگی ہے۔ دنیا ہر زمانہ محوِ حیرت ہوگیا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ شانہ کا یہ فرمان بھی کس طرح پورا ہوا۔ کہ جب حق آگیا تو باطل رفتہ ہوگیا

تنبیہ اس زمانہ کے بعض نوجوانوں کو بھی جنہیں مغرب کی تہذیب نے [illegible] تہذیب کی [illegible] ہواؤں نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ وہ اپنے ناقص [illegible] [illegible] کے [illegible] میں اگر خود [illegible] نہیں تو اپنے حلقۂ احباب میں ضرور [illegible] ہیں کہ قرآنِ کریم [illegible] کلام [illegible] عقل [illegible] [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے دھندے میں۔

سے بھی انکار کئے دیتے ہیں۔ یہاں بھی بس نہیں۔ حضور کریم کا نام لیتے ہیں۔ تو صلی
اللہ علیہ وسلم بھی ان کے جھوٹے منہ سے نہیں نکلتا۔ اُن کی معلومات جدیدہ نے انہیں

ع "اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی"

کا مصداق کر دیا ہے۔ اگر یہ اب بھی اپنی خام خیالیوں سے باز نہ آئے۔ تو انہیں متنبہ
ہو جانا چاہیے کہ عنقریب انہیں قہر الٰہی کی زنجیریں جکڑ لینے والی۔ اور موت کا ایک ہی
تند جھونکا ہمیشہ کے لئے دنیا سے غارت کر دینے والا ہے۔

افسوس ان بدبختوں کی سمجھ پر۔ اور رشید کار ان کی تعلیمات پر کہ انہوں نے
جدید تعلیم پاکر بھی یہ نہ سمجھا کہ دنیا کی تمام اختراعات قرآن کے ایک ایک حرف پر
لاکھ لاکھ بار قربان۔

ہر زبان کے فصیح تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا جواب
آج تک دنیا پیش نہیں کر سکی۔ یہ جن ہمارے نئے بگڑے ہوئے فلسفی اپنی ہی گائے
جاتے ہیں۔ بہت اچھی منتظر ہیں۔ حق جل مجدہ کی ہستی۔ قبر کی تاریکی۔ عذاب الٰہی
کی شدت و ملک الموت کے ایک سخت اور تیغ مصافحے کے تجربے ان کی ساری
قلعی ... جب زبانی اس طرح خاک میں ملیگی کہ خود انہیں بھی مشکل سے یاد آئے۔

اے کاش! یہ مردود طبقہ اب بھی سنبھل جائے۔ در جناب باری کی
درگاہ میں سچے دل سے اپنے ناقابل معافی قصوروں کا اعتراف کرلے۔ تو اب بھی
رحمت الٰہی کا دامن [illegible] سے اپنے اندر ڈھانک لینے کے لئے تیار ہے۔ توبہ کا دروازہ
کھلا ہوا ہے۔ مگر اسی وقت تک جب تک باب موت ان بدنصیبوں پر وا نہ ہو جائے

وہ دل ہی کیا کہ اثر امر حق نہ ہو سینہ وہ کیا جو ذکر سے ادراک حق نہ ہو
یہ کیا کہ کجروی بھی ہو اور بیچ ترقی نہ ہو تم نے جو پڑھا ہے وہ سبق نہ ہو

وحی نازل ہونیکے طریقے

قرآن کریم کی مذکورہ تصنیف کفار کے خیالات: تنبیہ

کا مقدمہ پیش کرنے کے بعد ہم قارئین کرام کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کن کن طریقوں سے نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے۔

صحیح بخاری

(۱) عن عائشة ام المؤمنين ان الحارث بن هشام سأل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشده علی فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول کریم صلعم سے سوال کیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ تو حضور اکرم صلعم نے حارث کو ایک دنیا کی مثال میں سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ کہ کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔ اسے میں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ آواز غیب سے جو صدائے ملکوتی میرے کانوں میں آ رہی ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ اگرچہ اس وقت دنیا کی کوئی آواز میرے کان میں نہیں آتی۔ تاہم گھنٹی کی ٹن ٹن جیسی آواز کچھ ایسی آواز ہوتی ہے جس کا مطلب سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ ساری وحیوں میں یہی وحی مجھ پر بہت زیادہ سخت ہوتی ہے لیکن اچھی طرح سے یہ کیفیت مجھ پر سے دور ہو جاتی ہے۔ مگر اس صورت میں کہ فرشتہ جو کچھ مجھ سے کہہ چکتا ہے بالکل سمجھ اور یاد کر چکتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ میرے پاس انسانی صورت میں آتا ہے۔ پھر مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ وہ کہتا ہے۔ میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔

(۲) قالت عائشة رضی اللہ عنہا ولقد رأيته ينزل عليه الوحی فی اليوم الشديد البرد فيفصم عنه وان جبينه ليتفصد عرقا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (حضور کی وحی کے متعلق) ارشاد فرماتی ہیں کہ قطعاً یقیناً میں نے تیز سردی کے دن آپ پر ایسی وحی اترتے دیکھی ہے۔ اس وقت ایسی دیکھتی

تھی کہ آپ کی مقدس پیشانی سے پسینے کی لڑیاں ٹپ ٹپ بہنے لگتی تھیں۔

اطلاع

اس کے بعد ایک طویل حدیث ہے جسے ہم خورشید رسالت کے طلوع کے عنوان میں پیش کر چکے ہیں۔

اب یہ معلوم ہو گیا کہ آپ پر وحی کس طرح آئی۔ اور إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ (بیشک ہم نے آپ پر وحی بھیجی) کی ابتدا کس طرح ہوئی۔

معلومات

ہم وحی کے اقسام مفصل طور پر عرض کر چکے ہیں۔ لیکن مختصراً وحی کی علیحدہ علیحدہ قسمیں اس صورت سے پیش کیے دیتے ہیں جس طور سے ہمارے علمائے کرام نے وحی کے اقسام بیان فرمائے ہیں۔

(۱) خدا خود بلا واسطہ نبی پر احکام نازل فرمائے۔ (جیسے معراج کی رات خدا نے آپ سے بلا واسطہ کم و بیش ۹۰ ہزار کلام فرمائے۔ اور نماز پنجگانہ فرض کی۔ تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) (۲) فرشتہ اپنی شکل میں آئے اور پیغام الٰہی پہنچا دے (چنانچہ جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں ایک سے زیادہ مرتبہ آپ کے پاس آئے ہیں)۔ (۳) فرشتہ انسانی صورت میں پیغام الٰہی پہنچائے۔ جس کی تشریح پیش کی جا چکی ہے۔ (۴) صرف آواز کے ذریعہ سے کسی مشاہدے بغیر حکم خداوندی پہنچے (۵) خدا کی جانب سے قلب میں پیغام ربانی ڈال جائے۔ جسے الہام کہتے ہیں اس کی دوسری صورت یہ ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جبرئیلؑ نے میرے دل میں دکھائی دیئے بغیر یہ بات ڈالی کہ کوئی انسان اپنا پورا رزق کھائے بغیر نہیں مرتا۔ (۶) خواب یا بیداری کی حالت میں کشف کے ذریعہ سے حکم الٰہی بتایا جانا جسے کشف یا الہام کہتے ہیں۔

محققین کا قول

ابھی جبرئیلؑ کی حقیقت آپ پر غالب ہوتی تھی۔ اور کبھی آپ کی بشریت جبرئیلؑ پر غلبہ پا لیتی تھی۔

ہم نے گذشتہ مقالہ میں احادیث صحیحہ سے یہ بتایا تھا۔ کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا کس طریقے سے ہوئی۔ اور پیغام الٰہی کن کن صورتوں سے آپ تک پہنچا۔

معترضین کے اعتراضات

لیکن سطور بالا میں علم وحی کے اقسام پیش کئے گئے ہیں جن سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ بعض طبیعتوں میں یہ خیال آتا ہے۔ اور اس خیال کا آنا بادی النظر میں غلط بھی نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وحی تو ایک ایسی چیز ہے۔ جو انبیائے کرام کے علاوہ لوگوں پر بھی آتی رہی ہے۔ آدمیوں کا تو کیا ذکر شہد کی مکھیاں بھی وحی الٰہی سے محروم نہیں ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (اور وحی کی پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف) تو یہ چیز جب اظہر من الشمس ہے کہ وحی شہد کی مکھی کے پاس بھی آتی ہے۔ تو انبیاء کی صرف وحی سے کیا تخصیص ہو گی اور کیوں ان کے ارشادات پر عمل کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان اور شہد کی مکھی میں بڑا فرق ہے۔ تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ انبیاء کے علاوہ لوگوں پر بھی وحی آتی رہی ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس یا حضرت مریم کے پاس وغیرہ۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے۔ کہ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی (اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف) اسی طرح سورہ مریم میں آتا ہے کہ جب حضرت مریم لوگوں سے ہٹ کر ایک شرقی مکان کی جانب چلی گئیں تو ان کے پاس خدا کے حکم سے روح القدس آئے۔ اور حضرت مریم نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ اگر تم متقی ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ جس پر روح القدس نے کہا۔ میں تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں۔ اس لئے کہ تمہیں ایک شخص صالح [illegible] حضرت مریم نے کہا۔

یہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ آج تک مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ پھر بھلا میرے ہاں لڑکا کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میں نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ روح القدس نے کہا میں جو کچھ کہتا ہوں وہی ہو گا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ الخ

ان آیات بینات کے ترجمہ سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ اللہ نے اُمِّ موسیٰ پر بھی وحی بھیجی اور حضرت مریم پر بھی۔ بلکہ حضرت مریم کے پاس تو روح القدس کا آنا باتیں کرنا بھی صاف صاف ثابت ہو گیا۔ جب یہ دونوں مبارک عورتیں نبی نہیں تھیں۔ تو ان پر وحی آنے کے کیا معنی تھے۔ اور پھر حضرت مریم پر تو ایسی شاندار وحی آئی۔ کہ روح القدس نے خود اُن سے باتیں کیں۔ اب صرف وحی کی وجہ سے ہم کسی کو نبی کیونکر سمجھ لیں۔

اعتراضات کے جواب

فی حقیقت یہ شبہات ایسے ہیں۔ جن کا قلب انسانی میں پیدا ہونا ذرا مت کے قابل نہیں۔

اگرچہ بادی النظر میں ان اعتراضات کے جواب نہیں مل سکتے۔ تاہم ذرا گہری نظر ڈالئے تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ اعتراضات ہی سرے سے غلط ہیں۔ اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے۔ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ (یقیناً ہم نے آپ پر وحی کی جیسے کہ نوح اور اُن کے بعد کے نبیوں پر وحی کی تھی)، لیجئے یہ شبہات خداوند قدوس ہی نے دُور فرما دئیے۔ اگر صرف إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ فرماتے تو بیشک اعتراض کی جگہ تھی۔ کہ آپ پر وحی کی تو شہد کی مکھیوں۔ موسیٰ کی ماں۔ اور حضرت مریم پر بھی وحی کی۔ بلکہ آسمانوں پر بھی وحی آئی۔ پھر اس صورت میں صرف وحی کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الاولین والآخرین کس طرح مانا جائے۔ اور اگر آپ کو فخر دو عالم تسلیم کر لیں تو شہد کی مکھیوں کو کیا سمجھیں آسمانوں کو کیا کہیں۔ موسیٰ اور عیسیٰ کی مبارک ماؤں کو کیا خیال کریں

لیکن علام الغیوب یہ سب کچھ جانتا تھا۔ جبھی تو ساتھ ہی ساتھ ارشاد فرما دیا کہ
کہ وَحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡ بَعۡدِہٖ ہم نے آپ پر اسی طرح وحی بھیجا۔
جس طرح نوح اور ان کے بعد کے نبیوں پر بھیجی تھی۔

لیجئے صاحب ثابت ہوگیا کہ انبیاء اور دوسرے لوگوں کی وحی میں زمین
و آسمان کا فرق ہے۔

اگر کسی انسان۔ آسمان۔ یا شہد کی مکھی کے متعلق بھی یہ آیت ہوتی کہ
ہم نے ان پر اس طرح وحی کی جس طرح نبیوں پر کی تھی مثلاً یوں ارشاد ہوتا۔
وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی اُمِّ مُوۡسٰۤی کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡ بَعۡدِہٖ۔ تو
بیشک معترضین کے اعتراضات بجا تھے۔ لیکن حق تبارک و تعالیٰ نے
تو صرف آپ کی وحی کی تخصیص فرما دی کہ جس طرح اور نبیوں پر وحی آتی
رہی ہے۔ اسی طرح ہم نے آپ پر بھی وحی کی۔

گرچہ شبہات اب دور ہوگئے۔ تاہم چند چیزیں اور بھی ہیں کی باقی ہیں
جن سے رہے سہے شبہے بھی دور ہو جائیں گے۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ بغیر حکم الٰہی پتہ بھی
نہیں ہل سکتا تو ثابت ہوا کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے حکم الٰہی سے ہوتا ہے جو زمینیں چٹیل میدان
کی طرح پڑی ہوئی ہیں۔ انہیں جب حکم ہوتا ہے کہ ان میں روئیدگی ہو
تو وہ زمینیں ہری بھری ہو جاتی ہیں۔

یہ کرشمہ بظاہر تو ساون کی بوندوں کا ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ
ان زمینوں۔ یا باغوں۔ درختوں وغیرہ کو حکم ہوتا ہے کہ تمہاری غذا پہنچ گئی۔
اب خزاں کا زرد پیرہن اتار پھینکو۔ اور بہار کے سرسبز و شاداب لباس سے
مزین ہو جاؤ۔ یہ بھی گویا وحی ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ حکم بھی وحی الٰہی ہے۔ تاہم وحی
اُن کی ذات کے شایان ہوتی ہے۔ اور انبیاء خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

وحی دُنیا بھر کے لئے ہوتی تھی۔ بھلا انبیاء اور پھر حضور کی وحی کو ان جمادات۔
حیوانات۔ نباتات وغیرہ کی وحی سے کیا نسبت۔ جبکہ تمام انبیاء کی وحی سے
بھی حضورِ اکرم صلعم کی وحی بہت زیادہ ممتاز تھی۔ تو ان نباتات وغیرہ کی وحی
کی کیا حقیقت ہے۔ آپ تو وحی مجسم تھے۔ سراپا نور و برکات تھے۔ ماں کے
پیٹ میں تشریف لانے سے پہلے نبی تھے۔ جہان کا اُجالا بننے سے پہلے پیغمبر
تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ آپ کی مُبارک سیرت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جو
نکتہ چینی کے قابل ہو کجا۔ شانِ رسالت سے کچھ ہلکا بھی ہو۔ ہاں آپ روزِ ازل
ہی سے خدا کے محبوب نبیوں کے سردار اور اُمت کے تاجدار بنا دیئے گئے
تھے۔ اکثر و بیشتر ناموسِ اکبر جبرائیل آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رمضان کے مبارک مہینے میں ہر رات جبرائیل
امین حضورِ اکرم صلعم کے پاس آتے اور آپ اُن سے قرآن کریم کا دور کیا کرتے
تھے۔ اللہ اکبر! کیا یہ اعلیٰ ترین شان کسی پیغمبر کو نصیب ہوئی ہے۔ بہرحال نیز
صحیح بخاری میں ہے۔ کہ جبرائیل امین نے ایک دن آپ کے پاس تشریف
لاکر آپ سے اسلام اور ایمان کے متعلق سوالات کئے۔ اور آپ نے ان سوالات
کے مدلل اور مکمل جواب دیدیئے۔ تفصیلات اپنے مقام پر آئیں گی۔

صحاح میں ہے کہ جبرائیل کسی نبی کے پاس ایک مرتبہ کسی کے پاس
دو دفعہ کسی کے پاس دس بیس پچاس سو مرتبہ تشریف لائے۔ زیادہ سے
زیادہ تعداد جو کسی نبی کے پاس جبرائیل امین کے آنے کی ہے۔ وہ چار ہزار
دفعہ ہے۔ لیکن حضورِ اکرم صلعم فرماتے ہیں۔ کہ میرے پاس جبرائیل تین سے
لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ آئے ہیں۔ اب بتائیے۔ کہ حضور صلعم کی وحی و انبیاء کی وحی
سے کس قدر ممتاز تھی۔ پھر نبیوں کے علاوہ لوگوں۔ حیوانوں۔ درختوں وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا۔

جو بات خود بخود دل میں آئے۔ اُسے القا کہتے ہیں۔ جو عام مسلمانوں پر بھی
ہو جاتا ہے۔ لہذا آسمان شہد کی مکھیوں وغیرہ کو جس قسم کی وحی آئی۔ وہ القا الہام
یا مکاشفہ تھا۔ جو وحی کی ادنیٰ قسم ہے۔ اور جس کے بغیر دنیا کا کام نہیں چل سکتا
ہوا کو حکم ہوتا ہے۔ کہ چل۔ تو چلنے لگتی ہے۔ پھر جس مقدار میں حکم ہوتا ہے۔ اسی
مقدار سے چلتی ہے۔ اگر پوری تیزی کے ساتھ ایک جھونکا بھی آ جائے تو تمام
دنیا کو تہس نہس کر ڈالے۔ اسی طرح پانی کو حکم ہوتا ہے۔ کہ بہہ تو وہ بہنے لگتا ہے
اور نہروں سے دریاؤں اور دریاؤں سے سمندروں میں جا ملتا ہے۔ خدا کے
حکم ہی سے زمین۔ درخت۔ اور درخت پھل پھول پیدا کرتے ہیں۔ پھر جب
حکم ہوتا ہے۔ تو آناً فاناً دورِ خزاں موسمِ بہار سے مبدل ہو جاتا ہے۔ اور پھر
فصلِ خزاں سے دورِ بہار۔

دنیا کا ذرہ ذرہ چیدہ چیدہ دیکھ ڈالیے۔ تو یہی معلوم ہوگا۔ کہ کائنات کا ہر ذرہ حکم الٰہی کی
زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ جسے جس طرح حکم ہوتا ہے۔ وہ اسی طرح حکم الٰہی بجا لاتا
ہے۔ اور یہ دنیا کی تمام چیزیں محض انسان کی آسائش کے لئے پیدا کی گئی ہیں
تو ان سب چیزوں پر جدا جدا احکام نازل ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام خصوصاً حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے تمام جہان سے افضل پیدا فرمایا۔ اب ایک طرف
تو انبیاء اور سرداروں کو دیکھئے جو تمام جہان کے سرتاج بنا کر بھیجے گئے ہیں۔
اور دوسری جانب کائنات کی ان چیزوں کو دیکھئے۔ جو سب کی سب ادنیٰ
ہیں اور انسان کی راحت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور ان دونوں کی حیثیت کو
بھی سامنے رکھئے۔ پھر دیکھئے کہ جس طرح ان ارذل ترین مخلوقات اور ان
اعلیٰ ترین انبیائے کرام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح دونوں کی
وحی میں بھی فرقِ بیّن ہے۔

مقصود اعلیٰ ہے۔

بحثیں ایسی ضروری چیزیں ہیں۔ جو اکثر سیرت نگار حضرات نظرانداز کر گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ چیزیں قارئین کرام کے لئے بہت زیادہ مفید کارآمد۔ اور ساتھ ہی دلچسپ بھی ثابت ہوں گی۔ اور یہ بھی (جیسا ابھی عرض کیا جا چکا ہے) کہ ایسی کتب سیرت دیکھ کر جن میں مخالفین کے اعتراضات کے جواب شبہات کا ازالہ وغیرہ یہ چیزیں ہیں حضورِ کے امت مسلمانوں کی عقیدت و محبت پہلے سے دگنی چوگنی ہو جائے گی۔ کیونکہ جب وہ ہر حیثیت سے اپنے ہادی برحق کو افضل الاولین والآخرین دیکھیں گے تو ان کا ذوقِ ایمانی یقیناً پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گا۔

ہاں جب وہ دیکھیں گے کہ حضورؐ پر دشمنوں نے جو اعتراضات کئے تھے۔ ان کے جوابات اپنے حقول اور صحیح دئیے گئے ہیں کہ ان معترضین کی بات خود ان ہی کے سر جا پڑی۔ ہاں جب قارئین عقل کی کسوٹی پر کسنے کے بعد بھی یہی دیکھیں گے۔ کہ حضور کے عجائبات اور معجزات عین فطرت ہیں۔ اور ان کے متعلق ساتھ ہی جب شک میں پڑنے والوں کے لئے اطمینان بخش۔ در مخالفین کو رد جواب کر دینے والی بحث پڑھیں گے۔ تو یقیناً انہیں صحیح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہمارے سرکار ہی کی ذات وہ ذات ہے۔ جسے ہر حیثیت سے نبیوں کی تاجداری۔ اور امت کی سرداری زیبا ہے۔ بیشک حضورِ اکرم صلعم ہی وہ نبی ہیں جن کا مرتبہ خدا کے بعد تمام انبیائے کرام سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سب ہی مسلمان حضور کے متعلق یہی ایمان رکھتے ہیں تاہم جب وہ کتب سیرت نبوی کی سیر کریں گے۔ اعتراضات کے کانٹوں کو کچلا ہوا پائیں گے محبت۔ مروت۔ رحم۔ خلق۔ ایثار۔ عبادت۔ ریاضت۔ خیرات۔ صدقات۔

شجاعت، سخاوت، حلم، اخوت، معجزات وغیرہ کے پھولوں سے اپنا مشامِ جان معطر کریں گے۔ اور آپ کے معجزات کو عقل کی کسوٹی پر بھی بالکل کھرا پائیں گے تو یقیناً اُن کی قوتِ ایمانی اور محبت و عقیدت کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی۔ اور یہی میری سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ کہ میں اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سیرت پیش کر کے غلامانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساغرِ دل میں شرابِ محبتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبریز کر دوں۔

ابھی جبکہ رؤف رحیم کا آخری حصہ زیرِ طبع ہے۔ اور اسی وجہ سے کتاب کے شائع ہونے میں ابھی کچھ اور دن باقی ہیں۔ اس صورت میں بھی بہت سے زیادہ حضرات اس کتاب کے مختلف حصے پڑھ چکے ہیں۔ اور پڑھنے کے بعد جس قدر عاجز کی تعریف کے پل باندھے ہیں۔ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ مغربی مورخوں کی بحث کے حصہ کو اُن تمام حضرات نے بہت زیادہ مفید اور دلچسپ بتایا ہے۔ اس لئے کہ اُن کے خیال میں اس خشک موضوع کو اتنا دلچسپ بنا دینا بہت مشکل تھا۔ بہرکیف یہ وجہ ہے کہ اصل واقعہ سے کسی قدر ہٹ کر دوسری چیزیں پیش کی گئی ہیں۔ اگرچہ درحقیقت ان کو سیرت النبی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ایسا گہرا تعلق جیسا جسم کو لباس سے ہوتا ہے۔ اور اُن کے بعد اصل واقعہ پھر وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں سے چھوڑا گیا تھا۔ اُمید کہ قارئین کرام مجھے قابلِ ملامت نہ سمجھیں گے۔

ان مقدمات کے بعد اور اس معروضہ کے بعد ہم اپنے قارئین کی توجہ پھر اس طرف یعنی حضرت اُم المومنین بی بی خدیجہ کبریٰ رض کی طرف دلانا چاہتے ہیں

حضرت اسماء زوجہ ابو بکر اور بی بی خدیجہ رض	جب اُم المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رض ورقہ بن نوفل کے پاس سے واپس

تشریف لائیں۔ تو ورقہ کے کلام کی تصدیق کرنے کے لئے آپ عداس راہب کے پاس تشریف لے گئیں۔ اور اُس سے اِس طرح گفتگو ہوئی۔

عداس راہب کھڑا ہو گیا۔ اُمّ المؤمنین کی تعظیم بجا لایا اور کہنے لگا۔
خیر تو ہے۔ آج آپ نے یہاں تک تشریف لانے کی زحمت کس لئے گوارا فرمائی؟

اُمّ المؤمنینؓ۔ میں اس لئے آئی ہوں۔ کہ تم مجھ سے حضرت جبرئیلؑ کا کچھ حال بیان کرو۔ کہ وہ کون ہیں۔ اور بارگاہِ الٰہی میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ سنتے ہی عداس فوراً سجدے میں گر پڑا۔ اور قدوس قدوس کہنے لگا۔ پھر اُس نے سجدے سے اُٹھ کر اُمّ المؤمنین کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے عرض کیا۔
عداس۔ جس شہر میں سیاہ کاری کی انتہا ہو رہی ہے۔ اور جہاں خدائے برتر کی پوجا کرنے والا ایک بھی نہیں۔ اُس جگہ جبرئیلؑ جیسی مقدس ہستی کا نام کیوں لیا جاتا ہے۔

اُمّ المؤمنینؓ۔ (راہب کی بات نظر انداز کر کے) ہاں تم مجھے بتاؤ۔ کہ جبرئیلؑ کون ہیں۔ اُن کا فرض کیا ہے۔

عداس۔ واللہ آپ جب تک یہ نہ بتا دیں۔ کہ آپ مجھ سے جبرئیلؑ کے متعلق کیوں پوچھ گچھ کر رہی ہیں۔ اُس وقت تک میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا۔

اُمّ المؤمنینؓ۔ میں کہہ تو دوں۔ مگر اندیشہ ہے۔ کہ بات کہیں سے کہیں نہ پہنچ جائے۔ اگر تم اِس معاملہ میں پوری رازداری سے کام لینے کا قرار کرو۔ تو میں جبرئیلؑ کا حال دریافت کرنے کی وجہ بتا دوں۔

عداس۔ میں آپ سے بقسم کہتا ہوں کہ جو بات آپ مجھ سے کہیں گی وہ میرے سینے ہی تک رہے گی۔

اُمّ المؤمنینؓ۔ میرے سرتاج محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ مجھ پر جبرئیل امین نازل ہوئے ہیں۔

عداس۔ بخدا جبرئیلؑ ناموسِ اکبر ہیں۔ وہ موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پاس بھی آتے۔ اور پیغام الٰہی لاتے تھے۔ اگر وہ یہاں نازل ہوئے ہیں۔ تو ملک بھر خیر و برکت کی دولت سے مالامال ہو جائے۔ تاہم مجھے شک ہے کہ کہیں جن یا شیطان کے غلبہ سے محمدؐ صلعم کی حالت میں یہ انقلاب نہ پیدا ہو گیا ہو۔ اچھا آپ میری ایک کتاب اُن کے پاس لے جایئے۔ کہ وہ اس کی زیارت کریں۔ اگر جن یا شیطان کا غلبہ ہو گا۔ تو اس کی زیارت سے دُور ہو جائے گا۔ اور اگر اُن کی یہ حالت رحمانی ہے۔ تو اس کتاب کے دیکھنے سے انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ میری کتاب یہ عقدہ فوراً حل کر دے گی۔

دیوانگی کی نفی اور نبوت کی تصدیق

یہ کہہ کر عداس نے ایک کتاب اُٹھائی۔ اور ام المومنینؓ کے حوالہ کر دی جسے آپ لے کر حضور اکرم صلعم کی خدمت میں تشریف لائیں۔ جب وہ کتاب مخبرِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش ہوئی۔ تو فوراً جبرئیل امین نازل ہوئے اور سورۂ قلم کی ابتدائی آیتیں حضورؐ کے سامنے تلاوت کیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝

(پارہ ۲۹) اے نبیؐ قلم کی قسم اور لوگوں کے لکھنے کی قسم کہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں۔ (جیسا کافر کہتے ہیں)

ان آیتوں کے نازل ہونے سے ام المومنینؓ خوشی سے باغ باغ ہو گئیں اور اسی فرطِ مسرت میں حضور اکرم صلعم سے عرض کیا۔

ام المومنینؓ۔ فداک اُمی و ابی۔ (میرے ماں باپ نثار) اُٹھئے تاکہ میں اور آپ دونوں مل کر عداس کے پاس چلیں۔

حضور اکرم صلعم [illegible] یہ سن کر [illegible] اور دونوں [illegible]

عداس کے پاس پہنچے۔ عداس آپ کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کو اپنے مقام پر جگہ دی۔ پھر حضورؐ سے اجازت لے کر آپ کی پشت سے چادر ہٹایا۔ اور مُہرِ نبوت کی زیارت کی۔ جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان موجود تھی۔

راہب کی باتیں اور عقیدتمندی کا اظہار

یہ دیکھتے ہی عداس سجدے میں گر پڑا۔ اور دیر تک پڑا رہا۔ پھر اُٹھکر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

عداس۔ قدوس قدوس۔ بے شک جس نبی آخر زمان کی بشارت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اے محمدؐ صلعم وہ آپ ہی ہیں۔ بخدا جس زمانہ میں آپ خلق اللہ کو دعوت سنا دیں گے۔ اور خود اہلِ قوم آپ کی تکذیب کر کے آپ کی ایذا رسانی کے باعث ہوں گے۔ اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا۔ تو یقیناً آپ کا سینہ سپر ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کروں گا۔ لیکن یہ تو فرمائیے۔ ابھی آپ کو کسی چیز کا حکم دیا گیا یا نہیں۔

ابھی تک مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

عداس۔ وہ وقت دور نہیں۔ جب آپ کو لوگوں کی ہدایت کا حکم دیا جائے۔ اور لوگ آپ کو جھٹلائیں۔ پھر ضرورت مجبور کر دے۔ کہ آپ اپنا مولد چھوڑ دیں۔

کچھ دیر عداس حضورؐ سے ایسی ہی باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد آپ اس سے رخصت ہوئے۔ اور اُمّ المومنینؓ کے ساتھ دولت کدے پر تشریف لے آئے۔

معلومات

مذکورہ روایت کی صحت مشکوک ہے۔ لیکن چونکہ مذہب سیرت نے اسے اپنی کتابوں میں بطور تمہید فرمایا ہے۔ ہم نے بھی یہ روایت پیش کر دی۔ اس کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ اقرأ کی

شانِ نزول یہ نہیں ہے۔ جو یہاں بیان کی گئی ہے۔ بلکہ جب آپ نے دعوت حق شروع کی۔ اور کفارِ قریش نے حضورؐ کو مجنوں۔ دیوانہ کہا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفارِ قریش کو جھوٹا ثابت کرنے اور حضورِ اکرمؐ کو تسلی دینے کے لئے اس سورۃ کی چند آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ لیکن غور کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر روایتِ مذکور صحیح ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ کہ جب آپ کے سامنے کتاب آئی۔ تو آپ پر سورۂ نون کی چند آیتیں نازل ہوئیں۔ غالباً یہ حصہ اس روایت میں غلطی سے شامل کر دیا گیا ہے جس طرح بی بی خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس گئی تھیں۔ اسی طرح مزید تحقیق و تصدیق کے لئے عداس کے پاس بھی گئی ہوں گی۔ اور اس نے بھی ورقہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی ہوگی۔ جیسا عرض کیا جا چکا ہے۔ جبکہ عورت کی فطرت میں تحقیق و تلاش۔ پوچھ گچھ کا مادہ بدرجۂ غایت موجود ہے۔ تو میرے خیال میں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ یہ روایت کتاب کے حصہ کے علاوہ خواہ مخواہ غلط سمجھ لی جائے۔ ان تمام چیزوں پر غور کر کے روایتِ مذکور پیش کر دی گئی۔ واللہ اعلم

دوبارہ وحی کی آمد

یہ ہم عرض کر ہی چکے ہیں۔ کہ حضورِ اکرم صلعم پر تین سال کے لئے وحی رُک گئی تھی۔ اور اس کے وجوہ بھی پیش کئے جا چکے ہیں۔ تاہم وہاں صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں یہ خبر پیش کی گئی تھی۔ اور یہاں سلسلہ کے لئے اسے زیبِ قرطاس کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے فترتِ وحی کے زمانہ میں جو یقیناً آپ کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ آپ نے انتظار سے رنجیدہ ہو کر کئی مرتبہ اپنے کو پہاڑ سے گرا دینا چاہا۔ لیکن فوراً جبریلؑ امین تشریف لاتے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے۔ اے خدا کے رسول یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ میں آپ سے سچ کہتا اور یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ یقیناً آپ خدا کے

رسول ہیں۔ یہ تسلی بخش باتیں سنکر حضور اکرم صلعم کو گونہ تسلی ہو جاتی۔ اور آپ دلشکستہ پرو نہیں ہو جاتے تھے:

جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فطرتِ وحی کے زمانے میں ایک روز میں کہیں چلا جا رہا تھا۔ کہ مجھے آسمان سے ایک آواز آئی۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا۔ زمین و آسمان کے بیچوں بیچ ایک نورانی کرسی پر وہی فرشتے جبرئیل بیٹھے ہیں جو پہلے پہل غارِ حرا میں میرے پاس آئے تھے یہ دیکھکر مجھے ڈر لگا۔ میں اپنے مکان پر چلا آیا۔ اور کہا زملونی۔ زملونی۔ میں لیٹ گیا۔ اور مجھے فوراً چادر اڑھا دیا گیا۔ لیکن فوراً ہی پھر جبرئیل امین کلامِ الٰہی کی یہ آیتیں لیکر نازل ہوئے۔ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ الخ اے نبی! آپ جو وحی کی وحشت سے چادر لپیٹے پڑے ہیں۔ اُٹھیے۔ اور لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیے۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کیجیے۔ اور اپنے کپڑوں کو صاف ستھرا رکھیے۔ اور ناپاکیوں سے الگ رہیے۔ اور تبلیغِ رسالت کو ایک کارنامہ سمجھکر لوگوں پر احسان نہ رکھیے۔ اور رسالت کی تبلیغ میں جن جن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑے۔ انہیں برداشت کرکے اپنے پروردگار کی رضامندی حاصل کیجیے۔ یہ تھا۔ وہ مبارک دن جس کے لئے تین سال سے آقائے نامدار بیقرار تھے۔ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ جب آپ کو تبلیغِ رسالت کا حکم ہوا۔ تو بی بی خدیجہؓ حضرت ابو بکرؓ جناب زیدؓ اور مقدس شیرِ خدا علی مرتضیٰؓ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

دسواں باب

آغازِ اسلام

بہار جب گلستانِ زمانہ میں داخل ہوتی ہے۔ تو گرچہ اس کی آمد سے باغ کے پتے پتے بوٹے بوٹے اور تنکے تنکے میں جان آجاتی ہے۔ تاہم بہار کے آمد سے کم سے کم خزاں کا آخری الوداعی منظر ضرور نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ جس خزاں نے مہینوں گلشن جانفزا کو روح فرسا بنا رکھا ہو۔ وہ خزاں اگرچہ بہار کے آتے ہی دور ہو جاتی ہے۔ لیکن خزاں کو جاتے ہوئے بہار (وہ بہار جس کے نام میں سرور، سکون، تراوت، تازگی، مہک اور نکہت یہ چیزیں قدرت نے ودیعت کر دی ہیں) ضرور دیکھ لیا کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ باغ میں بہار جب قدم رکھتی ہے۔ تو اسے پتے پتے کی نیم افسردگی سے یہ ضرور پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کے آنے سے پہلے اس بوستانِ دہر کی کیا حالت تھی۔ کہ اب تک اس کے کچھ کچھ اثرات سارے ہی باغ پر موجود ہیں۔

ہاں خزاں کے کانٹوں سے الجھے بغیر بہار باغ میں داخل نہیں ہو سکتی اسی طرح آج اگرچہ بوستانِ عالم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بہار سی ایسی بہار جو انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گی مگر جس طرح بہار کانٹوں سے الجھے بغیر کامیاب نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ چمن پرور دنیا اور فردوس کی اصل بہاریں نثار۔ وہ چمن کے طفیل کونین کی تمام چیزیں بنائی گئیں۔ وہ جن کی شان من نور اللہ ہے۔ وہ۔ جنہیں روز ازل ہی سے عالم قدس نے دیکھا

میں متشکل ہو کر دنیا کے سامنے پیش ہوا۔ معاذ اللہ۔ خدا ہمیں گمراہ کن عقیدے
سے سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۳) وہ چمن کہ اک اک ناخنِ پا پہ کونین کی تمام بہاریں نچھاور
نثار۔ وہ چمن جو حق جل مجدہٗ کا سب سے زیادہ پیارا۔ اور وہ چمن جو تمام دنیائے
اسلام اور عالمِ آخرت نشانہ۔ اگر بوستانِ عالم میں تشریف لاتے اور آپ کا
مبارک دامن خارستان میں نہ الجھتا۔ یعنی فخرِ بہارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اگر گشتِ زمین
کی مخالفت کے کانٹوں میں نہ الجھتے تو دنیا کو یہ کس طرح معلوم ہوتا۔ نہ کیونکر
سمجھتا اور بالخصوص اونچی ذہنیت کے مغربی مورخ کیسے پتہ چلاتے کہ شاہِ عرب
ست یک تن تنہا مقدس ذات جس کے ہزاروں اور لاکھوں کیا سارے
دنیا والے دشمن بن جاتے ہیں۔ مصیبتیں جھیلتی ہے تکلیفیں اٹھاتی ہے۔
دنیا کی بلائیں اپنے سر لیتی ہے۔ طرح طرح کے مصائب و شدائد میں مبتلا رہتی ہے
دشمن بڑے زور شور سے اس ذاتِ گرامی کے شہید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
مگر یہ سب جن کا زور و قوت۔ مال و دولت۔ جاہ و حشمت میں کوئی ثانی نہیں کیا بگاڑ سکتا
ان کی سب کوششیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں سے نیک دل۔
خوش طبیعت اور پاک نفوس سرکارِ دو عالم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے مبارک قدموں پر اپنا سارا دھن دولت نثار کر کے غلامانِ محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم کی عزت و فضل کر کے دنیا بھر میں زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔ مگر بدنصیب
نامراد مقدر ہوئے جنہوں نے آفتابِ عالمتاب عربستان۔ فخرِ دو جہان حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا۔ کوئی
تکلیف اور کوئی مصیبت ایسی نہ رکھی جو آقائے نامدار پر نہ ڈالی ہو۔ بازاروں
میں فخرِ انبیاء حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تالیاں بجوائیں۔

سے پیش کر دیئے گئے۔ جو رونما ہوئی۔

معذرت ۔ میں معترف ہوں۔ کہ بار بار قارئین کرام کو طویل طویل بریکٹ پڑھنے اور تھوڑی دیر کے لئے سلسلہ سے الگ ہونے کی زحمت گوارا کرنی پڑی ہے۔ اگرچہ مجھے خود اس میں تأمل ہوتا تھا۔ مگر کیا کروں مسلمانوں کی اصلاح کے خیال اور حضورؐ کی عقیدت و محبت وغیرہ ان چیزوں سے میں اتنا متاثر ہو گیا کہ کبھی کبھی سلسلہ سے الگ ہو جانا میں نے اپنے اور مسلمانوں کے لئے ضروری اور اشد ضروری سمجھا۔ اگر قارئین کرام کے خیال میں یہ غلطی ہے۔ تو مجھے معاف فرمائیں۔ لیکن یہ عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ ایسی غلطی کا امکان آئندہ بھی بہت ممکن ہے۔

سلسلہ بیان بہرکیف جو لوگ ایسے تھے جنہوں نے سرکارؐ کو تکلیف پہنچانے اور دکھ دینے ستانے کی انتہا کر دی۔ حتی کہ نماز اور وہ بھی سجدے کی حالت میں اونٹ کا اوجھڑی و نجاست اطہر پر رکھ دیا وغیرہ ایسے لوگوں کا حشر کیا ہوا۔ دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ کس طرح یہ موذی کیفر کردار کو پہنچے۔ دنیا کی لعنت۔ ذلت کی سختی۔ قبر کی تاریکی۔ جہنم کے زہریلے جانوروں کے ڈنک۔ آخرت کی تباہی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کا جہنم۔ ان بدبختوں اور نامرادوں کو نصیب ہوا۔ ملا۔ تو وہ ذات گرامی جس کا سارا عالم دشمن تھا۔ کن تکالیف میں پڑ کر اور کیسے مصائب جھیل کر کس قدر کامیاب ہو گئی۔ یہ چیزیں خصوصاً اوندھی کھوپڑی کے ناقص مگر متعصب مغربی مورخین کو کس طرح معلوم ہو سکتی ہیں۔ آج ساری دنیا مانتی اور [illegible] ہے۔ کہ ایک طرف تو آپ کے جانثار صحابہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] وغیرہ کا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جو کبھی کسی نے دیکھا اور نہ [illegible]

پس آپ کا یہ امتحان ہو گیا۔ جس میں آپ خدا کے فضل سے لاکھ میں سوا لکھ درجہ کامیاب ہو گئے۔

انجیل کے قول کے مطابق جب مسیح علیہ السلام کو لوگوں نے بہت ستایا تو آپ نے تنگ آکر انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں۔ لیکن آقائے کونین فخرِ دوعالم حضورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ قریش طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ قسم قسم کی تکلیفیں دیتے ہیں۔ (جن کی کچھ تفصیل ابھی عرض کی جا چکی ہے) یہاں تک کہ دندانِ مبارک شہید ہو جاتا ہے۔ فرقِ عظمت میں خود کی کڑیاں چُبھ جاتی ہیں۔ روئے انور خون سے تر بتر ہو جاتا ہے۔ وہ خون جس کا ایک قطرہ دُنیا بھر کے لعل و یاقوت سے لاکھوں درجہ افضل ہے، سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن آپ جب لوگوں کے کہنے سے کفار کو بد دعا دینے کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں جس پر لاکھوں دعائیں قربان۔

رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ (پروردگار میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ یہ لوگ میرے مراتب کو جانتے نہیں ہیں) یہی وجہ، یہی راز، یہی نکتہ اور یہی چیز ہے کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اسلام اپنی پوری شدومد کے ساتھ قائم ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ ورنہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام یہی مقصد لیکر دنیا میں تشریف لائے لیکن جب اُن کی قوموں نے انہیں زیادہ ستایا۔ تو اُن مقدس نفوس نے آخر کار تنگ آکر بد دعا کی۔ اور قریب قریب ساری قوم ہلاک ہو گئی۔ نبوت یا شہادت کے بعد جیسا عرض کیا جا چکا ہے۔ بہارستانِ اسلام، خارستانِ کفر سے بدل گیا۔ اور پھر فوراً ہی کسی رہبر، رہنما، مصلح، نبی کی ضرورت پیش آگئی۔ مگر قربان تیرے اے ناخدائے امت ہزار ہزار بار قربان جس کے پاک و مقدس قدموں نے

دنیائے کفر میں آفتاب توحید چمکا دیا۔ مزار مقدس میں جلوہ افروز ہونے کے بعد
بھی آج تک آفتاب رسالت کی ضیاء پاشیاں دنیا میں نور ہی نور پھیلا رہی ہیں
اور انشاء اللہ ہمیشہ پھیلاتی ہی رہیں گی۔

ایک شبہ کا جواب

خدانخواستہ میرا یہ منشا نہیں ہے کہ میں معاذ اللہ دیگر انبیاء کی تحقیر ثابت کر رہا ہوں۔ توبہ توبہ۔ یہ سارے
نبی اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص دوست اور بارگاہ الٰہی میں بڑے مقدس ہیں۔
تو میں کہیں عرض کر چکا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کے موتیوں میں بھی بعض موتی
بعض پر فوقیت لے جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ ایک ہی موتی ایسا ہوتا ہے جو
انتخاب کرنے والے کی نظروں میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جواہر
گوہر ہائے رسالت میں سے حق تعالیٰ کی نظر انتخاب میں سب سے زیادہ عبداللہ
کے دُرِّ یتیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز ہو گئے۔ کسی کی فضیلت بیان
کرنے سے دوسرے کی تحقیر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ میرا کریم خود ارشاد فرماتا ہے۔
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ پارہ ۳ رکوع ۱ (یہ رسول ہیں
جن میں ہم نے اپنے فضل سے بعض کو بعض پر فضیلت و عظمت فرمائی) میں سمجھتا
ہوں۔ اب یہ شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ اور اب مزید وضاحت کی ضرورت نہیں
رہی۔ جلد ہی میں انشاء اللہ تفصیل سے اس موضوع پر عرض کر دیا جائیگا۔
اور کچھ تفصیل خطبات میں حضور ہی کی پیش کی جا چکی ہے۔

بہرحال ایک مرتبہ اللہ کو آپ کی زبردست سیرت دنیا والوں کے
سامنے پیش کرنی تھی کہ دیکھو یہ نبی کیسے ہوتے ہیں۔ ورنہ ہمارے فضل
سے تھوڑے ہی عرصہ میں توحید کے دلکش اور موثر نغمے سے ایک عالم کو مستفید
فرماتے ہیں۔ دشمن باوجود سخت کوششوں کے ان کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔

اور دیکھو یہی وہ نبی ہیں۔ جنہوں نے دُنیا میں سب سے زیادہ تکلیف اُٹھا کر
ثابت کر دیا ہے کہ یہ ہمارے اعلیٰ ترین محبوب اور افضل ترین حبیب ہیں

پھر یہ سبق بھی دینا منظور تھا کہ تم اگر اسلام کے لئے کتنی مصیبت میں
ڈالے جاؤ۔ تو خبردار کسی حالت میں بھی اسلام سے منہ نہ موڑنا۔ اور اپنے آقا
اپنے مولا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اپنے سامنے رکھنا
مگر افسوس آج چند چند پیسوں کی خاطر عوام تو عوام بعض علمائے کرام بھی اپنا
مقدس اسلام کفر کے ہاتھوں بیچ ڈالتے ہیں۔ اور شاید یہ بھول جاتے ہیں
کہ ہم نائب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ باتیں۔ اور یہ حرکتیں زنہار ہماری
شان کے شایاں نہیں۔ افسوس۔ صد ہزار افسوس۔

دوسری طرف خدا کو یہ دکھانا تھا۔ کہ کفارِ قریش کے دل میں بھی
جدوجہد کا کوئی بھی ارمان باقی نہ رہ جائے۔ انہوں نے کوشش۔ دولت عظمت
طاقت۔ قوت۔ امارت۔ ریاست کے باوجود بھی یہ سرکار کے مقابلہ میں ناکام
ہی رہے۔ اور بالکل ناکام۔

تیسرے یہ بات تھی کہ ہر چیز کی قدر ضد سے ہوتی ہے۔ رات نہ ہوتی
تو دن کی۔ اور دن نہ ہوتا تو رات کی۔ مصیبت نہ ہوتی تو راحت کی۔ اور راحت
نہ ہوتی تو مصیبت کی۔ تنگی نہ ہوتی تو فارغ البالی کی۔ اور فارغ البالی نہ ہوتی
تو تنگی کی اب سے ہزار حصے کبھی قدر نہ ہوتی۔ اگر اسباب رسالت کے معلوم
ہوتے ہیں۔ اور چیزوں کے وجود انسان بھی غور کرے۔ اپنے دل حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نثار کر دیتے تو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ آپ نے [illegible]
کس شان کیا کیا کچھ کیا۔ کس طرح تبلیغ کی کہ آپ نے کیا کیا مشکلیں [illegible] ختم [illegible]
[illegible] رحمت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بے مثال [illegible]

سے گزریں گے۔ یہاں تو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ شروع میں اسلام کس طرح پھیلا۔ کن کن صورتوں سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ اور سابقون الاولون کا بے مثال تمغۂ امتیاز کن کن مقدس صحابہ کو حاصل ہوا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اُمّ المؤمنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ہم اپنے قارئینِ کرام کو پھر اصل سلسلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں:

آپ بھولے نہ ہوں گے کہ عداس راہب کی ملاقات کے بعد اُمّ المؤمنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر راہب کا قول نقل کیا۔ اور آپ کی رسالت کی مزید تحقیق و تصدیق فرمائی۔ پھر تین سال کے انتظار کے بعد آپ پر وحی خوب زور سے اور پے در پے آنے لگی۔ ہم یہاں اکثر عرض کر چکے تھے۔ گرچہ دوبارہ وحی کی ابتدا میں کی جا چکی ہے لیکن چونکہ وہ سلسلہ سے الگ ایک مضمون کے ساتھ تھی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب سلسلہ سیرۃ النبی یہیں سے شروع کر دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں فترتِ وحی کے زمانہ میں ایک روز کہیں جا رہا تھا۔ کہ دفعتاً میری نگاہ آسمان کی جانب اٹھ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے بیچوں بیچ وہی فرشتے (جبرئیل) جو مجھے غارِ حرا میں ملے تھے۔ ایک ذرّیں کرسی پر جلوہ فگن ہیں۔ میں نہیں کس طرح دیگر ہیبتِ الٰہی سے ہانپ گیا تھا۔ اور دوڑتا ہوا مکان پہنچ گھر والوں سے کہا زملونی۔ زملونی۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ کپڑا اوڑھا دو۔ تو مجھ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ اور معاً مجھ پر قرآن پاک کی یہ آیاتِ بینات نازل ہوئیں:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

کہ نہیں بیوی صاحبہ نے دیکھا کوئی شخص آسمان پر اڑا چلا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر بہت ہی متعجب ہوئیں۔ شام کو میاں گھر آئے تو بیوی نے بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

بیوی۔ تم تو روز شیخیاں بگھارا کرتے ہو۔ میں نے آج اپنی ان آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کوئی بڑے بزرگ آسمان پر اڑے چلے جا رہے تھے۔ وہ ہوا پر اس طرح چلتے تھے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے۔ سچ کہتی ہوں میرے دل میں اُن کی بہت بڑی عظمت اور وقعت ہو گئی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ میں انہیں پا جاؤں۔ اور اُن سے بیعت ہونے کی عزت حاصل کروں۔

میاں۔ او ہو تمہاری عقیدت کا یہ عالم ہو گیا۔ کیا یہ سچ مچ کہتی ہو۔

بیوی۔ سچ خدا کی قسم سچ۔ اگر وہ مل جائیں تو میں اُن کے پاؤں دھو دھو کر پیوں۔

میاں۔ (مسکرا کر باتیں بڑھاتے ہوئے) اچھا تو دھو دھو کر پیو۔ کیونکہ تم نے جسے ہوا پر اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔

بیوی۔ (میاں کا پاؤں جھٹک کر) نوج میں کیوں پیتی۔ جبھی تم ایسے ٹیڑھے ترچھے اُڑ رہے تھے۔

اس حکایت کے پیش کرنے سے مراد یہ ہے۔ کہ چاہے کوئی کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ دنیا اُس کی کفش برداری کتنا ہی بڑا فخر کیوں نہ سمجھے۔ لیکن مثل مشہور ہے۔ گھر کی مرغی دال برابر۔ گھر والوں کو اُس کی اتنی سی وقعت بھی مشکل سے ہوتی ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے۔ کہ بی بی خدیجہ رض کوئی معمولی درجہ کی عورت نہیں تھیں۔ وہ قدرت سے اعلیٰ درجہ کا دل و دماغ۔ روشن طبیعت اور بہترین عقل و تمیز لے کر آئی تھیں۔ سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان لانا۔ ایک ایسی بات ہے جس کی مثال محال۔ بیوی سے زیادہ دنیا میں میاں کا رازدار کوئی نہیں ہوتا۔ اور بیوی ہی سب سے زیادہ نکتہ چیں بھی ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھئے اور پھر دیکھئے کہ ام المومنین کا حضورؐ پر سب سے پہلے ایمان لانا کتنی بڑی چیز ہے۔ مگر بی بی خدیجہ رض کو حضورؐ کا احترام حد سے زیادہ نہ ہوتا۔ تو اُن جیسی قابل۔ ذہین۔ اور عقلمند خاتون کبھی سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان نہ لاتیں۔ ہاں بی بی خدیجہ رض کے ایمان لانے سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔

حضورؐ کی قبل بعثت سیرت بھی ایسی مقدس سیرت ہے۔ کہ ساری دنیا آپ جیسی سیرت پیش
کرنے سے قاصر تھی۔ ہے اور رہیگی۔ بیشک بی بی خدیجہؓ کے ایمان لانے نے یہ اظہر من الشمس
کر دیا کہ حضورؐ کے مراتب و مدارج بی بی خدیجہؓ کے دل میں اس قدر گھر کر گئے تھے۔ کہ آپ
بیتابی سے حضور پر وحی نازل ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔ کہ کب وہ وقت ہمایوں۔ وہ
ساعت سعید اور وہ روز فرخ سیر آئے۔ اور کب یہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں اپنا
نمبر پیش کریں۔ اگر بی بی خدیجہؓ کو آپ کی طرف سے ذرا بھی شبہ ہوتا۔ تو وہ کبھی بھی
آپ پر سب سے پہلے ایمان نہ لاتیں۔ لیکن ہمارے مغربی دوستوں نے یہاں بھی زہر اگلا
اور یہاں بھی اپنی خباثت فطرت اور ناپاک طینت کی وجہ سے بہت سی بیہودہ اور بے سروپا باتیں
لکھ گئے ہیں۔

اوندھی سمجھ والے مغربی مورخوں کے خیالات

وہ کہتے ہیں۔ محمد کی بیوی کا حضور پر
ایمان لانا۔ آپ کی صداقت کیلئے
کس طرح کافی ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محمد (صلعم) نے دنیا کو ٹھگنے
کیلئے اپنی بیوی و دیگر لوگوں کو مجبور کیا۔ کہ وہ اُن پر ایمان لے آئیں۔ اگر بیوی و دیگر لوگوں
نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق رسالت کر دی تو کونسے تعجب کی بات ہے۔ خدیجہؓ
علیؓ اور زیدؓ یہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیر اثر تھے۔ یا اُن کی زبردستی سے یا انہیں
خوش کرنے کیلئے یہ لوگ ایمان لے آئے۔ پھر مسلمان خواہ مخواہ اس سے کیوں خوش ہوتے
ہیں۔ کیونکہ اس سے تو اسلام کی کمزوری مترشح ہوتی ہے۔

واہ کیا ستم ظریفی ہے۔ ارے متعصب کی قسمت پر کہ عقل کی روشنی سے معرّا
ہو جاتے ہو لو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ تمہاری گندگی باتوں کو تمہاری ہی قوم کے بعض
پاک دل اور سمجھ دار لوگ تمہاری ان خرافات کو بے معنی اور لایعنی سمجھتے ہیں اور سمجھیں گے
کیا تم جانتے ہو کہ جس گندہ ذہنیت سے تم سرکار کی سیرت پر اعتراض کرتے ہو۔ اور جس کمینہ
روش کو وقت نے شعار بنا لیا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ نہیں یہ
بالکل غلط اور خیال فاسد ہے۔ تم سے زیادہ سخت مخالف تمہاری بیہودہ باتوں کے جواب

قتل کر ڈالیں گے۔ وہ آپ دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں گے۔

ابوطالب میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ محمد زندہ ہو تو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ اس لئے کہ تم اُن کی مخالفت کر کے اُن کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔

اس قسم کی باتیں کر کے ابوطالب نے اُن لوگوں کو ٹال دیا۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کل کیفیت بیان کی۔ اور کہا۔

اے میرے بھتیجے مجھے تمہاری جان کی طرف سے سخت اندیشہ ہو گیا ہے۔ اس سے اگر تم اپنے ارادوں سے باز آ سکتے ہو تو باز آ جاؤ۔

مگر خدا کا فضل شامل حال ہے۔ تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت مجھے اظہار حق سے نہیں روک سکتی۔ چچا جان! مجھے خدا کے حکم کے ساتھ کسی بندے کی پروا نہیں۔

ابوطالب۔ مرحبا اے فرزند میں تمہاری جان بچانے میں اپنی جان تک سے دریغ نہ کروں گا۔ اس کے بعد ابوطالب اپنے مکان چلے گئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی شد و مد کے ساتھ تبلیغ کا کام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے باطل کے مقابلہ میں حق کو کامیاب کیا۔ اور چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بج گیا۔

گزارش | اگرچہ دونوں واقعات اس وقت کے ہیں جب حضور پر کھلم کھلا تبلیغ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ اشاعت اسلام [illegible] چھپ چھپ کے ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ [illegible] پوری آزادی کے ساتھ [illegible]

حکمت | [illegible]

نتائج | [illegible]

پر ایمان لائے۔

مولا۔ بندہ تیری شان کے قربان۔ تو نے اے خلاقِ دو عالم تو نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مراتب مرحمت فرمائے۔ وہ کسی اور نبی کو نہیں دیئے کیا کسی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان پر سب سے پہلے ان کے گھر والے۔ اور پھر امیر غریب ہر طبقے کے اصحاب ایمان لائے تھے۔
ہاں ہمارے آقائے نامدار کی مبارک سیرت ہر حیثیت سے تمام دنیا سے [illegible] درجہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ جیسا عرض کیا جا چکا ہے۔

اشاعتِ اسلام

تین سال تک اشاعتِ اسلام بہت چھپکے چھپکے ہوتی رہی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔
فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (آپ کو جو حکم دیا گیا ہے۔ اسے بآوازِ بلند کہہ دیجئے)۔
پھر ساتھ ہی یہ آیت بھی نازل ہوئی۔
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اور اپنے پاس کے کنبہ والوں کو عذاب سے ڈرائیے)

سید المرسلین کا اہم ترین فرض

آج اگر کوئی معمولی سا کام کسی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ تو وہ اپنے پر کافی ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ یہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر ٹھیک نہ ہوا تو میرے لئے بڑی خفت کی بات ہوگی۔ صرف اتنی سی بات کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے۔ کہ میرے سر پر ایک بار عظیم رکھا ہوا ہے۔
اگر باغبان کے ذمہ باغ کی دیکھ بھال ہے۔ تو وہ ہر وقت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی جانور باغ میں آ کر کسی پودے کو خراب تو نہیں کر رہا۔ یہ خیال ایک سپاہیانہ ہوتا ہے۔ جو باغبان کو ہر وقت چوکنا رکھتا ہے۔ اسی طرح محتسب کو ہر لوگوں کے شہر و شہر بات ہے یہاں تک کہ ہر وقت